فہرست مضامین تاریخ القرآن

مضمون	صفحہ
تمہید	
قرآن جن الفاظ اور ترتیب پر عہد نبی میں تھا بعینہ اسوقت تک ہے،	۱
قرآن کے تحفظ کا ثبوت مسلمانوں کی عملی زندگی سے،	۲
صحابہ کا حافظہ فطرتاً قوی تھا،	۳
انکی قوت حافظہ پر ولیم میور کی شہادت	″
کتابوں کی حفاظت کے اسباب	″
تاریخ القرآن کے اہم مضامین کیا ہونگے	″
قرآن کی ضرورت ہر خاص وعام کو ہے	۴
کتاب کی حفاظت کا عمدہ ذریعہ کتابت ہے	″
ان اکتالیس ۴۱ صحابہ کے نام جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے	″
عرب میں کتابت کا فن کس سے شروع ہوا	۵
عہد نبوی سے پہلے عرب میں کتابت کا رواج تھا	″
اسیران بدر کا کتابت کی تعلیم کیلئے تقرر ہونا،	″
عرب میں کاغذ کا رواج کسنے دیا،	۶
عہد نبوی میں ایسی چیز جس سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا	۷
اسکی تردید کہ عرب میں ایسی چیز نہ تھی جس پر لکھا جاتا	۸

مضمون	صفحہ
اسکی تردید کہ حجاج سے پہلے عرب	۹
قرطاس نہ جانتے تھے	
قرآن مجید سے قرطاس کا ثبوت	″
قرآن کے بارے میں آنحضرت کی ترغیبات	۱۰ سے ۱۴ تک
ترغیبات کی بارہ حدیثوں کا خلاصہ	۱۴ تا ۱۵
آنحضرت قرآن کی خود تعلیم دیتے تھے،	۱۶
ابو الدرداء نے قرآن حضور سے پڑھا	″
ابن مسعود نے ستر سے زیادہ سورتیں	۱۷-۱۸
حضور سے اوسوقت تک پڑھی تھیں جبکہ	
زید بن ثابت نے پڑھنا بھی شروع نہیں کیا تھا	
حضور کا صحابہ کو تعلیم قرآن کیلئے مقرر فرمانا	۱۹
نومسلموں کی تعلیم کیلئے حضور کا قاری مقرر فرمانا	۲۰-۲۱
حضور مکہ میں بھی قرآن کی تعلیم دیتے تھے،	۲۲
ان ۲۵ قبیلوں کے نام جو مدینہ آکر مسلمان ہوئے	۲۳
ولیم میور کی شہادت	
حضور کا ہر قبیلہ میں تعلیم قرآن مقرر فرمانا	۲۵
ملکی فوجی عہدہ کیلئے قرآن کی سند شرط تھی	۲۶
ایک کم عمر جنرل کی تقرری محض قرآن کی وجہ سے	۲۷

مضمون	صفحہ
عہد نبوی کی مستورات لکھنا جانتی تھیں	۵۴
حضرت کا عبرانی سیکھنے کو حکم فرمانا	〃
ان ۲۲ صحابیوں کے نام جن سے آپ لکھنے	〃
لانے کا کام لیتے تھے	
سنہ عیسوی کے دو سو سال پہلے چین	۵۵
میں کاغذ کا رواج تھا،	
ابن بعرہ کا کتب خانہ	۵۶
عرب میں بجائے کاغذ دوسری چیز ضرور تھی	۵۷
خلیفہ اول نے عہد نبوت کے کچھ ہی روز بعد قرآن لکھوایا	〃
حضرت عمر و عائشہ و عبداللہ بن عمر و حفصہ	〃
کے پاس لکھا ہوا قرآن تھا،	
حنظلہ نے ایسی قوم کو دیکھا جو لکھا ہوا	〃
قرآن بیچتے تھے،	
ناجیہ صحابی کا کام ہی مصحف لکھنا تھا	〃
خلیفہ دوم نے ایسے قرآن کو جس کے	〃
ساتھ تفسیر بھی نتائج کرا دیا،	
حضرت عمر کا باریک خط میں قرآن لکھنے	〃
سے منع فرمانا،	
حضرت ابن مسعود کا مطلقاً قرآن دیکھنا	〃
حضور کے لکھے ہوئے مصاحف کو ملاحظہ فرمانا	〃

مضمون	صفحہ
ام سلمہ کا عبداللہ بن نافع سے قرآن لکھوانا	۵۸
دمشق سے ایک گروہ کا آکر اپنے قرآن کو	〃
حضرت اُبی وغیرہ سے صحیح کرانا	
عہد نبوی میں پورے قرآن کے لکھنے کی	۵۹
ضرورت تھی یا نہیں،	
صدر کی ضرورت پر بحث	〃
حضرت پیغمبر اسلام کے کل حالات منضبط ہیں	۶۰
کتابوں کی حفاظت کے دو طریقے سینہ اور سفینہ	〃
حفاظت بالحفظ میں نسیان کا احتمال	〃
سہو و نسیان لوازمات انسان سے ہیں	〃
آنحضرت سے سہو و نسیان کا ظاہر ہونا،	〃
اس پر ابوداؤد کی شہادت	۶۱
بخاری کی شہادت	〃
استیعاب کی شہادت	〃
کتاب کی حفاظت کا واحد ذریعہ حفظ	〃
نہیں ہو سکتا ہے،	
معاملات کو قرآن نے یادداشت پر نہیں چھوڑا	۶۲
اذا تداینتم بدین الخ کی تفسیر	〃
لکھنے کے چند فائدے	۶۲ تا ۶۳
یاد سے کس کو فائدہ ہوگا۔	۶۳

مضمون	صفحہ
امام وہی ہو سکتا ہے جسکو قرآن زبانی یاد ہو	۲۸
اس پر ابن ہشام کی شہادت	″
اُحد کے شہدا کی تدفین میں قرآن کی وجہ سے امتیاز	۲۹
قرآن کے اشاعت کی ایک وجہ فصاحت بھی ہے	۳۰
اہل عرب بلاغت کی پرستش کرتے تھے	(حاشیہ) ۳۰
ڈیڑھ سو برس تک سبعہ معلقہ کا مسجود رہنا	″
فصحاء عرب نے قرآن سنکر شعر کہنا چھوڑ دیا تھا	″
خالد بن ولید کا اسلام،	۳۱
دربار حبشہ میں قرآنی بلاغت کی معجزہ نمائی،	″
قرآن کی فصاحت پر اہل زبان کی حیرت	۳۲
مشرکین چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے،	۳۳
طفیل دوسی کا اسلام	″
سوید بن صامت کا اسلام	۳۴
اُسید و رسعد قرآن سنکر مسلمان ہو گئے،	″
کتاب کے محفوظ رکھنے کے چار اسباب	۳۵
قرآن کیلئے یہ چاروں اسباب حاصل تھے	″
حفاظ قرآن،	۳۶
عہد نبوی میں مسلمان و حافظ بمنزلہ لفظ مترادف تھے،	۳۷
صحابہ قرآن فوراً حفظ کر لیتے تھے،	″

مضمون	صفحہ
بیر معونہ میں ستر حافظ شہید کئے گئے	۳۸
جنگ عامہ میں ستر حافظوں کا شہید ہونا	″
حضرت عبداللہ ایک رات میں قرآن ختم کرتے تھے	۳۹
عہد نبوی کی ۳۷ حافظوں کی مختصر حالت	۳۹ تا ۴۵
ابو موسیٰ کی فوج میں تین سو حافظ تھے،	۴۶
اُن عورتوں کے نام جنہوں نے قرآن حفظ کیا تھا،	″
اس حدیث کی تشریح کہ چار کے سوا کسی نے قرآن جمع نہیں کیا،	۴۷
حفظ قرآن اور جمع قرآن میں فرق	″
جمع کے معنے پر بخاری کی شہادت	″
اس غلطی پر کہ چار کے سوا قرآن کسی کو یاد نہ تھا	۴۸ تا ۵۰
پانچ تنبیہ،	
قرآن کی کتابت	۵۰
کتابت قرآن کے اہم مباحث	″
عہد نبوی میں آلات کتابت کا ہونا،	″
اہل مکہ کتابت جانتے تھے،	″
صرف قریش میں ۱۷ کاتب تھے	″
اُن دس صحابیوں کے نام جو کتابت جانتے تھے	۵۱
علم کتابت عام کمال میں اعلیٰ واقدم ہے	۵۲
مدینہ کے لڑکوں کو کتابت کی تعلیم	۵۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہر سورت کا موضوع جدا ہے،	۸۴	قرآن کی ترتیب پر علامہ ابن حزم کی تحریر	۱۰۶ تا ۱۰۷
ہر سورتوں کی ترتیب وحی الٰہی سے ہے	۸۵	ان روایتوں کی تنقیح جس سے شبہ کا موقع ملتا ہے،	۱۰۷
ترتیب آیت کی حدیثیں	〃		
ترتیب سورت کی حدیثیں	۸۷ تا ۹۸	اشتباہ کی پہلی روایت	〃
مال متروکہ میں قرآن چھوڑنے کا ثواب	۹۹	معوذتین قرآن سے خارج ہے	〃
حضور نے قرآن کے آخری دو ختم موجودگی زید اور عبداللہ بن مسعود کیا تھا،	۱۰۰	معوذتین کے متعلق ابن مسعود سے تین شخصوں کی روایت	۱۰۸
زید نے اپنا لکھا ہوا قرآن اسی آخری ختم کیوقت سنایا تھا،	〃	روایت اول عبدالرحمن کی	〃
		روایت ثانی علقمہ کی	۱۰۹
موجودہ قرآن اسی آخری ختم کی ترتیب پر ہے	〃	روایت ثالث زر بن حبیش کی	۱۱۰
اس پر مولانا بحر العلوم کی شہادت	۱۰۱	زر کی پہلی روایت دوسری روایت	۱۱۱
دوسری شہادت تنزیہ الفرقان کی	〃	تیسری اور چوتھی روایت	
تیسری شہادت امام مالک کی	۱۰۲	عبدالرحمن کے علاوہ یہ کسی نے روایت	۱۱۲
چوتھی شہادت امام بغوی کی	〃	نہیں کیا کہ انہا یستاصل من کتاب اللہ	۱
پانچویں شہادت ابن حصار کی	〃	عبدالرحمن کی روایت کے عدم صحت پر	〃
چھٹی شہادت ابو جعفر کی	۱۰۳	نو دلیلیں	
ساتویں شہادت امام نووی کی	〃	عبدالرحمن اپنے بیان میں متفرد ہے	〃
آٹھویں شہادت ولیم میور کی	〃	ابو اسحٰق اہل کوفہ سے صحیح روایت نہیں کرتا ہے	〃
نویں شہادت فاضل محمد بن الحسن کی	۱۰۴	اعمش کی ہی ان سے روایت صحیح نہیں ہوتی ہے	〃
قرآن کی صندیں نو اتر کی حد سے زیادہ ہیں	۱۰۵	اعمش شیعہ ہے،	〃

مضمون	صفحہ
بعثت عامہ کتابت کی	۶۴
اسکا رد کہ حضور کو کتابت کا خیال نہ ہوا	″
صدقے کے احکام آپنے حضرت علی کو لکھوائے تھے	″
کتابت قرآن پر تفصیلی بحث	۶۵
عہد نبوی میں قرآن لکھا گیا یا نہیں،	″
قرآن سے قرآن کے لکھے جانیکا ثبوت	۶۶
حضور لکھوا کر دوبارہ سنکر اسکی غلطیوں کی اصلاح فرمادیتے تھے	″
لکھتے وقت آپ آیت کے مقام و ترتیب بتلادیتے تھے	۶۷
بخیال احتیاط حدیث لکھنے کی ممانعت	۶۸
حضرت ابوسعید کا حدیث لکھنے سے انکار	۶۹
حضور خود قرآن لکھواتے تھے،	″
صحابہ کرام کثرت سے حلقہ باندھکر لکھتے تھے	″
قراء سبعہ نے قرآن یاد کرکے حضور کو سنایا تھا	۷۰
حدیث لم یجمع القرآن عزا ربعۃ کا محل	۷۲
اس پر استیعاب کی شہادت	″
عبادۃ بن العاقب ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے پورا قرآن عہد نبوی میں سیکھا تھا،	۷۳

مضمون	صفحہ
صحابہ عموماً ہر سفر میں قرآن ساتھ رکھتے تھے	″
قرآن شریف کے ساتھ رکھنے کی وجوہ	″
ایک ہفتہ میں صحابہ قرآن ختم کرتے تھے،	۷۴
اس معمول کے التزام پر چند شہادت	۷۴ تا ۷۵
اس کا رد کہ سب صحابہ یاد سے پڑھتے تھے،	۷۵
عہد نبوت میں ناظرہ خواں لوگ بھی تھے	۷۶
پہلا واقعہ	″
دوسرا واقعہ	۷۶ تا ۷۷
تیسرا واقعہ	۷۸
چوتھا واقعہ	″
چند اور ایسے لوگوں کے نام جو قرآن لکھتے تھے	″
دیکھکر قرآن پڑھنا حفظ سے بہتر ہے	۹
حضور قرآن اپنے لئے نہیں لکھاتے تھے	۸۰
پورا قرآن لکھکر حضور کو سنایا گیا	۸۱
صحابہ حضور کے ارشاد کے موافق لکھتے تھے	۸۱ تا ۸۲
قرآن کے دو قابل لحاظ امر	″
قرآن کسکو کہتے ہیں یعنی قرآن کی تعریف	″
کلام معجز کو کیسا ہونا چاہیے،	۸۳
ہر سورتوں کی آیت میں خاص طرح کا ربط ہے	″

مضمون	صفحہ
(۲) نیز اسکو قرآن کی سات طویل سورتوں کے ساتھ کیوں لکھا گیا	〃
حضرت عثمان کا جواب	〃
جواب ۱ جواب ۲	۱۳۲
اس جواب پر تامل کی نگاہ اور حضرت عثمان کی تنبیہ	〃
انفال اور برات کے باہم مشابہ ہونے پر بحث	۱۳۳
بسم اللہ کیوں سورۂ توبہ میں نہیں لکھی گئی،	۱۳۴
اشتباہ کی تیسری روایت	۱۳۵ تا ۱۳۶
اس آیت کے متعلق چند ضروری باتیں	۱۳۷
خلافت ابی بکر دو برس تین مہینے گیارہ روز رہی	〃
جنگ عام ۱۸ھ ہجری کے آخر میں واقع ہوئی	〃
اس میں گیارہ سو مسلمان شہید ہوئے جسمیں ستر حافظ قاری تھے	〃
اسمیں مشہور قراء سے محض سالم شہید ہوئے	۱۳۸
زید بن ثابت نے آنحضرت کے عہد ہی میں قرآن جمع کیا تھا	〃
عثمان علی ابو حذیفہ سالم نے قرآن حضور کی حیات میں جمع کیا تھا،	〃
حضور نے خود قرآن لکھایا اور صحابہ نے لکھا	
اگر قرآن عہد نبوی میں جمع نہ ہوتا تو جمع کرنا مسلمانوں کا پہلا کام ہوتا،	۱۴۰
جنگ یمامہ کے بعد قرآن کسنے جمع کیا	۱۴۱

مضمون	صفحہ
مشورہ کرنا حضرت ابوبکر کے عادت سی تھی	۲۴۲
کسی کتاب کی صحیح نقل کیلئے کتنے اہتمام کی ضرورت ہے	〃
زید نے جمع قرآن کا کام خلافت صدیقی کے	
نو ماہ گذرنے کے بعد شروع کیا	۲۴۳
اُبی تمام قراء کے سردار ہیں	〃
فاروق اعظم کے اہتمام تعلیم قرآن کا مختصر نمونہ	۱۴۴
حضرت عمر نے قرآن کی تعلیم جبری قائم کی تھی	۱۴۵
ابو درداء کے حلقہ درس میں ۱۶۰۰ سے	〃
زیادہ طلبہ ہوتے تھے،	
حضرت ابن مسعود کے حلقہ درس میں	۱۴۶
چار ہزار طلبہ ہوتے تھے،	
حضرت فاروق نے خاص کتابت کیلئے مدرسہ قائم کیا تھا	〃
خلیفہ اول نے قرآن جمع کیا مگر شایع نہیں کیا	〃
شایع نہیں کرنیکی وجہ	۱۴۷
حضور کی وفات کے وقت تک اسلام کی	〃
اشاعت کہاں کہاں ہوئی تھی،	
خلافت ثلثہ کی مختصر حالت	۱۴۸
عہد فاروق میں ایک ایک کے کم نسخے قرآن کے نہ تھے	۱۴۹
اشتباہ کی تیسری روایت کی سند پر بحث	۱۵۰
یہ حدیث خبر احاد سے ہے	〃

مضمون	صفحہ
اس روایت میں دو فساد دلکا اجتماع ہے	۱۱۳
اسکی حدیث موضوع ہے	〃
حضرت مسعودؓ کی بدنامی کا احتمال	〃
طبرانی کی روایت کہ معوذتین قرآن میں سے ہے	۱۱۴
حضرت ابن مسعود معوذتین سے واقف نہ تھے	〃
زرین حبیش کی روایت کی جانچ	۱۱۵
علقمہ کی روایت کی تنقیح	۱۱۶ تا ۱۱۷
معوذتین کی حدیث پر محققانہ فیصلہ	۱۱۷
ان روایتوں کے عدم صحت پر تین زبردست وجوہ	〃
معوذتین کا روایت متواترہ سے ثبوت	〃
اسپر عاصم حمزہ کسائی خلف کی متواتر سند	۱۱۸
اشتباہ کی روایات کے عدم صحت پر چند جید علماء کی رائے	〃
علامہ ابن حزم کی رائے	۱۱۹
امام محی الدین نووی کی رائے	〃
قاضی ابوبکر صاحب کی رائے	〃
امام فخر الدین رازی کی رائے	〃
علامہ بحر العلوم کی رائے	۱۲۰ تا ۱۲۱
اشتباہ کی دوسری روایت	۱۲۲

مضمون	صفحہ
سورتوں کی ترتیب صحابہ کی رائے پر ہوئی ہے	〃
اس حدیث پر ترمذی کی رائے	۱۲۳
عوف قدری اور شیعہ تھا	〃
عوف کے متعلق ایک ضروری روایت	〃
عوف کو رافضی شیطان کہا گیا ہے	۱۲۴
عوف کی نسبت امام مسلم کا فیصلہ	۱۲۴ تا ۱۲۵
عوف کی روایت پر محققانہ فیصلہ	〃
موجودہ قرآن کی ترتیب کا آنحضرت کی ترتیب پر ہونیکی متواتر روایتیں	〃
سورہ براۃ اور سورہ انفعال مستقل سورتیں ہیں	۱۲۶
اس کے متعلق پہلی شہادت	〃
دوسری شہادت	〃
تیسری شہادت	۱۲۷
چوتھی شہادت	۱۲۸
صحابہ سات دن میں کس ترتیب سے قرآن ختم کرتے تھے،	۱۲۹ تا ۱۳۱
حضرت ابن عباس کی حدیث پر معنوی بحث	۱۳۱
اس حدیث کی دو باتیں	〃
(۱) انفال براۃ ایک ساتھ کیوں لکھی گئیں	〃

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

قرآن کی تدوین اور ترتیب کے متعلق قدما کی کوئی تصنیف میری نظر سے نہیں گذری البتہ بعد کے حضرات نے اسکے متعلق جو کچھ لکھا ہے اون تحریروں کو میں نے بغور پڑھا لیکن اون سے اون شکوک اور خیالات کا ازالہ نہیں ہوتا جنکے ازالہ کے لئے یہ تکلیف اُٹھائی گئی ممکن ہے کہ پہلے حضرات نے یا بعد میں کسی نے کوئی ایسی تحریر لکھی ہو جو تشفی بخش ہو اور جس سے اون تمام شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہو جو بعض احادیث صحیحہ کی بنا پر خود بخود پیدا ہوتے ہیں یا اونکا پیدا ہونا لازمی ہے یا مخالفین اونکو پیش کرتے ہیں مگر چونکہ ایسی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گذری اس لئے مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن کے متعلق واقعات کو ظاہر کروں۔ جو احادیث اور آثار قرآن کی تالیف وغیرہ کے متعلق ہیں اون سے جو خیالات اور شبہات پیدا ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) قرآن آنحضرتؐ کی زندگی میں یکجا لکھا ہوا نہیں تھا آپ کے بعد خلیفہ اول نے ایک جا کرایا۔

(۲) انجیل اور قرآن دونوں اس امر میں یکساں ہیں کہ آنحضرتؐ اور حضرت مسیحؑ کے بعد کے لوگوں نے اونھیں مرتب اور جمع کیا۔

(۳) دو چار صحابہ کے سوا کوئی پورے قرآن کا حافظ حضرت کی زندگی میں نہیں تھا۔

(۴) قرآن کا بہت بڑا حصہ تلف ہو گیا یا کر دیا گیا کیونکہ قرآن سات حرفوں پر

مضمون	صفحہ
، مگر محض زہری نے روایت کیا ہے،	〃
زہری محدثین اپنا کلام اسطرح ملا دیتے تھے کہ پتہ نہیں چلتا تھا	〃
اسپہ للعشر من المختصر کی شہادت	〃
زہری کے بیان میں اختلاف ہے،	۱۵۱
زہری کی روایت دوسری صحیح روایت کے خلاف ہے	۱۵۲
(۱) حدیث بخاری کے خلاف	〃
(۲) معارف ابن قتیبہ کے خلاف،	〃
(۳) ترمذی کے خلاف	〃
استیعاب میں زہری کی مخالفت کا بیان	〃
بوجوہ مذکورہ یہ روایت یا تو بے اصل ہے یا دریائی راوی کی غلطی ہے	۱۵۳
کنز العمال کی حدیث اور کشف حقیقت	〃
عہد نبوی میں دس شخصوں نے پورا قرآن جمع کیا تھا	۱۵۴
کیف یفعل شیأ لم یفعلہ رسول اللہ کی نسبت خلیفہ اول کیطرف غلط ہے	۱۵۵
نیز لم یفعلہ رسول اللہ خود غلط ہے،	۱۵۶
خلیفہ اول کا جمع کردہ قرآن بیت المال کا مال ہوگا	۱۵۷
خلیفہ اول نے اسکو بیت المال میں داخل نہیں کیا	۱۵۸
حضرت ابوبکر کے پاس بیت المال کی کیا کیا چیزیں تھیں،	〃

مضمون	صفحہ
ایک خیالی ہبہ نامہ کا رد،	۱۵۹
سورہ برأۃ کا آخری حصہ محض ابو خزیمہ سے پاس نکلا	〃
زہری کی روایت میں چھ باتیں بالکل غلط ہیں	۱۶۰
نیز زہری کی روایت میں سات باتیں رد ہیں	〃
عمرہ کے تجربہ کے خلاف ہے،	
ایک عجیب بات	۱۶۱
زبان خود جھوٹ صداقت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے	〃
نقد بخاری کی قیمت	〃
اشتباہ کی چوتھی روایت	
خلافت عثمانی میں قرآن کا جمع ہونا	
اس حدیث کی پانچ باتیں	۱۶۳
اس پر پہلی تنقیح	〃
دوسری تنقیح	۱۶۵
تیسری تنقیح	۱۶۶
چوتھی تنقیح	۱۶۷
پانچویں تنقیح	۱۶۸
چھٹی تنقیح	۱۶۹
ساتویں تنقیح	۱۷۲

ہوتے ہیں معتبر گواہوں کی ہوں تو ایسی حالت میں بھی قرآن میں اس قسم کے شبہات کی گنجایش ناممکن ہے۔

یہاں اس بات کا معلوم کرلینا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جن حضرات نے خود جن باتوں کو بلا واسطہ سنا ہے یا آپکو کرتے ہوئے دیکھا ہے اون حضرات کے نزدیک ان امور کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا یقینی ہے بس میں کسی قسم کے شک وشبہہ کی گنجایش نہیں یہ حضرات ان باتوں سے اگر کسی ایک امر کا بھی انکار کریں گے تو اونکا یہ انکار اونکو حدود اسلام سے باہر کردیگا البتہ جو حضرات اس شرف سے محروم ہیں اُن کیلئے ثبوت کی تین صورتیں ہیں

(۱) تواتر۔ اسقدر گواہوں کے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا یا کرنا ثابت ہو جس کے بعد کسی قسم کا شک وشبہہ باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوس کا ثبوت متیقن اور قطعی ہوجائے۔

(۲) احاد۔ اسقدر گواہ نہوں بلکہ دو ایک گواہوں سے ثابت ہو اور ظاہر ہے کہ ایسے امور یقینی اور قطعی الثبوت نہیں ہوسکتے بلکہ اسمیں شک وشبہہ کا موقع ہوسکتا ہے

(۳) توارث وتعامل عامہ۔ یعنے وہ فعل وقول اس قسم کا ہو جسپر ہم نے تمام اپنے بڑوں کو عمل کرتے ہوئے یا کہتے ہوئے بلاکسی اختلاف کے دیکھا یا سُنا ہو اور اسیطرح سے اون حضرات نے اپنے پہلوں کو دیکھا ہو یا سُنا ہو یہانتک کہ یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو۔ جو امور اس طریقہ سے ثابت ہیں وہ امور بھی اوّل کسی کی طرح قطعی اور یقینی ہیں۔

اسلام میں اس طریقہ سے بہت سے امور ثابت ہیں مثلاً پانچ وقت کی نماز نمازوں میں رکعت کی تعداد۔ ارکان حج۔ زکوٰۃ کے ارکان وشرائط وغیرہ وغیرہ ان چیزوں کا ثبوت گو احادیث سے بھی ہے لیکن ان احادیث پر انکا ثبوت

نازل ہوا اور قرآن موجودہ میں ایک ہی حرف ہے۔
(۵) قرآن کی بعض سورتیں بہت بڑی تھیں لیکن وہ مختصر کردی گئیں۔
(۶) بعض سورتیں قرآن سے نکال دی گئیں۔
(۷) قرآن جس طریقہ سے جمع کیا گیا اوس میں بہت زیادہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ قرآن کا کوئی حصہ لکھنے سے رہ گیا ہو چنانچہ خلیفہ اول کے عہد میں بعض آیتیں لکھنے سے رہ گئی تھیں پھر خلیفۂ سوم کے وقت میں لکھی گئیں۔
(۸) قرآن کے آخر کی دو سورتیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے نزدیک قرآن میں داخل نہیں لہذا انکا قرآن سے ہونا یقینی نہیں۔
(۹) قرآن کی یہ موجودہ ترتیب ایسی نہیں جس پر تمام کا اتفاق ہو کیونکہ حضرت ابی ابن کعب حضرت علی اور حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہم) وغیرہ کے قرآن کی ترتیب اس کے خلاف تھی۔
ان شبہات کے اوٹھانے کے لئے اس وقت تک جو کتابیں شائع ہوئی ہیں اون تمام میں اس امر کے ثابت کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مرتب لکھا گیا تھا اور اوس وقت بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جنکو پورا قرآن یاد تھا۔
غالبًا ان حضرات کے خیال میں ان شبہات کے اوٹھانے کی صرف ایک یہی صورت تھی اور بغیر اس کے ان شبہات کا اوٹھانا ممکن نہیں تھا لیکن یہ خیال کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ہمارے پاس ایسی شہادتیں بھی موجود ہوں جن سے پورے قرآن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لکھا جانا معلوم ہو یا دو چار کے سوا بہت سے حفاظ قرآن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ اور اسی کے ساتھ تمام وہ شہادتیں جنکی وجہ سے یہ شبہات

زیادہ یقینی اور قطعی ہے جو محض متواتر ہیں یا محض متوارث ہیں۔
اس موقع پر اس امر کا بیان بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ واقعات کی دو قسمیں ہیں عمومی اور خصوصی۔
واقعات عمومی وہ ہیں جنکا ظہور منظر عام پر اس طرح سے نمایاں ہو کہ اسکا علم بلا کسی رکاوٹ کے ہر شخص کو ممکن ہو جس طرح شاہ راہ کے چوراہے پر حیلہ وہاں مجمع کثیر ہو کسی کے قتل کا وقوع یا مسجد جامع میں کسی واعظ کا بیان اس قسم کے واقعات کا ثبوت ایک دو کے بیانات سے نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ ایک جماعت کثیر اس کی شہادت نہ دے یہی وجہ ہے کہ اگر مطلع پاک وصاف ہو تو اس حالت میں ایک دو کی شہادت چاند کے متعلق ناکافی ہوتی ہے۔
واقعات خصوصی وہ ہیں جو منظر عام پر اس طرح نمایاں نہ ہوں۔ اس قسم کے واقعات کے ثبوت میں دو کی شہادت بھی کافی ہے۔
قرآن کی تبلیغ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور سے کی ہے اور خدا کی طرف سے آپ اسی کے لئے مامور بھی تھے۔ آپ قرآن اہل اسلام اور کفار تمام کے مجمع میں بلا تکلف سناتے اور اوسکی تعلیم دیتے اسلئے قرآن واقعات عمومی سے ہے اور اسی وجہ سے اہل اسلام کے یہاں اس کے ثبوت میں جماعت کثیرہ کی شہادت ضروری ہے ایک دو شہادت کا اعتبار نہیں اگر کسی آیت یا سورہ کے قرآن ہونے پر ایک دو شہادتیں ہوں تو ان شہادتوں کے وجہ سے یہ آیت یا سورۂ قرآنی نہیں ہوگی۔

واقعات کی جانچ وپرتال کے تنقیدی اصول

علماء اسلام نے واقعات کی تنقید کے لئے چند اصول مقرر کئے ہیں اُن کے یہ بھی اصول ہیں۔

موقوف نہیں اگر یہ احادیث نہوتیں تب بھی اون کے ثبوت میں کوئی فرق نہ آتا۔
ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امر
پہلے اور دوسرے طریقوں میں سے ایک طریقہ سے بھی ثابت ہو وہ قطعی اور یقینی ہے۔
تمام مسلمان بلا امتیاز اور استثنا اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن کا سلسلہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تک متواتر ہے مسلمانوں میں جسقدر بھی فرقے ہیں اونمیں سے
ایک کو بھی اس سے انکار نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے اسی کے
ساتھ حقیقت واقعہ بھی اسی طرح سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک
قرآن کا سلسلہ متواتر ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اسوقت تک
ہر عہد میں قرآن کے آنحضرت سے راوی اور بیان کرنے والے اسقدر رہے ہیں
جن کی وجہ سے اس کی صداقت پر ہر انسان مجبور ہوجاتا ہے اور اس امر کے
باور کرنیکے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ یقینی بلا کمی اور بیشی کے یہ وہی کتاب
ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی ہونیکا دعوی کیا ہے
یہانتک کہ قرآن کا یہ تواتر اوسکا طرۂ امتیاز اور خاصہ اور لازمہ ہوگیا اسی لئے
قرآن کی معرفت کی تقریب میں بھی وصف بیان کیا جاتا ہے چنانچہ عامہ علماء
اسلام قرآن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں وہ کلام الٰہی جسکا سلسلہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تک متواتر ہو۔ اس کے سوا قرآن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے توارث اور تعامل عامہ بھی ہے یعنے ہر عہد والوں نے اپنے
قبل کے عہد والوں کو اسی قرآن کو پڑھتے ہوئے سُنا یہانتک کہ سلسلہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوجاتا ہے جس حالت میں کہ اس قرآن میں تواتر اور
توارث اور تعامل عامہ دونوں ہیں تو پھر اس قرآن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم تک سند اور اس قرآن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت اُن دو چیزوں سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے لیکن قرآن کے لینے کے ذریعے جسقدر مضبوط اور مستحکم اور یقینی ہیں احادیث کا وہ درجہ نہیں ہے خواہ وہ حدیث کسی درجہ کی ہو بلکہ اگر زیادہ تنقیح سے کام لیا جائے تو مجھے اس امر کے اقرار میں کچھ بھی باک نہیں کہ احادیث متواترہ کا بھی وہ درجہ نہیں جو قرآن کا ہے اب ایسی حالت میں اون احادیث سے جو قرآن موجودہ کی ترتیب (خواہ وہ آیات کی ہو یا سورتوں کی) اور قرآن کی مقدار اور اوسکی تالیف کے مخالف ہیں کوئی اثر نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن اپنی قوت اور مضبوطی کی وجہ خود اون احادیث ہی کو مجروح اور ضعیف کردیگا جو حضرات احادیث کی وجہ سے قرآن پر شبہات کرکے اوسکی توثیق کو متزلزل کرنا چاہتے ہیں اونکو یہ یقین کرلینا چاہئے کہ قرآن کا اسناد اور سلسلہ ایسا نہیں ہے جس میں اس قسم کی احادیث وغیرہ سے شک و شبہہ کی گنجایش ہو پس تمام اون احادیث کا جو قرآن کے مقابل ہیں یہی ایک جواب ہے بلکہ یہی واقعہ ہے اور اسکے بعد کسی مسلم کو اسکی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اس قسم کی تمام احادیث پر کوئی تنقیدی نظر ڈالی جائے اور فرداً فرداً ہر ایک حدیث کی صحت و سقم یا اونکے معنی کا اظہار کیا جائے۔ یا یہ ثابت کیا جائے کہ یہی موجودہ قرآن تمام و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں لکھا ہوا موجود تھا اور بہت کثیر تعداد اون صحابہ کی تھی جنکو پورا قرآن یاد تھا مگر بعض مخالفین ان اصول کو نظرانداز کرکے بعض احادیث کی بنا پر قرآن کے متعلق شبہات پیدا کرتے ہیں اسلئے میں نے یہ ایک رسالہ لکھا ہے جس سے دلائل کی روشنی میں ناظرین کو ان حدیثوں کے متعلق تفصیلی کیفیت معلوم ہوجائیگی۔ کہ مخالفین جن حدیثوں کو قرآن شریف کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں کیا وہ قدر و قیمت رکھتی ہیں۔

اس رسالہ کی سطح قرآن شریف کی تدوین و ترتیب کی ثبوت میں کسیقدر بلند ہے

(۱) جن واقعات کا ثبوت تواتر یا توارث عامہ سے ہو اون کے خلاف میں ایک دو شہادتیں ہرگز قابل وثوق نہیں بلکہ اس قسم کی شہادتیں خود اپنی کمزوری کا ثبوت دیتی ہیں۔

(۲) واقعات عامہ کے ثبوت پر ایک دو شہادت ہوں تو وہ بھی کسی طرح وثوق کے لائق نہیں اور اس قسم کی شہادتیں مشتبہ ہیں یہ تنقیدی اصول اس قسم کے نہیں ہیں کہ جو اہل اسلام ہی سے مخصوص ہوں بلکہ ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص بھی ان اصول کے ماننے پر فطرتاً مجبور ہے اور انھیں اصول سے ہمیشہ تنقید واقعات میں کام لیا جاتا ہے اب ہم اون شبہات وشکوک کی جو قرآن پر بعض احادیث اور تاریخی بیانات کی بنا پر کئے جاتے ہیں ان اصول پر تنقید کرتے ہیں۔

ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا سلسلہ آنحضرت تک متواتر ہے اور نیز توارث عامہ اور تعامل بھی رکھتا ہے۔

جن احادیث کی بنا پر شبہات کئے جاتے ہیں اگر اون تمام حدیثوں کو صحت اور قبولیت میں اعلیٰ درجہ کی مان بھی لیا جائے مگر یہ ضرور ہے کہ وہ متواتر نہیں ہیں ان تنقیدی اصول سے نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ تمام احادیث چونکہ ایک امر متواتر کے خلاف ہیں اس لئے ہرگز اعتماد اور وثوق کے لائق نہیں بلکہ ان کا امر متواتر کے مخالف ہونا خود انکی کمزوری اور ضعف کی شہادت ہے اسکے سوا بھی اُن احادیث سے قرآن کی ترتیب اور اوسکی کمی بیشی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن کیلئے ایک دو شہادت کافی نہیں تاوقتیکہ تواتر نہو کیونکہ قرآن واقعات عامہ سے ہے اور غالباً انہیں تنقیدی اصول کی بنا پر متقدمین نے اُن احادیث کے جواب دینے کے طرف توجہ نہیں فرمائی جن سے قرآن پر شبہات کئے جاتے ہیں۔ یہ امر نہایت واضح ہے کہ اہل اسلام نے احادیث اور قرآن وجودہ دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور ان دونوں کا سلسلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مسلمانوں نے اپنی کتاب قرآن پاک کی ایسی حفاظت کی کہ مخالفین کو بھی مجبوراً یہ اقرار کرنا پڑا کہ تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکا قانون یعنی آسمانی کتاب رسالت مآب کے مبارک عہد سے آج تک بلا کمی بیشی۔ اور رد و بدل سے محفوظ ہے اور آیندہ رہے گا کیونکہ قرآن ہی اک ایسی کتاب ہے جسکی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور ذمہ لیا بجز قرآن کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جسکی حفاظت خدا تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی ہو اس وقت یہ کلام پاک جن الفاظ اور ترتیب سے ہمارے سامنے ہے اسی طرح بعینہ رسالت مآب کے مقدس عہد میں تھا جن الفاظ اور ترتیب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا وہی بدستور اس وقت تک ہیں ہمارا اس بیان کی تصدیق کے لئے اسوقت کے مسلمانوں کی حالت بھی اگرچہ روشن اور کافی شہادت ہے کیونکہ آج تیرہ صدی کے بعد چودھویں صدی میں جب کہ مسلمانوں میں وہ مذہبی جوش نہیں ہے جو ہر فرقہ میں اپنی پیدائش کے وقت

مجملاً اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس کتاب میں مخالفین کے جو قوی سے قوی شہادت ہیں یا ہوسکتے ہیں۔ سب بیان کردئے گئے ہیں اور موقع دلائل میں ناجائز حسن ظن اور عصبیت سے دامن بحث کو یک قلم بچایا گیا ہے۔ ہر اعتراض کو نہایت بے تعصبی سے صاف لفظوں میں تحریر کرکے اسکا جواب محققانہ اصول پر اہل نقد اور صاحب بصیرت کے سامنے پیش کردیا گیا ہے ہر امر اور ہر خیال کی بنا ایسی قوی دلیلوں پر رہ گئی ہے جو کمزوریوں سے پاک ہے تنقید اور آیات اور تنقیح خیالات ایسے اصول کی ماتحت کی گئی ہیں جو علمی دنیا کا مسلمہ ہے۔

قرآن کی تدوین اور ترتیب کی بنا پر آغاز رسالہ ہی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے عرب میں کاغذ کا رواج کب سے ہوا اور عہد نبوی میں اسکا استعمال ہوتا تھا لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حلقہ بگوشان بارگاہ رسالت میں ایسے خدام تھے مسلمانوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیجاتی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تحریر کا کوئی خاص اہتمام کیا تھا یا قرآن کی حفاظت کیلئے کوئی خاص طریقہ آپنے اختیار فرمایا تھا تاریخی حیثیت اور احادیث صحیحہ سے اسطرح ثابت کردیا گیا ہے جسکو متعصب سے متعصب شخص بھی اگر انصاف کا دل لیکر تحقیق کی نظر سے دیکھیگا۔ تو اسکا تحقیق طلب دل یقین کی روشنی سے منور ہوجائیگا۔ المختصر نہ تو مخالفین کے وہ خیالات اور شبہات جو ترتیب صدیقی رضؓ کے متعلق پیش کرتے ہیں خار راہ بنکر ہمارے دامن بحث کو الجھا سکے۔ نہ وہ توہمات یا وقیع اعتراضات جو ترتیب مصحف عثمانی رضؓ کے متعلق مخالفین اسلام نہایت اہمیت دیکر پیش کرتے ہیں۔ ناقابل عبور دلدل بنکر ہمارے پاس مستدلال کے اقدام روک سکے۔ بلکہ شبہات اور اعتراضات کے جتنے بادل سامنے آتے گئے دلائل و واقعات اور صحیح تحقیقات کے وزنی جھونکوں سے کائی کیطرح پھٹتے گئے اور یہ اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ ہمارے مخالفین نے آج تک جو کچھ قرآن شریف کے مقابلے میں پیش کیا ہے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ دلائل اور تحقیقات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوسکیں پس آخر میں ہم اپنے ان احباب کے ہاتھوں میں جو اہل نقد اور صاحب بصیرت ہیں یہ کہتے ہوئے اس رسالہ کو دیتے ہیں کہ ؎

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائے است

خیال کروکہ قرآن تیئیس ۲۳ سال میں پورا ہوا اوسوقت کے یاد کرنے والوں کو تیئیس ۲۳ سال کی مدت تھی اور اونکا حافظہ بھی اور ملکوں کے لوگوں سے فطرتاً قوی تھا جسکی وجہ سے اتنی طویل مدت میں اونھیں اسکا یاد کرنا اور لکھنا نہایت آسان تھا بلا قصد بھی اسقدر مدت میں اُس سرزمین کے لوگوں کو اوسکا یاد ہونا ممکن تھا۔ چنانچہ ولیم میور سیرت محمدی میں لکھتے ہیں قوت حافظہ اونکی انتہائی درجہ پر تھی اور اُسکو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے اُنکا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور اونکی محنت ایسی قوی تھی کہ جب روایات قدیم اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (الفرقان صفحہ ۲۹) ان واقعات سے اگرچہ یہ بات یقیناً ثابت ہی کہ کتابونکی حفاظت کے جو ذرائع اور اسباب ہیں یعنی سینہ اور سفینہ ان دونوں طریقوں سے پہلوں نے بھی قرآن کی حفاظت کی جب کہ اسوقت بھی ان دونوں طریقوں سے حفاظت ہے لیکن بعض روایتوں سے چونکہ اون لوگوں کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن پورا مرتب رسول خدا کے مقدس زمانہ میں لکھا ہوا تھا اور صحابہ میں دو چار کے سوا کوئی پورے قرآن کا حافظ نہ تھا۔ اسلئے میں پہلے یہاں ثابت کرونگا کہ آپکے عہد میں پورا قرآن لکھا گیا اور متعدد نسخے لکھے ہوئے تھے۔ جو ترتیب قرآن کی اسوقت ہی یہ وہی ہے جو رسول خدا نے قائم فرمائی صحابہ کرام میں حفاظ قرآن بہت تھے۔ اسکے بعد وہ روایات لکھونگا جن میں قرآن کے جمع کا ذکر ہے۔ اور جن روایات میں لوگوں کو شبہہ ہوا ہے اُن روایات کی درایت اور روایت اور عادت اور واقعات کی رو سے بھی ایسی تنقیح اور تحقیق کیجائیگی جس سے ان شبہات کا ازالہ ہو جائے اور اصل امر روشنی میں آجائے۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن مقدس مسلمانوں کا دستور العمل ہے جس کی

ابتدا میں فطرتی طور سے ہوا کرتا ہے اور وہ محرک بھی نہیں ہے جو اپنی برقی قوت
کی تاثیر سے اونکے دلوں میں اور خیالوں میں مذہبی روح اور حرکت پیدا کرتا ہے
لیکن اس پر بھی آج مسلمانوں کی یہ حالت ہو کہ حفاظ قرآن اس کثرت سے ہیں کہ
لاکھوں سے تجاوز ہوکر کروڑوں تک پہونچے ہیں اور مسلمانوں کی بہت کم ایسی
آبادی ہوگی جہاں حفاظ نہوں اور قرآن کے نسخوں سے تو شاید ہی کوئی بدنصیب
اور منحوس گھر مسلمان کا خالی ہو۔ قرآن کا تھوڑا بہت روزانہ پڑھنا اور تلاوت
کرنا ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے اور اون کے مذہب میں یہ داخل ہے
کہ وہ روزمرہ کی عبادت میں اوسے پڑھیں اور رمضان میں تو پورا قرآن
تراویح میں سننا اور پڑھنا اونکے مذہب میں داخل ہے اسی لئے مسلمان
اپنے بچونکو قرآن یاد کراتے ہیں اور یہ بچے کم و بیش اُسے تین چار
سال میں یاد کر لیتے ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ پیغمبر اسلام اور اونکے ساتھیوں میں اپنے مذہب
کی محبت اور جوش اور اون کے دل و دماغ خیال رگ پٹھوں میں اونکی جدید
مذہب کا جو اثر ہوگا وہ اونکے بعد والوں میں ہرگز نہیں ہوسکتا اگر تمھارے دل
میں اس ہمارے بیان کے باور کرنے میں تاریکی کا کوئی پردہ مانع ہو تو اوسکے روشن
کرنے کے لئے ہر جدید فرقہ کے اول لوگوں کی حالت کو دیکھو اور تاریخوں میں اسکا
مطالعہ کرو اسکے سوا بھی پیغمبر اسلام اور اون کے ساتھیوں کی حالت بھی ہمارے
اس بیان کے لئے مضبوط گواہ ہے اب اسوقت کا مذہبی اثر جوش۔ ذوق شوق
اور ولولہ اور ابتدائے اسلام کے اثر کو تولو اور اوسکے بعد انصاف سے اپنے دلمیں
سوچو کہ قرآن کے حفاظ کی جو تعداد اسوقت کے مسلمانوں میں ہو اوسوقت مسلمانوں
میں اونکی تعداد کی رو سے یہ حفاظ زیادہ ہوں گے یا کم۔ اسی کے ساتھ یہ بھی

عبداللہ[16] بن سعید بن العاص۔ نافع[17] بن طریب بن عمرو بن نوفل۔ ناجیتہ[15] الطفاوی
ابی[19] بن کعب۔ زید[20] بن ثابت۔ عبداللہ[21] بن سعد بن ابی سرح ابوبکر[22]۔ عمرؓ[23]۔ عثمان[24]
علیؓ[25]۔ زبیر[26] بن العوام۔ خالد[27] بن سعید بن العاص۔ ابان[28]۔ سعید[29] بن العاص۔
حنظلتہ[30] الاسدی۔ علاء[31] بن الحضرمی۔ خالد[32] بن ولید۔ محمد[33] بن سلمہ۔ عبداللہ[34] بن عبداللہ
بن ابی سلول۔ مغیرۃ[35] بن شعبہ۔ عمرو[36] بن العاص۔ معاویتہ[37] بن سفیان۔ جہیم[38] بن الصلت
معیقیب[39] بن فاطمہ۔ عبداللہ[40] بن ارقم زہری۔ شرجیل[41] بن حسنہ۔ ان میں انصار
اور مہاجرین دونوں ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو اسلام کے پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے
مورخین اسمیں مختلف ہیں کہ عرب میں کتابت اور خطاطی کا فن کس سے شروع ہوا
بعض کی رائے میں حضرت ایوب علیہ السلام کے وقت میں عرب میں یہ فن تھا بعض کہتے ہیں
کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے عہد سے شروع ہوا بہرحال اسمیں شک نہیں کہ اسلام کے کچھ قبل
سے عرب[1] میں اسکا رواج ہوگیا تھا۔ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد
میں اسکو بہت ترقی دی بدر کے جنگ میں جو ستر آدمی کفار مکہ سے مسلمانوں نے گرفتار
کئے تھے۔ اونمیں جسکے پاس اسقدر مال نہ تھا کہ اپنی رہائی کیلئے فدیہ ادا کرتا اوس کی
رہائی کا یہ فدیہ مقرر کیا گیا کہ اونمیں سے ہر ایک اہل مدینہ کے لڑکوں میں سے
دس دس لڑکوں کو لکھنا سکھلائیں چنانچہ زید بن ثابت نے بھی اسی طور سے لکھنا سیکھا

غزوہ بدر میں ستر آدمی کفار کے گرفتار ہوئے
جن سے بقدر حیثیت خرچہ جنگ لیکر رہا کیا
گیا۔ مکے والے چونکہ لکھنا جانتے تھے اور
اہل مدینہ اس سے ناواقف تھے اسلئے ان گرفتاروں

اَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَوْمَ بَدْرٍ سَبْعِیْنَ اَسِیْرًا وَکَانَ یُفَادِیْ
بِھِمْ عَلٰی قَدْرِ اَمْوَالِھِمْ وَکَانَ اَھْلُ مَکَّۃَ
یَکْتُبُوْنَ وَاَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ لَا یَکْتُبُوْنَ فَمَنْ لَمْ

[1] صناجۃ الطرب ص ۲۵۶

طرف ایک فقیر اور ادنی مسلمان کو بھی اسی قدر احتیاج ہی جسقدر کہ امیر اور اعلی کو ہے تمام
مسلمان اپنی عبادتوں اور معاملوں اور باہمی میل جول اور اخلاق و سلوک میں
یکساں محتاج ہیں اور مسلمان اپنے مذہب کے قائم رکھنے اور مذہبی زندگی کے
بسر کرنے میں قرآن ہی کے محتاج ہیں اور قرآن ہی اونکے مذہب کی روح ہے
اور یہی اسلام کی صداقت کی اعلیٰ اور کامل دلیل ہے اسی لئے رسول خدا نے
صرف قرآن ہی سے اشاعت اسلام فرمائی یہ وہ بات ہی جسکا ہر مسلمان کو اقرار ہے
اور اونکا مذہب اور مسلمانوں کا طرز عمل اسپر گواہ ہے۔ اب اس احتیاج اور ضرورت
کیوجہ سے مسلمانوں پر یہ لازمی تھا کہ وہ قرآن کی پوری حفاظت کریں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی
کتاب کی حفاظت کا ذریعہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ نہایت اہتمام سے اور کمال صحت سے لکھا کر
محفوظ رکھی جائے یہ ذریعہ ایسا نہیں جسکو ہر ایک نہ سمجھتا ہو اب جب یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن کی
حفاظت کی مسلمانوں کو بڑی انتہا حاجت تھی اور کامل وثوق حفاظت میں لکھوانے اور یاد کے سوا نہیں تھا
اسی کیساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ متعدد نقلیں متعدد مقامات پر رہیں جسمیں تغیر و تبدل اور ضائع
ہونیکا وہم بھی نہ ہو۔ کیا ان واقعات سے یہ فیصلہ سہل اور یقینی نہیں کہ حضور اقدس اور صحابہ
نے حفاظت قرآن کیلئے اسکو نہایت اہتمام اور صحت کیساتھ لکھوایا ہو خصوصاً ایسی حالت
میں جبکہ کتب سابقہ کی تحریف و تغیر کا نمونہ بھی اونکے سامنے موجود تھا اسلئے بھی قرآن کے
لکھوانیکی انکو اور زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ اور کوئی امر بھی ایسا نہ تھا جسکی وجہ سے لکھوایا
نہ جاتا یا لکھوانا دشوار ہوتا۔ کیونکہ آپکے عہد میں بہت لوگ صحابہ میں ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا
جانتے تھے جنمیں سے اکتالیس ۴۱ کے نام جو تاریخ سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں ہم یہاں لکھتے ہیں
حنظلہ بن ربیع عمرو بن رافع۔ رافع بن مالک۔ سعد بن عبادہ۔ اسید بن حضیر۔ منذر بن
عمرو۔ اوس بن خولی۔ عبداللہ بن زید۔ شہر بن سعد۔ عبداللہ بن رواحہ۔ سعد بن الربیع
ابو عبس بن جبر عبدالرحمن۔ ابو یونس مولی عائشہ عبدالرحمن بن حرب عمرو بن زید

سے نہ تھا یا ایک چینی شخص نے اول خراسان میں چینی کاغذ کی طرح بنایا تھا۔	حدیث وقیل ان صناعا من الصین عملوہ بخراسان علی المثال بالورق الصینی

لیکن فضل یا حجاج کے قبل اگر کاغذ کا رواج نہیں تھا تو اس کے معنی نہیں کہ کوئی شے بجائے کاغذ کے ایسی جسپر لکھا جاسکے اونہیں نہ تھی۔ یہ خیال ایسا غلط ہے کہ اس کی غلطی کیلئے کسی خارجی گواہی کی ضرورت نہیں جو شخص عرب کی حالت سے واقف ہے وہ اپنے خیال و ذہن میں خطرہ کی طور سے بھی اسکو جگہ نہیں دے سکتا کہ عرب میں لکھنے کی کوئی شے نہ تھی۔ کیا عرب کے لوگ لکھنا نہیں جانتے تھے باہم معاہدہ خطوط۔ کتابیں نہیں لکھتے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر خطوط لکھکر روانہ فرمائے۔ صاحب مفتاح الافکار نے آپکے خطوط سے چھتیس ۳۶ خطوط نقل کئے ہیں۔ حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا گیا۔ اہل مکہ نے ایک معاہدہ لکھکر بیت اللہ میں لٹکایا سبعہ معلقہ لکھا کر خانہ کعبہ پر لٹکایا گیا[1]۔ توریت انجیل لکھی ہوئی اون میں موجود تھی۔ اب اگر کوئی شے بجائے کاغذوں میں نہ تھی تو یہ لکھنا پڑھنا کس طرح تھا اصل یہ ہے کہ اُسوقت میں کاغذ کی جگہ دو چیزیں مستعمل تھیں۔ عام طور سے تو جلد استعمال کرتے تھے جو کاغذ کی طرح بنائے جاتے تھے اور اسکو رق کہتے تھے چنانچہ قرآن میں بھی یہ لفظ ہے۔ اسکے بعد مخصوص مقامات میں حریر پر لکھتے تھے جسے مہرق کہتے ہیں لسان العرب میں ہے۔ المہرق الصحیفۃ البیضاء یکتب فیہا وقیل ثوب حریر ابیض یسقی الصمغ ویصقل ثم یکتب فیہ الرق بالفتح ما یکتب فیہ وہو جلد رقیق ومنہ قولہ تعالیٰ فی رق منشور۔ مقدمہ ابن خلدون میں ہے وکانت السجلات اولا للانتساخ العام وکتب الرسائل السلطانیۃ

[1] صناجۃ الطرب صفحہ ۱۲

میں سے جسکے پاس مال نہ تھا اوسکی رہائی کیلئے
یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس لڑکوں کو تعلیم
دے پس ایسے لوگوں نے تعلیم دینا شروع کیا اور
جب لڑکے خوب واقف ہو گئے تب وہ چھوڑ دیئے گئے
چنانچہ انھیں لڑکوں میں زید بھی تھے الغرض قیدیوں
میں خوشنویس تھا اوسسے مشق خط کرائی گئی۔

يُكَّنُ لَهُ فِدَاءُ دُفِعَ إِلَيْهِ عَشَرَةُ غِلْمَانٍ
مِنْ غِلْمَانِ الْمَدِينَةِ فَعَلَّمَهُمْ فَإِذَا
حَذَقُوا فَوَفَدَاهُ فَكَانَ زَيْدُ
بْنُ ثَابِتٍ مِمَّنْ عُلِّمَ حَتَّى إِنْ كَانَ
الرَّجُلُ لَيُحْسِنُ الْخَطَّ فَفُوِّضَ إِلَى
أَنْ يُعَلِّمَ۔

(طبقات ابن سعد قسم اول ج ۲ صفحہ ۱۱۷)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکے والے لکھنا جانتے تھے اور اوں میں اسکا رواج تھا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس طرف خاص توجہ تھی کہ مسلمان اسمیں ماہر ہوں چنانچہ آپنے مدینہ میں عبداللہ[1] بن سعید بن العاص کو جو خوشنویس تھے اس کام پر مقرر کیا کہ وہ لڑکوں کو لکھنے کی تعلیم دیا کریں ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد مبارک میں لکھنے والے تھے۔ البتہ یہ امر بحث طلب ہے کہ اُسوقت لکھنے کے لئے بھی وہاں کوئی شے تھی یا نہیں کیونکہ کاغذ کا اُسوقت وہاں رواج نہ تھا بلکہ اسکا رواج فضل بن یحییٰ برمکی نے عرب میں دیا جیسا کہ مقدمہ۔

ابن خلدون کے صفحہ ۳۵۲ میں ہے فَأَشَارَ الْفَضْلُ بْنُ يَحْيَى بِصَنَاعَةِ الْكَاغَدِ وَصَنْعَهُ اور بعض کی رائے ہے کہ حجاج بن یوسف نے اسے رواج دیا۔

فہرست ابن ندیم میں ہے

خراسانی کاغذ کتاں یعنی روئی سے بنایا
جاتا تھا جو بنو امیہ یا عباسیہ کے عہد میں
بنایا گیا بعض کہتے ہیں قدیم سے چلا آتا ہے
بعض کے نزدیک اس کا رواج قدیم

فاما الورق الخراسانی فیعمل من
الکتان ایقال انه حدث فی ایام
بنی امیة وقیل فی الدولة العباسیة
وقیل انه قدیم العمل وقیل انه

[1] استیعاب ج ۱ صفحہ ۳۹۳ ۱۲

اوسوقت بھی معدوم نہ تھے۔ بلکہ اُسوقت کی ضرورت کے موافق اوسکا سامان اُنمین تھا
فاضل موصوف پھر لکھتے ہین۔ ولم تعرف العرب قراطیس الکتابۃ الا
منذ استعملها الحجاج فهو اول من کتب بها" یعنی عرب مین
حجاج نے اول قرطاس کا استعمال کیا اس کے پہلے عرب قرطاس کو جانتے بھی
نہ تھے" فاضل موصوف کی اس بیان سے ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہین رہتی اور
ہمین حیرت ہی کہ ایسے محقق فاضل کے قلم نے کیونکر اسکے لکھنے کی حرکت کی۔ ہم نہین
سمجھتے کہ اوس قرطاس کے معنی فاضل عیسوی کیا لیتے ہین جسکی ابتدا حجاج
کے وقت سے ہوئی۔ اہل عرب کے نزدیک تو جسپر لکھا جائے اور وہ اس قابل ہو
اوسے قرطاس کہتے ہین خواہ وہ کپڑہ ہو یا چمڑا یا کاغذ۔ غرض یہ ہی کہ وہ شی جسپر
لکھا جاسکے۔ اقرب الموارد مین ہے القرطاس الصحیفۃ التی
یکتب فیها۔
لسان المیزان مین ہے۔ القرطاس الصحیفۃ البیضاء التی
یکتب فیها۔ اس کے سوا قرطاس کا لفظ جبکہ خود قرآن مین ہے اس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت قرطاس کا استعمال تھا۔ قرآن مین ہی وَلَوْ
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ۔ دوسری جگہ ہی یجعلونہ قراطیس
اگرچہ قرطاس کا ابتدائے اسلام مین نہ ہونا ہمارے اس بیان کی کہ ادوات کتابت
اوس عہد مین تھے کچھ مخالف نہین کیونکہ واقعات سے یہ امر معلوم ہوگیا کہ اوسوقت
مین ادوات کتابت تھے اور اونکا استعمال کیا جاتا تھا۔ مگر چونکہ اس سے فاضل موصوف
کی اندرونی جذبات پر جنکو وہ تاریخی لباس مین ظاہر کرتا ہی کافی روشنی پڑتی ہی
اور آیندہ اس سے مدد ملیگی اس لئے اسکا بیان نامناسب نہین ہے۔ اب ہمارے
اس بیان سے یہ تین باتین بخوبی واضح ہوگئین۔

والاقطاعات والصکوک فی الرقوق المهیأة بالصناعة من الجلد
لکثرة الرقة وقلة التالیف صدر الملة فاقتصروا علی الکتاب
فی الرق تشریفاً للمکتوبات وصیانتها الی الصحة والاتقان
انتہی ملخصاً صـ۲۵۲ یعنی پہلے زمانہ میں خطوط۔ فیصلے۔ فرمان اور علوم وغیرہ
باریک جلد پر لکھتے تھے۔ اور یہ جلد خاص اسی کام کرلئے تیار رہتی تھیں کیونکہ اسوقت
تصنیف وغیرہ زیادہ نہ تھی اس لئے اون میں اسکا زیادہ اہتمام اور اوسکی وقعت تھی
جس کی وجہ سے وہ اسکی صحت اور استحفاظ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

صناجۃ الطرب میں فاضل **نوفل مسیحی** لکھتے ہیں۔ وقال الزوزنی
انهم کانوا یاخذون الخرق ویطلونها بشیء ثم یصقلونها ویکتبون
علیها ویسمونها المهرق۔ یعنی زوزنی نے کہا ہے کہ اہل عرب پہلے ایسے کپڑے
کے ٹکڑے پر لکھا کرتے تھے جسپر وہ روغن دیکر صاف کرتے تھے اور اسکو مہرق کہتے تھے
پھر فاضل موصوف اسی مقام پر لکھتے ہیں لم یکن عندهم ادوات تصلح للکتابة
یعنی عربوں میں ایسی شے نہ تھی جسپر لکھا جاتا۔ اور اپنے اس دعوی کی شہادت
میں زید بن ثابت کی جمع قرآن کو پیش کیا ہے کہ زید نے **خلیفہ اول** کے
عہد میں قرآن کو پتھر کے ٹکڑوں اور کھجور کے پتوں سے نقل کیا۔ خیر زید کے اس
واقعہ کی تفصیل تو اپنے مقام پر کیجائے گی۔ لیکن فاضل موصوف سے ہمیں تعجب ہے کہ
یہاں ان روشن اور صحیح واقعات کو چھوڑ کر ایک ایسے واقعہ سے کیوں استدلال
کیا جو خلاف تحقیق ہے اور مسلمان بھی اوسے غلط سمجھتے ہیں کیا فاضل موصوف کو
معلوم نہیں کہ پیغمبر اسلام کے عہد میں لکھنے کا بہت کچھ رواج ہو گیا تھا اور اس
صنعت کو اس حقیقی مصلح نے بہت ترقی دی تھی اور باہم مراسلات اور معاہدات
وغیرہ کا کتابت کے ذریعہ سے رواج تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادوات کتابت

(۲) بخاری مین ابوموسیٰ سے روایت ہی قرآن پڑھنے والا اوس پھل کیطرح ہی جس کا مزہ بھی اچھا ہی اور خوشبو بھی۔ اور جو قرآن نہین پڑھتا وہ کھجور کیطرح ہی مزہ عمدہ ہی مگر خوشبو نہین"	مثل الذی یقرء القرآن کالاترجۃ طعمہا طیب وریحہا۔ والذی لا یقرء القرآن کالتمرۃ طعمہا طیب ولا ریح لہا۔ (بخاری عن ابی موسیٰ)
(۳) مشکوۃ مین عبداللہ ابن عمر سے ہی قیامت مین قرآن کے پڑھنے والے کو حکم دیا جائیگا کہ بلند درجون کی طرف چڑھ لیکن قرآن کو ترتیل سے اوسیطرح پڑھتا ہوا جیسے دنیا مین پڑھتا تھا اور جہان تیری قراءۃ پوری ہو وہی تیرا مکان ہے"	یقال لصاحب القرآن اقرء وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلک عند آخر آیۃ تقرءہا۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔)
(۴) مشکوۃ مین ابوسعید سے روایت ہی خدا تعالےٰ کا ارشاد ہی کہ جو قرآن مین اسقدر مشغول ہوجاے کہ مجھ سے دعا تک نکر سکے اور نہ میری یاد مین اوسے مانگنے والون سے زیادہ دونگا۔ خدا کے کلام کو دوسرے کلامون پر اوسی قدر فضیلت ہی جو خدا کو دوسرون پر۔	یقول الرب تبارک وتعالی من شغلہ القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیہ فضل ما اعطی السائلین وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ۔ (ترمذی۔ دارمی۔ بیہقی۔)

(۱) رسالت مآب کے مبارک عہد مین بہت مسلمان لکھنا جانتے تھے۔
(۲) ایسی چیزین بھی اوسوقت ملتی تھین جن پر وہ لکھتے تھے۔
(۳) قرآن پاک کے لکھنے کی مسلمانون کو بے انتہا ضرورت تھی اور اوسکی کمال احتیاط کی یہی صورت تھی کہ وہ لکھا جائے۔

ان تینون واقعات سے ہر انصاف پسند اور ذی شعور کو یہ فیصلہ نہایت ہی آسان ہوجاتا ہے کہ اوسوقت کے مسلمانون کو کیا کرنا چاہئے تھا اور اونکو اپنے اس فرض منصبی اور عہدہ مذہبی کی بسکدوشی سے کون امر مانع تھا جو اونکو اوس ادا کرنے سے روکتا اور کیا اس عہد کے مسلمانون نے اپنے فرائض منصبی کے مقابلہ مین جان۔ مال۔ عزت۔ راحت۔ عزیز و قریب کی قربانیان نہین کین اور کیا سخت سے سخت اور خطرناک اور مہلک مقامات کا بھی اونہون نے نہایت ہمت و استقلال صبر و وقار سے مقابلہ نہین کیا۔ ان واقعات پر اگر اون ترغیبات کا اضافہ کیا جائے جو سرور کائنات نے مسلمانون کو قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے کے بارے مین کی ہین اور جنمین سے ہر ایک ترغیب بجائے خود ہر ایک مسلمان کو اسپر مستعد کر دیتی ہے کہ وہ تمام قرآن پڑھے اور پڑھائے اور لکھے اب ان ترغیبات کے اضافہ کے بعد اور اوس ذوق اور جوش اور شوق کو دیکھتے ہوئے جو مسلمانون مین اوس مقدس بانی نے بھر دیا تھا یہ خیال نہین کیا جا سکتا کہ اوسوقت مسلمانون نے تمام قرآن نہ یاد کیا ہو اور نہ کسی نے پورا قرآن لکھا ہو۔ اب مین یہان ان ترغیبات کو لکھتا ہون۔ **آنحضرت کی ترغیبات قرآن کے بارے مین۔**

(بخاری مین عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) مسلمانون مین اوسکو تمام پر فضیلت ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔	ان افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ (بخاری عن عثمان رضی اللہ عنہ)

کی ہے کہ وہ اگر اونٹ کی نگرانی کرے تو رہیگا اور اگر چھوڑ دیگا تو چلا جائیگا۔	الا بل المعقلۃ ان عاھد علیہا امسکھا وان اطلقھا ذھبت (مسلم۔ بخاری)
(۱۰) ابو سعید کہتے ہین۔ ایکروز مین مہاجرین مین جو فقیر تھے بیٹھا تھا۔ اور بعض جن کے بدن پر کپڑا تک نہ تھا بعض کے آڑ مین بیٹھے تھے اور ایک قاری ہمپر قرآن پڑھ رہا تھا اسی حالت مین رسول خدا تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے۔ قاری آپکو دیکھکر چپ ہوگیا آپ نے سلام کیا اور فرمایا کہ کیا کرتے تھے عرض کیا کہ قرآن سنتے تھے فرمایا الحمد للہ کہ اوس نے میری امت مین ایسے لوگ کئے جن میں مجھے بیٹھنے کا حکم کیا گیا اور ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔	عن ابی سعید قال جلست فی عصابۃ من ضعفاء المھاجرین و ان بعضھم لیستتر ببعض من العری وقاری یقرء علینا اذ جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام علینا فلما قام صلی اللہ علیہ وسلم سکت القاری فسلم ثم قال ما کنتم تصنعون قلنا کنا نستمع الی کتاب اللہ فقال الحمد للہ الذی جعل من امتی من امرت ان اصبر نفسی معھم فجلس وسطنا۔ (ابو داؤد)
(۱۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ قیامت مین اہل قرآن جب لائے جائینگے تو قرآن اونکی سفارش کریگا اور کہیگا کہ خدا ان کو خلعت عطا فرما اسپر دستار فضیلت اونکے	یجئی صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ ثم یقول یارب زدہ فیلبس حلۃ الکرامۃ ثم یقول یارب

(۵) (مشکوۃ مین عقبۃ سے روایت ہے) قرآن اگر کسی جلد مین رکھا جاوے اور وہ آگ مین ڈالی جائے تو جلیگی نہین یعنی قرآن جسکو یاد ہو اوسپر قیامت مین آگ اثر نکریگی	لو جعل القرآن فی اھاب ثم القی فی النار ما احرق (دارمی) ٭٭
(۶) (مشکوۃ مین ابوموسیٰ سے ہے) قرآن کی مزاولت کرو کیونکہ قرآن سینون سے جانی مین اوس اونٹ سے تیز ہے جو اپنے بندش سے چھوٹ جاوے۔	تعاھدوا القرآن فوالذی نفسی بیدہ ھو اشد تفصیاً من الابل فی عقلھا ٭ (مسلم۔ بخاری)
(۷) (مشکوۃ مین ابن مسعود سے روایت ہے کہ) قرآن کو دور کرتے رہو وہ سینہ سے نکلنے مین اونٹ سے تیز ہے	واستذکروا القرآن فانہ اشد تفصیاً من صدور الرجال من النعم (مسلم۔ بخاری)
(۸) (حضرت عائشہ فرماتی ہین حافظ قرآن جو قرآن پڑھتا رہے وہ معزز فرشتون کی مثل ہے اور جو قرآن پڑھے اور مداومت کرے اور اوسکو اسمین دشواری ہو تو اوسکو دوچند ثواب ملیگا۔	عن عائشہؓ مثل الذی یقرأ القرآن وھو حافظ لہ مع السفرۃ الکرام ومثل الذی یقرأ یتعاھدہ وھو علیہ شدید فلہ اجران۔ (بخاری تفسیر)
(۹) قرآن والے کی حالت اونٹ کی مالک	انما مثل صاحب القرآن مثل صاحب

اوسکو اپنے مقاصد کے لئے دعا کی ضرورت نہین رہتی بلکہ اوسکو وہ بلا طلب دیا جاتا ہے جو دوسرونکو مانگنے سے[۱]۔ اسکی نورانیت اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ آگ دوزخ بھی اوسپر اثر نہین کرتی[۲]۔ قران پاک اوسکی ترقی درجات کا خود معیار ہوگا۔ اوسکی درجات کا علو اور کمال اوسکی قرأت کے قدر ہوگا یعنی اوسکو جنت کے درجون پر چڑھنے کا حکم دیا جائیگا۔ منتہی اوسکی ترقی کا وہان جہان اوسکی قرأت ختم ہو[۳]۔ قران کی وجہ سے اوسے خلعت عنایت ہوگا۔ یہ ہین قرآن پاک کی اخروی نتائج اور برکات۔ کیا جو قوم اپنی مقدس اور پاک مذہب کی ایسی فریفتہ اور از خود رفتہ ہو کہ اوسکے مقابلہ مین دنیا کی ہر بڑی سے بڑی شے کمتر اور ہیچ واقعت ہو اور اونکا دلی جوش جنون کی حد تک پہنچا ہوا سوقت کے مسلمان اپنے اوپر قیاس نکرین بلکہ اون کی اوس حالت پر غور کرین کہ اونہون نے اپنا مال جان اولاد آپ کے ارشاد پر قربان کیا تو کیا ایسے قوم کے لئے ان پاک الفاظ اور وعدون نے ہر ایک کو قرآن کی یاد اور اوسکی تلاوت کے لئے با اختیار نکیا ہوگا جو بہ نسبت جان و مال دینیکے بہت آسان تھا اور کیا اسکے بعد بھی یہ قابل شرم اور نفرت خیال قابل سماعت ہوگا کہ اوسوقت مسلمانون مین کوئی پورے قرآن کا حافظ نہ تھا۔ اور تمام قرآن تلاوت کے لئے اونمین لکھا ہوا نہ تھا۔ شرم پہ شرم اسکے سوا بھی پیغمبر اسلام نے خود قران کی حفاظت اور اوسکی تلاوت پر مداومت کی کس قدر تاکید کی جیسا حدیث نمبر ۶۔ ۷۔ ۸۔ سے ثابت ہے۔

قبل اسلام عرب مین اگرچہ کسی قسم کی تعلیم۔ تعلم کا عام رواج نہ تھا مگر پیغمبر اسلام نے اون مین تعلیم کو رواج دیا اور چونکہ قرآن کے سوا اوسوقت مسلمانون مین کوئی علم۔ فن نہ تھا اور اس طرف مسلمان ہونیکے لئے قرآن جاننا بھی ضروری تھا

[۱] حدیث نمبر ۴ - [۲] حدیث نمبر ۵ - [۳] حدیث نمبر ۳ -

سر و نپر باندھی جائین گی پھر قرآن سفارش کریگا تو اوسپر خلعت ملیگا پھر سفارش کریگا کہ خدا تو اُسسے راضی اور خوش ہوا سپر وہ اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اظہار کریگا اور حکم دیگا کہ قران پڑھتا ہوا ترقی کرتا جا اور ہر ایک آیتہ کے عوض ثواب حاصل کر۔	ارض عنہ فیرضی عنہ فیقال اقرء وارق ویزاد بکل آیتہ حسنۃ (ترمذی)
(۱۲) ابن مسعود فرماتے ہین آنحضرت نے فرمایا قرآن پڑھو کیونکہ خدا ایسی شخص کو عذاب نہ دیگا جسے قران یاد ہو اور یہ قران خدا تعالیٰ کی نعمتون کی جگہ ہو جو اسمین داخل ہوا وہ بے خوف وخطر ہے اور جسے قرآن سے محبت ہے اوسکو بشارۃ ہے۔	عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرؤا القرآن فان اللہ لا یعذب قلبا وعی القرآن وان ہذا القرآن مادبۃ اللہ فمن دخل فیہ فھو امن ومن احب القرآن فلیبشر۔ (دارمی)

صاحب شریعت اسلامیہ کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے بعد قرآن ہی کا مرتبہ ہے اور خدا کے تمام مخلوق مین کوئی شے اوسکی مثل نہین[۱]۔ اسلئے اہل قرآن کو تمام مسلمانون پر فضیلت ہے اور وہ سب سے افضل[۲]۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسکی مجلس مین بیٹھنے کا حکم ہے[۳]۔ اور اوسکا ظاہر و باطن نورانی ہو کر لوگون کیلئے مشعل راہ بنجاتا ہے جس سے خلق مستفید ہوتی ہے[۴]

[۱] حدیث نمبر ۳۔ [۲] حدیث نمبر ۔ [۳] حدیث نمبر ۹۔ [۴] حدیث نمبر ۲۔

تعلیم کی جس طرح قرآن کی سورۃ کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ قرآن کی تعلیم کرتے تھے"	یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلہا کما یعلمنا السورۃ من القرآن۔ (بخاری)
بخاری میں ہے عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام کو سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا لیکن وہ جس طور سے پڑھتے تھے وہ عمرؓ کے طرز کے خلاف تھا۔ لیکن عمرؓ کو چونکہ رسول خدا نے اسی طرز سے پڑھایا تھا اور ہشام اوسکو خلاف پڑھتے تھے اسلئے عمرؓ نے چاہا کہ اونکو اسیوقت روک دوں مگر وہ اس قدر ٹھیرے کہ وہ نماز سے فارغ ہوگئے اسکے بعد عمرؓ نے اونکی گردن میں چادر ڈال کر گرفتار کیا اور رسول خدا کے پاس لیجاکر کہا کہ یہ قرآن اوسکے خلاف پڑھتے ہیں جیسا آپ نے مجھے پڑھایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول خدا قرآن صحابہ کو پڑھاتے تھے"	قال سمعت ہشام بن حکیم بن حزام یقرء سورۃ الفرقان علی غیر ما اقرءہا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرءنیہا فکدت ان اعجل علیہ ثم امہلتہ حتی انصرف ثم لببتہ بردائہ فجئت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی سمعت ہذا یقرء علی غیر ما اقرءتنیہا۔ (بخاری)
بخاری میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا نے التحیات کی تعلیم کی جس طرح آپ قرآن کی سورہ کی مجھے	عن ابن مسعود یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ

اسلئے مسلمانون مین پہلے قرآن ہی کی تعلیم کا رواج ہوا۔ پیغمبر اسلام خود گو اُمی محض تھے۔ اور لکھنا پڑھنا خود نہ جانتے تھے جیسا قرآن نے خود ایسی حالت مین کہ اونکے مخالفین ہر طرح کی نکتہ چینی مین سرگرم اور اونکی ہر ایک بات پر گہری نظر ڈالتے تھے اور تمام اقوال۔ افعال کو عیب چینی کی خیال سے تلاش کرتے تھے یہ دعوی کیا کہ یہ رسول امی ہے۔ لیکن قرآن کے اس دعوی مین کہ وہ امی ہین کسی نے شک نہین کیا اور نہ اسکو رد کیا بلکہ وہ دعوی جو عام طور سے اعلان کیساتھ موافق و مخالف کی آگے کیا جائے اور ہر ایک شخص اوسے مان لے یہ اوسکی صداقت کے لئے مضبوط ضمانت ہو اور جنکو اس دعوی مین کلام اور رد کا حق تھا جب انہین نے اسے تسلیم کیا تو اب اونکے بعد والونکو انہین کی اقتدا کے سوا کوئی راستہ نہین ہے۔ اسکے سوا دوسرا راستہ نکالنا اور لوگون کو اوسکی طرف بلانا اپنی تاریکی یا دلی سوزش کا ثبوت پیش کرنا ہے گو کچھ ناواقف یا دل کے بیمار اس پر چلین یا ایسی کوشش کرین مگر انصاف اور علم کے مقابلہ مین بلاشک اسکو ہزیمت اور فاش شکست ہوگی۔ لیکن اسپر بھی پیغمبر اسلام نے اس قوم کی تعلیم کا خیال کیا اور اسکی اشاعت کی ابتدا اوسی کامل ہمدرد بنی نوع انسان کے ہاتھون سے ہوئی جنکا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ اول آپ نے خود قرآن کی تعلیم دینی شروع کی جیسا۔ قرآن مقدس مین ہے۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ ابو الدرداء صحابی کا بیان ہے کہ مین نے قرآن رسول خدا سے یاد کیا[1]

بخاری مین جابر سے ہے کہ رسول خدا نے ہمین تمام باتون مین استخارہ کی دعا کی	عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] (تذکرۃ الحفاظ ذہبی صفحہ ۲۱ ج ۱)

اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ صحابہ کو التزام سے قرآن پڑھاتے تھے۔
حضرت ابوالدرداءؓ۔ جابرؓ۔ عمرؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ۔ ابن عباسؓ کے ان بیانات سے معلوم ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مقدس کی خود تعلیم فرماتے تھے اور بعض کو تمام قرآن بھی یاد کرایا جیسا۔ ابوالدرداءؓ کا اقرار ہے کہ مین نے تمام قرآن آپ سے یاد کیا اور آپنے محض اسی پر اکتفا نہین فرمایا کہ خود ہی تنہا تعلیم دین بلکہ لوگون کی جب کثرت ہوئی اور قرآن کے پڑھنے والون کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ہر طرف آپکے اشغال مین بھی زیادتی ہوئی تو اون صحابہ سے بھی جو قرآن آپ سے پڑھ چکے تھے بعض کو تعلیم قرآن پر مقرر فرمایا اور پڑھنے والون کو حکم دیا کہ اون سے قرآن پڑھین۔

بخاری مین ہے آپنے حکم دیا ابن مسعودؓ سالمؓ ابوحذیفہؓ ابیؓ بن کعبؓ معاذؓ سے قرآن پڑھو۔	استقرئ القرآن من اربعة من عبد الله ابن مسعود وسالم مولی ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل۔ (بخاری)
کنز العمال مین عبادہ سے ہے جب کوئی شخص مدینہ مین ہجرت کرتا اور رسول خدا کسی کام مین مصروف ہوتے تو ایسے وقت مین اس مہاجر کو کسی صحابی کے متعلق کر دیتے تاکہ وہ اوسے قرآن پڑھائے چنانچہ ایک دفعہ ایک مہاجر کو	عن عبادة بن الصامت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشغل فاذا قدم الرجل مهاجرا على رسول الله صلى الله عليه وسلم دفعه الى رجل منا يعلمه القرآن فدفع الى رسول الله

تعلیم دیتے تھے۔	من القرآن التحیات للہ الخ (بخاری)
ابن مسعود فرماتے ہیں۔ آنحضرت سے قرآن کی دس آیتہ ہم پڑھتے اسکے بعد کی آیات اوسوقت تک نہ پڑھتے جب تک ان پر عمل نہ کر لیتے۔	عن ابن مسعود کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر آیات من القرآن لم نتعلم العشر التی بعدھا حتی نعمل مافیہ۔ (کنز العمال ج ۱ صفحہ ۲۳۲)
ابن مسعود نے ایک روز صحابہ کے بھرے مجمع میں خطبہ دیا اور کہا میں نے رسول خدا سے ستر اور چند سورتیں یاد کیں۔	قال خطبنا عبداللہ ابن مسعود فقال واللہ لقد اخذت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضعا وسبعین سورۃ الخ۔ (بخاری)

عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں۔۔ میں وفد ثقیف میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپنے مجھے قرآن پڑھایا۔ طبقات ج ۷ صفحہ ۲۶۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔۔ آنحضرت پر جب یہ آیتہ نازل ہوئی من یعمل سوءا یجز بہ الخ۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر جو آیتہ نازل ہوئی ہے وہ کیا تجھے نہ پڑھاؤں عرض کیا ہاں تب آپنے اوسے پڑھایا۔ (ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۴۵)

ابن عباس فرماتے ہیں یہ دعا مجھے آنحضرت نے اوسی التزام سے پڑھائی جسطرح قرآن پڑھاتے تھے۔ (ترمذی ج ۱ صفحہ ۲۷۰)

سے قرآن پڑھ لیا۔ ابن خلدون مین ہے۔ قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عامر سنہ ۱۰ من رمضان عشرۃ نفر فاسلموا وتعلموا شرائع الاسلام واقرءھم ابی القران۔ اور اسی سن مین قبیلہ غامد کے دس آدمی بھی آئے۔ رسول خدا نے ابی سے فرمایا کہ انہین قرآن پڑہاؤ[1] اسی سال بنی حنیفہ کا قبیلہ مدینہ مین آکر مسلمان ہوا اور اتنے روز دن قیام کیا کہ ابی سے قرآن پڑھ لیا۔ (ابن خلدون مین ہے) قدم وفد بنی حنیفۃ فی سنۃ عشر فاسلموا واقاموا ایاما یتعلمون القران من ابی ورجال یتعلمون (ج ۲ صفحہ ۵۶)۔ یعنی ابی سے لوگ قرآن پڑھتے تھے اونہین مین بنی حنیفہ بھی پڑھنے لگے۔ تمیم کے ستر یا اسی آدمی مدینہ مین آکر مسلمان ہوئے اور اتنے دن قیام کیا کہ قرآن پڑھ لیا[2]۔ سید دحلان مفتی مکہ مکرمہ اپنی تاریخ کے ج ۲ صفحہ ۱۶۹) مین بغوی سے ناقل ہین کہ طفیل بن عمرو الدوسی کو ابی نے عہد مبارک مین قرآن پڑہایا[3]۔ عمرو بن معدیکرب[عہ] یمن سے مدینہ منورہ مین آکر مشرف باسلام ہوا اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا اور قرآن پڑہا پھر آنحضرت نے اسکو یمن کا حاکم مقرر کیا۔[4]۔ فد حج کے پندرہ آدمی مدینہ مین آکر مسلمان ہوئے اور ایک گھوڑا رسول خدا کو پیش کیا اور قرآن پڑہا اسکے بعد اپنے گھرونکو واپس گئے۔ ہمارے اس بیان سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام نے صحابہ مین چند ذی علم صحابہ کو قرآن کی تعلیم کے لئے مقرر کر دیا تھا ان کے علاوہ دیگر صحابہ بھی ضرورت کے وقت تعلیم دیتے تھے جیسا ابھی معلوم ہوا کہ ابن مسعودؓ۔ ابیؓ۔ معاذؓ۔ سالمؓ۔ تو خصوصیت سے مقرر تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۶۶) [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۴۵۵) [3] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۵۵
[4] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۵۷) [عہ] عمرو بن معدیکرب عرب کے مشہور شعراء سے تھے۔

رسول خدا نے میرے متعلق کیا کہ مین اوسے
قرآن پڑھا دون یہ شخص جسکو مین قرآن
پڑھاتا تھا میرے ساتھ ہی میرے مکان مین
رہتا تھا اور مین شام کا کھانا بھی اوسکو
اپنے ساتھ کھلاتا تھا۔ اس نے اپنے گھر واپس
جانے کے بعد خیال کیا کہ میرا اوسپر حق ہے اسلئے
مجھے اوس نے ایک ایسی کمان ہدیہ دی جو
نہایت عمدہ اور نرم تھی مین رسول اللہ
کی خدمت مین حاضر ہوا اور دریافت کیا
کہ اس کمان کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا
جہنم کی آگ ہے[عہ]

صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً کان
معی فی البیت اعشیہ عشاء
البیت وکنت اقربہ فانصرف
الی اھلہ فرای ان علیہ حقا
فاھدی الیّ قوسًا لم ار اجود
منہا عودًا وکلا احسن منہا
عطفًا فاتیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقلت
ما ترٰی یا رسول اللہ فقال
جمرۃ بین کتفیک ان تقلدھا
(کنز العمال ج ۱ صفحہ ۲۳۱)

ان دونون حدیثون سے معلوم ہوا کہ آپ کے سوا دوسرے وہ صحابہ بھی تعلیم دیتے تھے جنکو آپ نے اس لئے مقرر فرمایا تھا اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ جو شخص اسلام مین داخل ہوتا آپ اوسے ضرور قرآن کی تعلیم خود دیتے یا دوسرے سے دلاتے جیسا عبادہ کہتے ہین۔ فاذ اقدم الرجل مہاجرًا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفعہ الی رجل منا یعلمہ القرآن۔ یعنی جب کوئی مدینہ مین ہجرت کرکے آتا یعنی اسلام قبول کرتا تو پیغمبر خدا ضرور اوسے کسی ایسے صحابی کے متعلق کرتے جو اوسے قرآن پڑھاتا دیکھو رمضان سنہ ۸ھ مین قبیلہ عامر کے دس آدمی اسلام مین داخل ہوئے اور اتنے روز مدینہ مین رہے کہ ابی بن کعب

عہ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا حرام ہے اور نیز ایسے طالب کو ہدیہ بھی لینا درست نہین ہے

نہایت خوش ہوئے۔۔۔ مین اسوقت گیارہ[۵۱] سال کا تھا۔

۸ھ مین جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو وہان معاذ کو آنحضرت نے اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ اہل مکہ کو قرآن پڑہائین پھر ۱۰ھ مین حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد یمن اور حضرموت ..... کی طرف معاذ کو روانہ فرمایا کہ وہان کے لوگون کو قرآن پڑہائین۔ ابو مسلم جیشانی کہتے ہین۔ مین نے معاذ سے یمن مین قرآن پڑہا[۵۲] ۵۳ اہل نجران کے لئے عمرو بن حزم کو اسلئے بھیجا کہ اونکو قرآن پڑہائین عمرو اسوقت ۷ سال کے تھے[۵۴]۔ قارہ۔ عضل۔ یہ دو قبیلے جب اسلام لائے تو اونکو قرآن پڑہانے کے واسطے ان چھ صحابی کو روانہ فرمایا۔ مرثد۔ عاصم۔ خبیب۔ خالد بن بکر۔ زید بن وثنہ۔ عبد اللہ بن طارق[۵۵]۔ ۹ھ مین خالد بن ولید کو قبیلہ بنی الحارث کی طرف جو نجران کا ان پڑھ گروہ تھا اس لئے بھیجا کہ اونہین قرآن کی تعلیم دین[۵۶]۔ خالد کے ہمراہ اس قبیلہ کا وفد مدینہ آکر جب واپس ہوا تو عمرو بن حزم کو جنکی عمر سترہ[۱۷] سال کی تھی انکی ہمراہ تعلیم قرآن کے لئے کر دیا گیا[۵۷]۔ وفد بنی سعد مین جو قضاعہ کی شاخ ہے ایک لڑکا قرآن کا بڑا عالم تھا[۵۸] عثمان بن ابی العاص وفد ثقیف مین آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے آنحضرت نے اونہین قرآن پڑہایا اور پھر ابی بن کعب کی خدمت مین رہا اور قرآن پڑہتا رہا۔ طبقات ج ۷ صفحہ ۳۶)..... وفد بہراء مدینہ مین قرآن پڑھکر واپس گیا۔ کتب تواریخ سے ان ۲۵ قبیلون کے جو مدینہ مین آکر مسلمان ہوئے یعنی دوس[۱]۔ ازد[۲]۔ فروہ جذامی[۳]۔ ہمدان[۴]۔ طارق بن عبد اللہ تجیب[۵]۔ بنی سعد ہذیم[۶]۔ بنو اسد[۷]۔ وفد بہراء[۸]۔ وفد بنی عبس[۹]۔ بنی حنیفہ[۱۰]۔ عبد القیس[۱۱]

---

۵۱ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صفحہ ۲۰) ۵۲ استیعاب ج ۲ صفحہ ۶۴۵) ۵۳ ابن خلدون صفحہ ۵۹۰)۔
۵۴ استیعاب) ۵۵ استیعاب ج ۲ صفحہ ۴۵۰) ۵۶ طبری ج ۳ صفحہ ۱۵۶) ۵۷ خلدون ج ۲ صفحہ ۵۵۵) ۵۸ زاد المعاد صفحہ ۵۰۴)۔

نے عام طور سے فرما دیا تھا کہ مسلمان اِن سے قرآن پڑھین چنانچہ اُبی نے اکثر کو پڑھایا۔ یہ نہ خیال کرو کہ پیغمبر اسلام کی تعلیم کی طرف یہ توجہ اور بے انتہا کوشش مدینہ ہی سے شروع ہوئی تھی بلکہ جس وقت سے آپ نے اپنا دعویٰ پیش کیا اور وحی الٰہی سے آپ مشرف ہوئے اوسی کے ساتھ ساتھ آپ نے اسکی تعلیم دینا شروع کی دیکھو عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی حالت کفر مین جب یہ معلوم ہوا کہ میری ہمشیر فاطمہ اور سعید حچیرا بھائی جسکی فاطمہ سے شادی ہوئی تھی مسلمان ہوگئے اور وہ اونکی تنبیہہ کے لئے فاطمہ کے گھر آئے تو دیکھا کہ اوسوقت خباب بن الارت ان دونون کو قران کی تعلیم دے رہے تھے[1] اب جب مسلمان مکہ کی قیام مین قرآن لکھتے اور چھپکر قرآن پڑھتے اور یاد کرتے حالانکہ یہ وقت مسلمانون کے لئے نہایت خطرناک اور خوف اور بے اطمینانی کا تھا تو کیا مدینہ کی قیام مین جو اون کے لئے نہایت آزادی اور اطمینان کا وقت تھا اس سے غافل ہوگئے ہونگے اور نیز حضرت عمر کے اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانون نے اول ہی سے قرآن لکھنا شروع کردیا تھا... آنحضرت کی یہ تعلیم قرآن محض اونہین مسلمانون سے مخصوص نہ تھی جو مدینہ مین آئین یا وہان مقیم تھے بلکہ جو شہر یا گانون یا قبیلہ مسلمان ہوتا یا مسلمان اوسے فتح کرتے وہان اوّل پیغمبر اسلام کسی ایسے شخص کو مقرر کرکے بھیجتے جو اونہین قرآن پڑھائے۔ انصار مدینہ نبوت کی بارہوین سال مکہ مین آکر جب مسلمان ہوئے اور اپنے گھرونکو واپس ہونے لگے تو آنحضرت نے ابن[2] ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو اونکے ہمراہ کردیا تاکہ وہ قران کی تعلیم دین زید بن ثابت کہتے ہین آنحضرت کے مدینہ مین تشریف آوری کے وقت تک مین نے سترہ سورتین پڑھ لین تحسین بعد آنے آنحضرت کو مین نے یہ تمام پڑھی ہوئی سورتین آنحضرت کو سنائین جس سے آپ

[1] ابن خلدون — [2] ابن خلدون۔ کامل ابن اثیر بخاری۔

بحرین۔ عمان جبل طی اور مضر۔ ربیعۃ فضاعہ
قبائل عرب کی بستیان طائف مکہ اور ان
تمام شہر اور مواضعات مین کوئی بھی ایسا
مقام نہ تھا جہان مسجد نہو اور ان تمام مسجدون
نمازون مین قرآن پڑھا جاتا تھا۔ تمام
مسلمان اپنے بچون اور عورتون کو قرآن
پڑہاتے تھے اسوقت مسلمانون مین کسی قسم
کا اختلاف نہ تھا علامہ کے اس بیان سے
ثابت ہوا کہ جزیرہ عرب مین بہت سے شہر
اور گانون ہین پھر اون مین مسلمانون کی
تعداد سمجھ لینا چاہئے کہ کسقدر ہوگی جزیرہ
عرب پانچ صوبون پر منقسم ہے۔ یمن۔ حجاز
تہامہ۔ نجد۔ یمامہ۔ یمن کے مشہور شہرون
مین حضرموت مہرہ عمان شجر بحزان ہے
حجاز مین مکہ معظمہ مدینہ منورہ ہے اور مدینہ
کے مشرق مین قبیلہ طی کی دو پہاڑ ہین
جنمین وہ آباد تھے یعنی اجاء، سلمی۔

منقطع البحر المعروف ببحر القلزم
مارًا الی سواحل الیمن کلها الی
بحر فارس الی منقطع مارًا الی
الفرات ثم علی ضفة الفرات الی
منقطع الشام الی بحر القلزم وفی
هذه الجزیرة من المدن والقری
ما لا یعرف عدده الا الله عز و
جل کالیمن والبحرین وعمان
ونجد وجبلی طی وبلاد مضر
وربیعة وقضاعة والطائف
ومکة کلهم قد اسلم وبنوا المساجد
لیس فیها مدینة ولا قریة وحلة
لاعراب الا وقد قرء فیها القرآن
فی الصلوات وعلم الصبیان
والرجال والنساء وکتب و
مات رسول الله صلی الله علیه
وسلم والمسلمون کذلک لیس
بینهم اختلاف فی شیء اصلا بل
کلهم کلمة واحدة ودین واحد
ومقالة واحدة۔

ص ۴۵ جلد ۳ مطبوعہ مصر

طی[۱۳]۔ اشعریین[۱۴]۔ صداء[۱۵]۔ عذرا[۱۶]۔ ثقیف[۱۷]۔ بنی فزارۃ[۱۸]۔ غامد[۱۹]۔ محارب[۲۰]۔ خولان[۲۱]۔ غسان[۲۲]۔ بنی الحارث[۲۳]۔ سلامان[۲۴]۔ نخع[۲۵]۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور نیز مصلحت بھی یہ تھی کہ ہر وفد کی واپسی پر ایک ایسا شخص اونکے ہمراہ کردیا جاتا تھا جو اونہین قرآن پڑہائے۔ احکام بتائے اگرچہ یہ بات اون لوگون سے پوشیدہ نہین جنہون نے آنحضرت کی حالات کا مطالعہ کیا ہے اور یہ امر ایسا ظاہر ہے کہ مخالفین کو بھی اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور اس سے انکار نکرسکے چنانچہ فاضل سر ولیم میور عیسائی نے بھی اسے تسلیم کیا ہے اور وہ اپنے تذکرہ اسلام جلد چار صفحہ ۱۸۱ مین لکھتے ہین (اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک معلم اون قاصدون کے ہمراہ کردیا جاتا تھا)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد مین عرب کی ساری سرزمین اسلام کی روشنی سے منور ہوگئی تھی۔ یمن۔ حجاز۔ نجد کا بچہ بچہ خواہ مرد ہو یا عورت اسلام کے آگے سر اطاعت جھکا چکا تھا۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جسکا دل اسکی سنہری شعاعون سے چمک نہ اٹھا ہو بلکہ اوسوقت مین اسلام کے حلقہ بگوشون کی تعداد حدود عرب سے تجاوز کرکے عراق۔ عرب۔ اور شام کی حدود تک پہنچ گئی تھی اور اون حدود پر اپنی فتح مندی کا نشان بلند کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ اور ہر شہر اور قریہ مین اسلام کا منادی اور قرآن کا معلم مقرر فرمایا تھا جنکا رات دن اور ہر وقت یہی کام اور یہی خیال اور دھن تھی کہ ناواقفون کو واقف اور قرآن کا ماہر بنایا جائے۔

یعنی آنحضرت کے عہد محترم مین تمام عرب کا جزیرہ مسلمان ہوگیا تھا اور اس جزیرہ مین بہت سے شہر اور گانون ہین جیسے یمن۔	مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاسلام قد انتشر و ظہر فی جمیع جزیرۃ العرب من

کا قران سنا ہر ایک نے جو اوسے یاد تھا پڑھا
ان سپاہیون مین جو تمام سے عمر مین کم تھا
اوس سے فرمایا کہ تجھے کس قدر یاد ہے اوس نے
چند سورتون کا نام لیا جس مین سورہ
بقر بھی تھی آپ نے فرمایا واقعی تجھے تمام سورہ
بقر یاد ہے عرض کیا بے شک تب آپ نے
اوسی کو اس فوج کا جنرل مقرر فرمایا اس
لشکر مین سے ایک بزرگ قوم نے عرض کیا
کہ مین نے تو سورہ بقر اس خیال سے نہین
یاد کی کہ شاید اوسپر عمل دشوار ہو آپ نے
فرمایا کہ قرآن پڑھو اور پڑھاؤ۔

فاستقراهم فاستقرء كل رجل
منهم يعني ما معه من القران
فاتى على رجل من احدثهم سنا
فقال ما معك يا فلان فقال معي
كذا وكذا وسورة البقرة فقال امعك
سورة البقر قال نعم قال اذهب
فانت اميرهم فقال رجل من
اشرافهم والله ما منعني ان اتعلم
البقر الا خشية ان لا اقوم بها
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
تعلموا القران واقرؤه۔

(ترمذی ج ۲)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اوس عہد مین قران کی تعلیم ایسی عام ہوگئی تھی کہ
فوج کے ہر سپاہی کو کچھ حصہ قرآن کا یاد تھا۔ اسکی نظیر آج بھی باوجود کثرت سپاہ
اور ذرائع کی موجود نہین ہے اور چونکہ اوسوقت قران ایسا عام تھا کہ فوجی سپاہیون کو
بھی یاد ہوتا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض قرآن دانی کی وجہ سے کسی
سپاہی کو جنرل مقرر نہین فرما سکتے تھے۔ کیونکہ قرآن سب ہی کو یاد تھا بلکہ اسکے لئے امتحان
کی ضرورت پڑی چنانچہ اسی لئے آپنے ہر ایک سپاہی کا امتحان لیا اور پھر جس کو قرآن
مین زیادہ پایا اوسیکو جنرل بنایا اور اسکے مقابلہ مین عمر کی زیادتی یا قومی شرافت
کا لحاظ نہین کیا گیا۔ بلکہ ایسے سپاہی کو جو عمر مین تمام سے کم تھا محض قرآن کی وجہ
سے افسر فوج مقرر کیا حالانکہ اور تمام اوس سے بڑے تھے۔ اور ایک شخص ایسا بھی

آپ کی اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ کثرت سے لوگ قرآن کے عالم ہو گئے۔

۴ھ میں بنی عامر سے ابو براء نجد کا یہودی جب مدینہ میں آیا اور اُس نے اپنے ہمراہ معلمین بھیجنے کی درخواست کی تو اوسوقت اوسکے ہمراہ قراء قرآن کی ایک جماعت جس میں ستر یا چالیس آدمی تھے کر دئے گئے۔ زاد المعاد صفحہ ۳۶ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ستر آدمی تھے اور انکے حال میں لکھتے ہیں۔ وکانوا من خیار المسلمین وفضلائہم و سادا تہم وقرائہم۔ یعنی یہ نہایت دیندار سردارانِ اسلام سے تھے جو عالم و فاضل اور قاری تھے ابتدائے ہجرت میں قرآن جاننے والوں کی جب یہ کثرت تھی کہ ایک قبیلہ کی تعلیم کے لئے ستر آدمی آپ نے روانہ فرمادئے تو اس سے اس امر کا اندازہ نہایت سہل ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اوسوقت ایسے لوگوں کی کس قدر تعداد ہو گی جو قرآن کے واقف ہوں اور ۴ھ سے ۱۰ھ تک میں جو کچھ اضافہ ہوا ہو گا اوسکا اندازہ بھی اسی سے ہو سکتا ہے۔ رعل۔ ذکوان۔ عصیہ۔ بنو لحیان آپکی خدمت میں آئے اور اپنا اسلام ظاہر کیا اور اپنے ہمراہ اپنی قوم کے لئے معلمین لے جانیکی خواہش کی[1] ستر قاری رسول خدا نے انکے ہمراہ کر دئے۔ اسکے سوا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکی اور فوجی مناصب اور عہدہ کے لئے قرآن کی سند شرط کر دی تھی اور یہ عہدے اونہیں سے مخصوص کر دئے گئے تھے جنکے پاس قرآن کی سند ہو یعنی وہ قرآن جانتا ہو۔ اسکے علاوہ نائب السلطنت اور سپہ سالار بھی وہی شخص بنایا جاتا تھا جو قرآن جانتا ہو۔ فوج کا جنرل آپ اوسیکو مقرر فرماتے جو قرآن جانتا ہو۔ یا دوسروں سے زیادہ ہو۔

ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا لشکر مرتب فرما کر روانہ فرمایا اللہ لشکر کے ہر سپاہی	عن ابی ھریرۃ رض قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثاً وھم ذو عدد

[1] بخاری کتاب المغازی

لیجاتے تو اپنا قائم مقام ایسے ہی شخص کو مقرر فرماتے جو قرآن جانتا ہو۔ اکثر ابن ام مکتوم کو جو نابینا تھے۔ مگر قرآن یاد تھا آنحضرت مدینہ مین اپنا نائب بناتے۔ تمام صوبہ یمن کا معاذ کو جج مقرر کیا۔ اب ان واقعات کے بعد دیکھئے کہ اسوقت گورنمنٹ نے ہر شعبہ کے اعلیٰ عہدہ کو اپنی قوم سے خاص کردیا ہے خواہ وہ ملکی ہو یا فوجی یا تعلیمی۔ فوج کا افسر اعلیٰ یعنی چیف کمانڈر۔ ملکی اعلیٰ افسر (گورنر جنرل) تعلیمی افسر اعلیٰ (ڈایریکٹر) انکے قوم کے سوا دوسرا نہین ہوسکتا البتہ انکے ماتحتی مین چند عہدہ دینر اہل ہند مقرر کئے جاتے ہین۔ لیکن اسکے لئے جس سند کی شرط ہی باوجودیکہ وہ دوسری زبان ہے اور اوسکے حاصل کرنے مین بھی دس پندرہ سال صرف ہوتے ہین لیکن اسپر بھی لاکھون کی تعداد مین اسکے سند یافتہ ملک مین موجود ہین اب اسپر غور کرو کہ جو علم اونکی زبان مین ہو جس کے لئے زیادہ وقت بھی صرف نہو جسکی وجہ سے ملکی فوجی۔ تعلیمی۔ ہر قسم کے منصب کا بلا استثنا چھوٹے بڑے عہدے کا ہر صیغہ مین مستحق ہوجائے اور ان تمام امور کے سوا بھی مذہبی مقتدا اور دینی اعتبار سے بھی بڑے بڑے منصب کا مستحق بنایا جائے تو ایسے علم کے سند یافتونکی تعداد اوسوقت ملک مین کس قدر ہوگی اور جس سند کے حاصل کرنے مین زیادہ وقت اور ناقابل برداشت محنت کی ضرورت نہو اور جس سند سے بلا استثنا ہر دنیاوی منصب اور عہدہ کا مستحق ہو اور اوسی کے ساتھ دینی برکتون اور اخروی فضائل کا بھی وارث ہو تو ایسی سند کے لئے کتنے دل مائل ہونگے اور کون ایسا ہوگا جو اسمین کمی کریگا اور کون ہوگا جو اسکے لئے نہ تڑپے گا۔ انکے علاوہ بھی ہر طرح کے مناسب امور ترغیب کے لئے آپ اختیار فرماتے۔ غزوہ احد مین شہداء کے دفن کرتے وقت آپ نے ایک قبر اور کفن مین متعدد کو دفن فرمایا اور اونمین اسکا لحاظ رکھا کہ جسکو قرآن زیادہ یاد تھا اوسکو دفن مین مقدم فرمایا (بخاری جنایز)۔

تھا جو سردار قوم تھا چونکہ اوس عہد مین جو طریقہ جنگ تھا اوسکے فنون سے عرب کا ہر ایک شخص واقف تھا اور لڑکپن سے ہی اوسکی مہارت اور کمال حاصل کیا جاتا تھا اسلئے یہ خیال نہین ہو سکتا کہ فوج کے افسری کیلئے قرآن کو معیار قرار دینا بیجوڑ ہے بلکہ فنون جنگ مین مہارت اور واقفیت کو معیار بنانا چاہیئے کیونکہ اسمین تو ہر عرب کی آدمی کو کمال حاصل ہی تھا۔ ملکی عہدے بھی اونہین سے مخصوص تھے جنکے پاس قرآن کی سند ہو۔ کسی ضلع کا حاکم (کلکٹر) یا صوبہ کا والی (لفٹنٹ گورنر) یا سلطان کا نائب (وزیر) وہی بنایا جاتا تھا جسکو قرآن کی وجہ سے فضیلت ہو۔

تاریخ ابن ہشام مین ہے طائف جس مین قبیلہ ثقیف تھا اسکا حاکم عثمان بن ابی العاص کو مقرر کیا محض اسوجہ سے کہ اسکو علم کا شوق زیادہ تھا اور قرآن پڑہا تھا۔ مراد۔ زبید مذحج۔ ان تینون قبیلونکا حاکم فروہ[۱] مرادی کو صرف اسلئے مقرر کیا کہ اسنے قرآن پڑہا تھا۔ رسول خدا نے یمن وفد روانہ کیا اور انمین سے ایک کم سن والے کو اونکا امیر اسلئے مقرر کیا کہ اوسنے قرآن پڑہا تھا[۲]۔ آپ کے عہد مین امامت نماز کا حق بھی صرف سلطان اور اوسکے نائب اور حاکم کا تھا چنانچہ خلیفہ اول کو آنحضرت نے چونکہ اپنے سامنے امام نماز مقرر فرمایا تھا۔ اسوجہ سے آپکے بعد وہ خلیفہ بنائے گئے۔ نماز کی امامت کے لئے آپنے یہ قانون مقرر کیا تھا کہ جسکو قرآن زیادہ یاد ہو وہی نماز پڑہائے[۳] جسکا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہوا کہ جسکو قرآن زیادہ یاد ہو۔ وہی حاکم کیا جائے۔ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) قاضی (جج) بھی ایسے ہی لوگ بنائے جاتے تھے جنکو قرآن یاد تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے باہر تشریف

[۱] ابن خلدون ج ۲ صـ ۵۵ [۲] کنز العمال ج ۱ صـ ۲۱۱ [۳] تمام صحابہ مین سے آنحضرت کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کرنا دلیل ہے اس امر کی کہ حضرت ابوبکرؓ کو پورا قرآن یاد تھا اور دیگر صحابہ سے آپ اوسکے زیادہ واقف تھے۔

وظیفہ مین پانسو کی ترقی کی اور بجاے دو ہزار کے معانی ہزار کر دیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کرا دیسے جب حبشہ کا سفر کیا تو ابن دغنہ رستہ سے آپکو واپس لایا اور خود اونکا ذمہ دار ہو گیا اور کہا کہ آج سے کوئی شخص آپ سے تعرض نکریگا چنانچہ کفار مکہ سے ابن دغنہ نے یہ تمام حال کہا کفار نے کہا بہتر لیکن آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہدین کہ نماز مین قرآن زور سے نہ پڑہین کیونکہ قرآن سنکر ہمارے اولاد اور عورتین بے خود ہو جاتی ہین اور اوسکی فصاحت کا اثر اونکو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جسکی وجہ سے ہمین اونکے مسلمان ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

قبل اسلام لانے کے خالد بن ولید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر درخواست کی کہ قرآن سنائیے آپنے آیات ذیل پڑہین۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ آخر تک اسکو پڑہا اسکے سننے سے خالد بن ولید کو شوق کی حرارت اور بڑہ گئی اور قلب کی لذت نے ھل من مزید کا نعرہ بلند کیا جسپر خالد نے درخواست کی کہ انہین آیات کو پھر دوبارہ پڑھ دیجئے آپنے پھر سنایا اتبو خالد بے اختیار بول اوٹھے واللہ انہ لحلاوۃ۔ وان علیہ لطلاوۃ۔ وان اسفلہ لمغدق۔ وان اعلاہ لمثمر۔ وما یقول ھذا بشرا[1]۔ یعنی خدا کی قسم یہ کلام شیرین ہے۔ اور ہمین حسن و خوبی ہے۔ یہ سرتاپا سرسبز و شاداب درخت ہے۔ جو نیچے سے ہرا اور اوپر سے بھرا ہوا ہے۔ انسان کی تو یہ طاقت نہین کہ ایسا کلام بول سکے۔

حبشہ مین شاہ حبشہ کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ کہیعص سنائی تو اوس نے سنکر بے اختیار شہادت دی کہ یہ خدا کا کلام ہے اور مسلمان ہو گیا۔

عتبہ بن ربیعہ نے جو اپنے قوم کا سردار تھا ایک روز قریش کے مجمع مین کہا کہ تم اگر

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۹۔

ایک شخص سے ایک عورت کا نکاح بلا مہر معجل اسلئے کر دیا کہ اوسکو قرآن کی کچھ سورتین یاد تھین - (بخاری نکاح)-

ان سب اسباب ذرائع کے سوا قرآن پاک مین زبان کی شیرینی الفاظ کی مناسبت اور نہایت اعلیٰ بندش اوسکے جملونکا اتار چڑھاؤ ایسا بے مثل اور پاکیزہ ہی جسکے سننے سے اہل زبان کے علماء اور فصحا اوبابے اختیار ہوگئے اور قرآن کی مقناطیسی جذبات نے ہر دل کو اپنا ایسا فریفتہ اور گرویدہ بنا لیا کہ فصحا اور شعرا عرب نے قرآن سنکر شعر کہنا چھوڑ دیا-

فاضل نوفل مسیحی ؛ صناجتہ العرب صفحہ ۹ مین لکھتے ہین قال صاحب تذکرۃ الحکم فی طبقات الامم ان العرب اقامت تسجد لھذہ المعلقات نحو مائۃ وخمسین سنۃ الی ان ظھر الاسلام وابطل القران بسطوۃ فصاحتہ اعتبار العرب لھذہ المعلقات - اہل عرب[1] معلقات سبعہ کو ڈیڑھ سو برس سجدہ کرتے رہے جب قرآن نازل ہوا تو اوسکی فصاحت نے انہین گرد کر دیا-

خلیفہ دوم نے ایک بار لبید بن ربیعہ شاعر سے کہا کہ اپنے کچھ اشعار سنا اوس نے عرض کیا کہ مین نے سورہ بقر اور آل عمران جب سے پڑھی ہے اوسوقت سے شعر کہنا چھوڑ دیا[2] طبقات ابن سعد کی ج ۲ صفحہ ۲۱ اور جمہرۃ کی صفحہ ۳۱ مین ہے کہ لبید نے مسلمان ہونے کے بعد اس بنا پر شعر کہنا چھوڑ دیا کہ قرآن مین اوسے اس سے زیادہ لطف اور لذت ملتی تھی اسلئے اوس نے تمام قرآن یاد کر لیا تھا- طبقات الشعراء مین ہی کہ لبید سے حضرت عمرؓ نے شعر سنانیکی فرمایش کی تو لبید نے سورہ بقر سے کچھ سنا کر عرض کیا کہ خدا نے بقر آل عمران کا جب سے مجھے علم دیا اوسوقت سے مین نے شعر کہنا چھوڑ دیا حضرت عمرؓ نے اوسکے

[1] اہل عرب جسطرح اور اشیاء کو سجدہ کرتے تھے اسی طرح فصاحت اور بلاغت کی پرستش کا بھی اون مین رواج تھا دیکھو صناجہ [2] استیعاب ج صفحہ ۱۶۵)-

ان اہل زبان کے مقابلہ مین غیر زبان دان کے شکوک کی کیا وقعت ہو گی۔ اور وہ سچائی کے میدان مین کہانتک متحرک نظر آئین گے یا کسی ایک دو اہل زبان کی مخالفت ایک بڑی جماعت کے مقابلہ مین کیا ٹھہر سکتی ہے اور کب تک مقابلہ مین ثابت قدم رہو گی۔

الحاصل قرآن نے اپنے اون اوصاف سے بھی تمام اہل عرب کے دلون کو عموماً اور مسلمانون کو خصوصیت سے اپنا فریفتہ اور گرویدہ کر لیا تھا اور اوسوقت یہ حالت تھی کہ مسلمانون کے سوا کفار بھی اسے سنکر ایسے بیچین ہوتے کہ یاد کر لیتے تھے۔ ابوسفیان ابوجہل۔ عمرو بن وھب۔ اخنس بن شریق جو اسلام اور مسلمانون کی عداوت اور مخالفت پر بے انتہا تلے ہوئے تھے۔ اور انکے رگ و ریشہ مین اسکا خون جوش زن تھا وہ بھی چھپ کر سننے پر بے اختیار رہتے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ان تینون نے تین شب متواتر چھپ کر اس طرح سے کہ کوئی نجانے رسول خدا کا پڑھنا سنا اور ہر روز دنمین اپنے اس فعل پر نفرین اور ملامت کی لیکن رات مین جب پڑھنے کی آواز کانون مین پڑتی تو بے اختیار نکلتے اور موقع پر جا پہنچتے[۱]۔

طفیل بن عمرو دوسی جو اپنے قوم مین سردار اور بڑا شاعر سمجھدار تھا جب مکہ آیا تو اوسکے پاس قریش کے چند آدمی آئے اور کہا کہ اے طفیل دیکھ ہرگز اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک نجانا اور نہ اس کی بات سننا اسکے سایہ سے بھاگنا اسکا کلام ایسا ہے کہ آدمی اوسے سنکر مفتون ہو جاتا ہے اوسکے ہوش و حواس باقی نہین رہتے۔ لیکن طفیل نے اونکی بات نہ سنی اور آپکی خدمت مین حاضر ہوا آپنے اوسے جب قرآن سنایا تو بے اختیار کہا واللہ ما سمعت قولاً احسن منہ خدا جانتا ہے مین نے تو اپنی عمر مین کبھی اس سے بہتر کلام کسی کا نہین سنا اور ایمان لے آیا[۲] مکہ مین عیسائی آئے۔ رسول خدا نے اونکو قرآن سنایا جب

---

[۱] ابن ہشام ج ۱ صفحہ [۲] ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۱۳۱

راضی ہو تو آنحضرت سے مصالحت کی گفتگو کرون شاید وہ مان جائین تمام نے باتفاق اسے منظور کیا عتبہ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اوسوقت آپ مسجد حرام مین تنہا بیٹھے ہوے تھے اور کچھ باتین ایسی کین جنکا منشا یہ تھا کہ آپ اپنی دعوت سے باز آئین آپ نے اوسے سورہ حٰمٓ سجدہ سنائی جسپر وہ متحیر اور بے خود ہوگیا اور کفار سے کہا واللہ ما سمعت مثلہ قط۔ واللہ ما ھو بالشعر ولا بالسحر ولا بالکھانۃ[1] یعنی مین نے تو آج تک ایسا کلام سنا ہی نہین خدا کی قسم یہ جادو یا شعر اور کہانت نہین ہے عمر رضی اللہ عنہ نے جو اپنے گھر سے اس ارادے سے نکلے تھے کہ آج سر مبارک کو جدا کرکے لاونگا جب آپنے بہن فاطمہ سے قرآن سنا تو اسلام پر مجبور ہوگئے اور بے اختیار بول اوٹھے کہ یہ کلام عجیب ہے ایسا تو کبھی سنا نہین۔ عقبہ اولی مین مدینہ کے چھ آدمیون کو آپ نے جب قرآن سنایا تو وہ بول اوٹھے بے شک آپ نبی ہین اور یہ کلام اپنے تاثیر مین بے نظیر ہے اس قسم کے واقعات اسلامی تاریخون مین بہت ہین جن سے یہ بات یقینی ثابت ہوتی ہے کہ .... مخالفین اہل عرب نے جو زبان دان اور اسکے فضل اور ادیب فصیح تھے ... جنکو قرآن کی عربیت کے تولنے اور اوسکی لطافت خوبی عمدگی شیرینی دل فریبی۔ جذب مقناطیسی کی جانچنے اور اندازہ کرنے اور سمجھنے کا کامل استحقاق تھا اور اون ہی کی طبیعت اور ذوق ان امور کے لئے کسوٹی اور ترازو تھی۔ قرآن کی بلاغت کے سامنے سر جھکا دیا اور اسمین کلام نہین کہا اور نیز صحابہ مین بھی ایسی بڑی جماعت فصحاء اور ادباء کی تھی جو اعلیٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ تھے اور کلام فصیح اور غیر فصیح مین فیصلے اور امتیاز کی کامل استعداد اور ملکہ راسخہ مبدء فیاض نے اونکو عطا فرمایا تھا جب ان صحابہ اور نیز اوسوقت کے مخالفین نے جو زبان عربی کے ماہر تھے ... قرآن کی فصاحت اور بلاغت کو مان لیا اور اوسپر کسی قسم کا اعتراض نہین کیا تو

[1] ابن ہشام ج ۱ ص ۹۹

الغرض کسی کلام اور کتاب کے یاد کرنے اور لکھنے اور پاس محفوظ رکھنے کے چار سبب ہو سکتے ہین۔

(۱) اوس کے یاد کرنے مین کوئی مذہبی ثواب ہو اور مذہب کی طرف سے اسکی تاکید ہو اگر کسی کتاب مین یہ خصوصیت ہو تو تنہا اسی کی وجہ سے وہ کتاب مرغوب اور پسندیدہ ہو جاتی ہے اور لوگ اوسے لکھتے ہین اور محفوظ رکھتے ہین۔

(۲) کسی کتاب یا کلام کے یاد مین دنیاوی نفع یا عہدہ کی امید دلائی جائے تو اسوجہ سے بھی وہ یاد کیجاتی ہے جیسے آجکل نصاب امتحان کی کتابون کے یاد مین طلبہ کس قدر محنت شاقہ اوٹھاتے ہین۔

(۳) کسی کے متعلق دنیاوی ضرورت ہو یا اخلاقی یا مذہبی یعنی وہ قانون تمدن ہو یا مذہبی تو اوسکو بھی یاد کر لیتے ہین اور اوسکی تقلین کرتے ہین۔

(۴) جو کلام نہایت عمدہ اور خوب ہو خصوصاً جبکہ وہ زبان اور معنی دونون کے حسن سے آراستہ ہو اور بلاغت وفصاحت کے اعلیٰ زینہ پر ہو تو ایسا کلام بھی عام وخاص کے زبان پر ہوتا ہے اور عالمگیر شہرت اور قبولیت عام کیوجہ سے ہر شخص کے کانون تک پہنچ جاتا ہے اور ملک کی ہر کس وناکس کو یاد ہو جاتا ہے۔

یہ چار وجہ ایسی ہین کہ انمین سے ہر ایک کلام کے یاد کرنے اور لکھنے کے لئے مستقل اور کافی دلیل ہے اور ہوقت اسکی ہزارون مثال شہادت مین پیش کیجا سکتی ہین اب جس کلام اور کتاب مین یہ چارون باتین جمع ہو جائین یعنی عہد مبارک مین قرآن پاک دنیاوی عہدون کے لئے سند تھا۔ مذہبی ثواب مین کوئی عمل اسکا ہمسر نہ تھا۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ مذہبی قانون ہی فصاحت و بلاغت مین بھی اعلیٰ ہے تو کیا ان تمام وجوہ کا ایک جگہ جمع ہو جانا قرآن کے لکھنے اور یاد کرنے کے لئے روشن دلیل نہین اور کیا اتنے اسباب کی جاننے کے بعد بھی اوسوقت مین قرآن

اونہون نے قرآن سنا بے اختیار اسپر ایمان لے آئے[۱] ۔ سوید بن صامت جسکا نام عرب کے اہل کمال کی فہرست مین تھا اور اپنے عہد مین ہر اعتبار سے شہرت کے تخت کا مالک تھا جب مکہ آیا اور رسول خدا اسکے پاس آئے تو آپ سے کہا جس طرح کا کلام تمہارے پاس ہے ویسا ہی مین جانتا ہون آپنے فرمایا تیرے پاس کیا ہے کہا لقمان کی نصائح فرمایا پڑھو جب اوس نے سنایا تو آپ نے اوسکی تحسین کی اور فرمایا میرے پاس اس سے بھی اعلےٰ ہے جسکو خدا نے اوتارا ہے سوید نے کہا سنائیے تب آپ نے سنایا سوید نے کہا واقعی یہ عمدہ ہے اور ایمان لایا[۲]۔ اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ پر مصعب بن عمیر نے جب قرآن پڑھا تو وہ ایمان لے آئے[۳]۔ نابغہ جعدی جو عرب کے مشہور شعراء اور ارباب کمال مین تھا جب مسلمان ہوا تو قرآن کی تعریف مین کہا قرآن فصاحت و بلاغت کا چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے[۴]۔ عمرو بن سلمہ نے سات سال کے سن مین جبکہ وہ کفر کی تاریکی مین چھپے ہوئے تھی اور ایک ایسے پانی کے چشمہ پر جو لوگون کا گذرگاہ تھا مقیم تھے محض آنے جانے والون سے سنکر کچھ قرآن یاد کر لیا تھا[۵] کیا اس سات برس کے بچے کا قرآن یاد کرنا کسی جوش مذہبی اور حسن عقیدت کا کرشمہ تھا اسکی تصدیق تو ان کے کفر کی حالت سے کر لو یا کسی دنیا کی طمع سے تھا۔ نہین نہین بجز اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کی خوبی اور عمدگی نے اس بچے کے دل پر اپنا خاص اثر کر کے اپنا شیدا اور فریفتہ بنا لیا اور اوسکے دلمین اسقدر ذوق و شوق ہو گیا کہ جو اس راستہ سے گذرتا وہ اوس سے سُن سُنکر یاد کر لیتا جس طرح آجکل بھی چھوٹے چھوٹے بچے اچھے کلام کو سُن سُن کے اپنے شوق سے یاد کر لیتے ہین۔

---

۱ ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۱۳۶ ۲ ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۱۴۹ ۔ تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۲۳۲
۳ ابن ہشام صفحہ ۱۵۴ ۴ آغانی ج ۴ صفحہ ۱۳۰ ۵ بخاری مغازی

زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان مین ہے۔ کان دأب الصحابۃ رضی اللہ عنہم من اول نزول الوحی الی اخرہ المسارعۃ الی حفظہ یعنی تمام زمانہ نزول وحی مین اول سے لیکر اخیر تک صحابہ کرام کی یہ عادت اور معمول رہا ہے کہ وحی اور قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا اوسکو فوراً حفظ کر لیتے اسی وجہ سے صحابہ مین ہزارون کی تعداد تھی جنکو قرآن حفظ تھا چونکہ آپ کی مقدس عہد مین بہت کثرت سے حفاظ قرآن تھے اور مسلمانون مین اسکا عام رواج تھا... ہر مسلمان کے لئے قرآن کا حفظ لازم تھا اور مسلمان اور حافظ قرآن ان دونون کے ایک ہی معنی تھے.. یہ دونون بمنزلہ الفاظ مترادفہ کے ہو گئے تھے اس لئے اوسوقت کی رواج کے موافق کسی مسلمان کی حالت کے بیان مین یہ نہین کہا جاتا تھا کہ وہ حافظ قرآن ہے بلکہ حفظ قران کے لئے محض مسلمان ہونا کافی تھا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کی حالات مین اون کے حفظ کی صفت کو اکثر مین چھوڑ دیا ہے حالانکہ اونمین اکثر بلکہ تمام ہی قرآن کے حافظ تھے اس کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ غزوہ احد مین شہداء احد کو آنحضرت نے جب دفن کیا تو چونکہ ایک قبر مین کئے شہید اپ دفن کرتے تھے اس لئے آپ دفن سے پہلے دریافت فرماتے کہ انمین زیادہ قرآن کسکو یاد ہے۔ ترمذی مین ہے۔ فکثر القتلی وقلت الثیاب قال فکفن الرجل والرجلان والثلثۃ فی الثوب الواحد ثم یدفنون فی قبر واحد قال فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسال عنہم ایہم اکثر قرانا فیقدمہ الی القبلۃ ج ۱ ص ۲۱ یعنی شہداء زیادہ تھے اور کفن کم اس لئے ایک ایک کپڑے مین دو دو اور تین تین بھی رکھے گئے اور ایک قبر مین دفن کئے گئے۔ دفن کیوقت آنحضرت دریافت فرماتے کہ انمین قران مین زیادہ کون ہے جو زیادہ ہوتا اوسی کو قبلہ کیجانب مقدم کرتے۔ یہان سے کئی باتین معلوم ہوئین (۱) آنحضرت کے اس دریافت فرمانے سے کہ انمین قرآن کا زیادہ حافظ کون ہے معلوم ہوا کہ شہداء احد مین قران سب کو یاد تھا مگر فرق صرف

کے لاکھون حفاظ کے ہونے مین شبہ ہوسکتا ہے اور کیا یہ قطعی نہین کہ اس سے بہت زیادہ تعداد مین اسوقت اسکے نسخے ہونگے۔

جن واقعات کی تصدیق کے لئے اون کے علل اور اسباب کی شہادت ہو تو ایسے واقعات کے یقین کے لئے اور اونکے باور اور ماننے کے لئے ہر قلب سلیم اور ہر فہم مستقیم مستعد اور آمادہ پایا جاتا ہے۔ اور ان واقعات کی بنیاد ایسی بلند مضبوط پہاڑ کے چٹان پر قائم ہے جہان کسی قسم کی تاریکی۔ بطالت۔ کجروی کا شک وشبہ کا گرد وغبار بھی نہین پہنچ سکتا اور نہ کسی قسم کا تزلزل اسمین پیدا کرسکتا ہے بلکہ یہ شبہات اور توہمات جب اس چٹان سے ٹکراتے ہین تو خود ہی پاش پاش ہوکر تار عنکبوت کی طرح اوڑجاتے ہین ۔

عہد مبارک مین قرآن کی یاد کرنے اور لکھنے کے ثبوت مین ان اسباب کی شہادت کے بعد اگرچہ اس امر کی ضرورت نہین رہتی کہ اون حفاظ قرآن کا نام نامی بتایا جائے جنکو عہد اول مین قرآن یاد تھا اور اسی طرح قرآن کے جو نسخے اوسوقت مین مرتب لکھے ہوئے تھے اونکے بتلانے کی بھی حاجت نہین لیکن مزید اطمینان اور اظہار واقعہ کے لئے ہم یہان مناسب سمجھتے ہین کہ اول حفاظ قرآن کی فہرست دین اسکے بعد قرآن کے اون نسخون کا پتہ بتائین جو آپکی عہد مین لکھے گئے تھے۔

حفاظ قرآن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ اُن ترغیبات کے جو قرآن کی تلاوت اور پڑھنے کے متعلق فرمائین حفظ قرآن کے متعلق خصوصیت سے کہین =

کتاب بخاری کی تفسیر مین ہے۔ جو شخص قرآن کا حافظ ہو اور وہ قرآن تلاوت کرے وہ ملائکہ کرام کے ہم پلہ ہے۔ آپکے اس ارشاد کی تعمیل اور اپنے تکمیل کے لئے صحابہ مین اکثر کو قرآن کے حفظ کا خیال تھا اور قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا تھا اوسکو وہ حفظ کر لیتے تھے

اس قدر تھی جو انگلیو نپر شمار کئے جا سکتے ہین اور نیز بعض روایات بھی ایسی ہین جو اپنی ظاہری معنی کی رو سے اس خیال کی تائید کرتی ہین۔ اس لئے مین یہان چند حفاظ صحابہ کا نام لکھتا ہون۔ تاکہ اونہین معلوم ہو کہ اونکا یہ خیال سچائی اور واقعیت سے کس قدر دور ہوا اور یہ روایات اپنے ظاہر معنی کے رو سے صحیح نہین۔

(۱) عبداللہ بن عمرو بن العاص سنہ ۶۵ھ مین انتقال کیا استیعاب مین ہے۔ کان فاضلا حافظا عالما قرء الکتاب۔ عالم فاضل حافظ ہین قرآن پڑہا تھا ابوہریرہ فرماتے ہین صحابہ مین مجھسے زیادہ انکے سوا کسی کو حدیث یاد نہ تھی انکو چونکہ رسول خدا نے احادیث کے لکھنے کی اجازت دی تھی اس لئے یہ لکھتے تھے اور مین لکھتا نہ تھا۔ یہ رات بھر عبادت کرتے دن کو روزہ رکھتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اس سے منع فرمایا اور ایک رات مین یہ ختم قرآن نماز مین کر لیتے تھے۔ اس سے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع کیا اور فرمایا کہ سات دن مین ختم کیا کرو رات مین جس قدر انکو پڑہنا ہوتا وہ دن مین اوسے پڑہتے اور کسیکو سنا دیتے تاکہ رات کو سہولت ہو[1]۔ انہین عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظہ کی شکایت کی تھی کہ مجھے آپکی احادیث یاد نہین رہتی بھول جاتا ہون اگر اجازت ہو تو مین اونہین لکھ لیا کرون آپنے محض انہین کو حدیث کے لکھنے کی اجازت دی اس لئے انکے سوا صحابہ مین کسی نے حدیث نہین لکھی۔ عبداللہ کو جو تمام مین ضعیف الحفظ تھے جب پورا قران یاد تھا تو کیا دوسرے صحابہ نے جنکا حافظہ قوی تھا یاد نکیا ہوگا۔ اور جب کہ قرآن تھوڑا تھوڑا بتدریج ۲۳ سال مین اسی لئے نازل ہوا تاکہ یاد مین آسانی ہو چنانچہ قرآن کے بتدریج نازل ہونے اور ایک بار نہ نازل ہونے مین خود قرآن نے بھی یہی مصلحت بیان کی ہے۔ قرآن پاک مین ہے۔

[1] بخاری فضائل قرآن

یہی تھا کہ کسیکو زیادہ کسی کو کم ورنہ آپ محض کمی زیادتی ہی کے دریافت فرمانے پر اکتفا نفرماتے بلکہ یہ بھی دریافت کرتے کہ انمین کسکو یاد ہے اور کسکو نہین یاد ہے (۲) دوسری قرآن ایسا عام ہوگیا تھا اور اسطرح سے وہ اسے پڑھتے پڑھاتے تھے کہ آپسمین ایک دوسری کی حالت سے پوری واقف تھی۔ آپ کے عہد مین محض بیر معونہ مین ستر حفاظ جو قرآن کی تعلیم کے لئے جارہے تھے شہید کئے گئے۔ یہان یہ امر قابل توجہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کی تعلیم کے لئے مسلمانون سے ستر حفاظ کا جانا کیا اس امر پر روشن نشان نہین کہ اوسوقت مسلمانون مین حفاظ کی ایسی کثرت تھی جو ایک قبیلہ کے لئے ستر حفاظ تیار ہوگئے اور اسی کے ساتھ جب یہ خیال کیا جائے کہ اوسوقت مین اکثر قبیلون اور ملکون اور قریون مین حفاظ قرآن روزانہ روانہ کئے جاتے تھے اور ہر مسلمان قبیلے اور شہر مین آپ تعلیم کے لئے حفاظ قرآن روزانہ روانہ فرماتے تھے تو ایسی حالت مین جب ایک مقام کو اسقدر حفاظ روانہ کئے گئے۔ تو دیگر قبائل اور شہرون اور خود مدینہ مین کس قدر حفاظ ہون گے اور پھر آیندہ کی ضرورت کے واسطے بھی ضرور ایک کافی تعداد مدینہ مین ہوگی ورنہ کافی تعداد نہونی پر ہرگز بیر معونہ کے موقع پر ستر حفاظ مدینہ سے روانہ نکئے جاتے اور نیز دیگر ممالک اسلام اور قبائل مین بھی ضرور اسی نسبت سے حفاظ کی تعداد ہوگی۔

سنہ ۱۱ھ مین مسیلمہ یمامی اور مسلمانون کا جب مقابلہ ہوا تو اوسمین مدینہ کے مہاجرین اور انصار دونون ملاکر تین سو شہید ہوئے جسمین ستر آدمی وہ تھے جو قرآن کے حافظ تھے۔ مورخین اسلام نے تو صحابہ کے حالات مین اس بنا پر حفظ قرآن کو نہین لکھا کہ اوسوقت مین قرآن کا یاد کرنا بہت عام تھا اور یہ عام ہونے کی وجہ سے قابل ذکر وصف ہی نہین رہا تھا اور نہ یہ کوئی خاص اور امتیازی وصف سمجھا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ بعض ناواقفون کو اس سے یہ خیال ہوا کہ صحابہ مین حفاظ قران بہت کم تھے بلکہ

(۶) ابو الدرداء فقہا صحابہ مین تھے۔ بڑے عالم فاضل تھے۔ دمشق مین قرآن کا درس دیتے تھے۔ انہون نے قرآن رسول خدا سے یاد کیا تھا[۱] احد الذین جمعوا القرآن حفظاً علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا خلاف۔ مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۵۵ اون قرآن حافظون مین جنہون نے آنحضرت کے عہد مین قرآن حفظ کیا تھا۔ ابو الدرداء بھی ہین۔

(۷) تمیم داری۔ یہ اہل کتاب کے علماء سے تھے ایک رکعت مین پورا قران پڑھ لیتے تھے[۲] خلیفہ دوم نے اپنے عہد مین رمضان مین مردون کے لئے انہین امام مقرر کیا تھا تراویح بھی پڑھاتے تھے[۳] تہجد مین انکا معمول تھا کہ سات رات مین قرآن ختم کرتے تھے[۴]

(۸) معاذ بن الحارث الانصاری۔ یہ قاری ہی کے نام سے مشہور ہین خلیفہ دوم نے انہین بھی رمضان مین تراویح پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا[۵]۔

(۹) عبداللہ بن سائب۔ یہ بھی قاری کے نام سے مشہور ہین مکہ معظمہ مین قرآن کا درس دیتے تھے۔ اہل مکہ نے اون سے قرآن پڑھا[۶]

(۱۰) سلیمان بن ابی حشمہ۔ یہ بھی حافظ قرآن تھے۔ خلیفہ دوم نے انہین رمضان مین عورتون کو قرآن سنانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور خلیفہ سوم نے اپنے عہد مین مرد اور عورتون کا امام انہین کو رمضان مین تراویح کا مقرر کیا[۷]

(۱۱) ابی بن کعب۔ تذکرۃ الحفاظ مین علامہ ذہبی نے انکے متعلق جو لکھا ہم بھی اونہین کے الفاظ لکھتے ہین۔ اقرء الصحابۃ وسید القراء۔ قرء القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قاریان کے سر پرست۔ صحابہ مین قرآن کے زیادہ واقف۔ رسول خدا سے قرآن پڑھا۔ انہین کو رسول خدا صلی اللہ

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ص ۲۱ [۲] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱ [۳] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶
[۴] طبقات قسم ۲ جلد ۳ ص ۵۹ [۵] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۸۸ [۶] استیعاب ج ۱ ص ۲۹۵ [۷] طبقات ج ۵ ص ۱۶

لو لا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فوادک و رتلناہ ترتیلا۔ فرقان۔ رکوع ۳ جز ۱۹۔ یعنی کافرون نے اعتراض کیا کہ تمام قرآن ایک دفعہ ہی کیون نہ نازل ہوا تو خود قرآن ہی نے اسکو جواب مین کہا کہ تھوڑا تھوڑا اس لئے نازل ہوا تاکہ ... یاد ہو جاے۔ خیثمہ ایک روز عبد اللہ کے یہان گئے تو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کھولے ہوے اوسمین تلاوت کر رہے ہین دریافت کیا تو کہا کہ رات کو جو تہجد مین پڑھونگا اوسکا دور کر رہا ہون[1] یہان سے معلوم ہوا کہ انکے پاس پورا قرآن لکھا ہوا بھی تھا۔

(۲) قیس بن صعصعہ۔ قیس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مین کتنے روز مین قرآن ختم کیا کرون۔ فرمایا پندرہ راتون مین عرض کیا حضرت مین اس سے کم مین بلا مشقت پڑھ سکتا ہون فرمایا ہر ہفتہ مین پھر عرض کیا کہ اس سے کم مین پڑھ سکتا ہون فرمایا بس اس سے کم مین نہین[2]

(۳) سعد بن المنذر بن اوس۔ سعد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ تین روز مین قرآن ختم کی اجازت فرمایے فرمایا اگر ہو سکے تو بہتر ہے[3]۔

(۴) عبد اللہ بن عمر بن الخطاب۔ نسائی مین ہے ابن عمر کہتے ہین کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات مین اوسے ختم کیا کرتا تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ نے منع کیا۔ اور ایک ماہ مین ختم کا حکم دیا[4]

(۵) عقبۃ بن عامر الجہنی۔ یہ فقہاء صحابہ مین بڑے علامہ اور حنبل تھے انہون نے تمام قرآن اپنے ہاتھ سے لکھا تھا[5]۔ انکا لکھا ہوا قران مصر مین خود یونس نے دیکھا ہے.... انہین بھی پورا قرآن یاد تھا (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶)

---

[1] طبقات ابن سعد قسم ج ۴ ص [illegible] [2] استیعاب ج ۱ ص [illegible] کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۶ تاریخ الخلفا ص [illegible] مجتبائی)

[3] فتح الباری اسد الغابہ [4] فتح الباری ج ۹ ص [illegible] [5] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۴۳)

سے اچھا اور بہتر یاد ہے لیکن مسلمہ نے جب صبح کی نماز مین پوری سورہ بقر پڑہی اور اوسمین کسی قسم کی غلطی نکی تو مین سمجھا کہ اُنکو بھی عمدہ یاد ہے[۱]

(۱۶) عثمانؓ بن عفان۔ ابن سیرین کا بیان ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت مین پورا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے[۲]

منجملہ اون لوگون کے جنہون نے رسالت مآبؐ کے زمانہ مین قرآن جمع کیا تھا حضرت عثمانؓ بھی ہین انکو مغیرہ۔ ابو عبدالرحمن زر بن حبیش۔ اور ابوالاسود وئلی نے قرآن سنایا۔	احد من جمع القران علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرض علیہ القرات المغیرۃ بن شہاب المخزومی وابو عبدالرحمن زر بن حبیش وابو الاسود الدئلی (مفتاح ج ۱ صفحہ ۳۵)

(۱۷) عبداللہ ابن مسعود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مین ہی انکو قرآن پڑہانے پر مقرر فرمایا تھا[۳] سخاوی کی دستور الاعلام مین ہے۔ ابن مسعود الصحابی الجلیل الکثیر المناقب احد القراء الذین بعوہ عشر وعلماء الصحابۃ یعنی ابن مسعود جلیل القدر صحابہ سے ہین جو بڑے کمالات کے جامع ہین منجملہ چودہ حفاظ قرآن کے ایک یہ بھی ہین۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر مین قرآن کا جو دور کیا تھا یہ اوسمین شریک تھے۔ عرفات ہین کوفہ کا ایک شخص خلیفہ دوم سے ملا اور کہا کہ کوفہ مین ایک شخص ہے جو اپنے یاد سے قرآن پڑہاتا ہے یا نقل کراتا ہے اسپر خلیفہ دوم نے نہایت غضبناک ہو کر فرمایا وہ کون شخص ہے اوس نے عرض کیا ابن مسعودؓ اس نام کو سنکر خلیفہ دوم کا غصہ فرو ہو گیا[۴]

یہان سے معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم کے عہد مین قرآن کے یاد سے پڑہانے کا رواج

[۱] استیعاب ج ۱ صفحہ ۲۸۶ [۲] تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۱۴۱ استیعاب ج ۲ صفحہ ۴۴۹ [۳] بخاری مناقب [۴] استیعاب ج ۱ صفحہ ۳۷۷

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت مین قرآن کا قاری ابی سے زیادہ کوئی نہین آپ کے عہد مین قرآن کا درس دیتے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد مین رمضان مین قرآن سنانے کے لئے انہین بھی مقرر کیا تھا[۵۱] تہجد مین آٹھ رات مین ختم کرتے تھے (طبقات قسم ۲ ج ۳ ص ۵۹)

(۱۲) زید بن ثابت۔ ذہبی نے اپنے تذکرہ مین انکے متعلق لکھا ہے۔ من المہندسین فی العلم کتب الوحی وحفظ القرآن واتقنہ (ذہبی ج ۱ ص ۲۶) یہ علماء رسخین سے ہین کاتب وحی تھے قرآن حفظ تھا۔

(۱۳) معاذ بن جبل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مین انکو قرآن کا معلم مقرر کیا اور عام طور سے یہ کہدیا کہ ان سے قرآن پڑھو۔ یمن مین قرآن کی تعلیم کیلئے انکو بھیجا۔ اور نیز وہان کا قاضی بھی انکو مقرر کیا اور چلتے وقت دریافت فرمایا کہ فیصلہ کس طرح کروگے معاذ نے عرض کیا قرآن سے اگر قرآن سے حکم معلوم ہوگا تو پھر اپنے اجتہاد سے فیصلہ دونگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن انہین یاد تھا۔ ورنہ یہ کہنا کہ فیصلہ قرآن سے دونگا اور اگر قرآن مین نہو تو رائے سے کرونگا بلا قرآن یاد کے کیونکر صحیح ہوگا دوسرے انکو قرآن کا مدرس بنانا بھی اوسیوقت صحیح ہوگا جبکہ انہین قرآن یاد ہو علاوہ اسکے انکے حافظ ہونے پر تمام کا اتفاق ہے۔

(۱۴) سعد بن عبید بن نعمان انصاری۔ یہ بھی حافظ قرآن ہین اور یہ قاری کے لقب سے مشہور ہین انکو سعد انصاری کہتے ہین اسد الغابۃ مین ہے۔ وھو اول من جمع القرآن من الانصار۔ یہ انصار مین پہلے وہ شخص ہین جنہون نے قرآن یاد کیا[۵۲]

(۱۵) سلمۃ بن مخلد بن الصامت۔ مجاہد کہتے ہین کہ مین سمجھا تھا کہ مجھے قرآن تمام

[۵۱] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶ و ۱۷ [۵۲] استیعاب۔

عرض کیا کہ قرآن مجھے یاد نہین رہتا آنحضرت نے ایک دعا بتلائی بعد مین حضرت علیؓ پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ پہلے چار آیت بھی یاد نہین ہوتی تھین اور اب اس دعاء کے پڑھنے کے بعد سی چالیس آیات سہ طرح سے نہایت عمدہ یاد ہوجاتی ہین کہ گویا قرآن میرے سامنے رکھا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے قرآن یاد کیا تھا۔

(۲۱) عمر بن الخطابؓ - ابو العالیہ کہتے ہین کہ قال ابو العالیہ بسند صحیح قرأت مین نے حضرت عمرؓ کو چار بار قرآن سنایا۔ القراٰن علی عمر اربع مرات[1]۔

(۲۲) طلحہ رضی اللہ عنہ (۲۳) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۲۴) حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (۲۵) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۲۶) عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ (۲۷) ابو حلیمہ معاذ رضی اللہ عنہ (۲۸) مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ (۲۹) فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ۔

(۳۰) ابو موسیٰ الاشعریؓ - تمام قرآن حفظ کیا اور آنحضرت کو سنایا۔ حفظ القراٰن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مفتاح ج ۱ ص ۳۵۵)

(۳۱) عمر بن العاص رضی اللہ عنہ (۳۲) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (۳۳) عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (۳۴) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (۳۵) عبد اللہ بن ذو البجادین رضی اللہ عنہ (۳۶) عبید بن معاویہ بن زید بن ثابت (۳۷) ابو زید فہرست ابن ندیم۔

انکے علاوہ اوسوقت کے حفاظ کا پتہ اس سے چلتا ہے اور صحابہ مین حفاظ قرآن کی تعداد پر اس سے کافی روشنی پڑتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سرداران لشکر کو لکھا کہ ہر شخص اپنے اپنے یہان کے حفاظ قرآن کی فہرست مرتب کرکے بھیجے تاکہ مین اون کے مرتبہ کے موافق بیت المال سے اونکا وظیفہ مقرر کرون

[1] مفتاح ج ۱ ص ۳۴۹

نتھا بلکہ دیکھکر پڑہا یا جاتا تھا یا محض یاد سے قرآن لکھنے کا رواج نہ تھا۔

(۱۸) سالم مولی ابی حذیفہ۔ انہین بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مین قرآن کا معلم مقرر کیا تھا۔ مورخین نے حفاظ قرآن کے فہرست مین انکا نام بھی لکھا ہے۔

(۱۹) ابو بکر الصدیق رض۔ امام ابو الحسن اشعری نے حضرت ابو بکر صدیق رض کے حافظ قرآن ہونیکی تصریح کی ہے کیونکہ آنحضرت نے قانون مقرر کیا تھا کہ جسکو قرآن زیادہ یاد ہو وہ نماز مین امام ہو پھر آنحضرت نے دیگر ایسے صحابہ کی موجودگی مین کہ جنہین قرآن یاد تھا حضرت ابو بکر رض کو نماز کا امام مقرر فرمایا تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر رض کو پورا قرآن یاد تھا۔

نص الامام ابو الحسن الاشعری علی حفظہ القرآن واستدل علی ذلک بدلیل لا یرد وھو انہ صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یؤم القوم اقرھم لکتاب اللہ واکثرھم قرانا وقد ترعنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قدمہ للامامۃ ولم یکن یامرھم ثم یخالفہ بلا سبب[1]۔

(۲۰) علی رض ابن ابی طالب۔ حضرت علی رض نے تمام قرآن آنحضرت سے پڑہا اور منجملہ ان کے جنہین پورا قرآن یاد تھا یہ بھی ہین امام شعبی کو اوس شخص پر نہایت ہی حیرت ہے جو کہتا ہے کہ حضرت علی رض کو پورا قرآن یاد نہ تھا یحیی بن آدم کہتے ہین کہ مین نے ابو بکر بن عیاش سے دریافت کیا کہ لوگ کہتے ہین کہ حضرت علی رض کو قرآن یاد نہ تھا کہا کہ یہ قول باطل ہے۔

عرض القران علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو من الذی حفظوا القران اجمع یلا شک عندنا وقد ابعد الشعبی فی قولہ انہ لم یحفظہ قال یحیی بن آدم قلت لابی بکر بن عیاش یقولون ان علیا لم یقرء القران فقال ابطل من قال ھذا (مفتاح ج ۱ ص ۳۵۰)

ترمذی کی جلد ثانی مین ہے کہ حضرت علی رض نے آنحضرت سے اپنے سوء حفظ کی شکایت کی اور

[1] مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۴۹

جمع نہین کیا تھا اور دوسرا بیان انس سے یہ بھی ہے کہ ان چار نے قرآن جمع کیا اور بجائے ابی کے بعض نے انس سے ابو الدرداء کا نام نقل کیا ہے۔ یہ بیان ظاہر مین ذہبی کے اس بیان کی مخالف ہو کہ صحابہ مین علوہ دیگر صحابہ کی ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جنہین پورا قران حفظ تھا اور انہون نے آنحضرت کو پورا قران سنایا ہی تھا جنمین سات قراء سبعہ بھی ہین اور نیز ہماری اس تحقیق کی بھی مخالف ہو کہ صحابہ مین حفاظ قرآن بہت تھے اسمین شک نہین کہ یہ روایت انس کی صحیح ہے مگر یہ روایت اس تحقیق کے مخالف ہرگز نہین ہو ہان اگر اس روایت مین یہ ہوتا کہ ان چار نے قرآن حفظ کیا تھا تو البتہ مخالف تھی مگر اس روایت مین تو یہ ہو کہ ان چار نے جمع کیا تھا اور جمع کے معنی لغت مین یکجا اور اکٹھا کرنے کے ہین بخاری مین ہے۔ ان علینا جمعہ وقرانہ تالیف بعضہ الی بعض فاذا قرأناہ فاتبع قرانہ فاذا جمعناہ والفناہ فاتبع قرانہ ای ما جمعہ فیہ ویقال لیس لشعرہ قران ای تالیف۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ یا حضرت ابوبکرؓ کو جامع القران مشہور کرتے ہین۔ انس کے اس کلام کا حاصل صرف یہ ہو کہ ان چار نے عہد مبارک مین قرآن کو لکھکر جمع کیا تھا جیسا۔ اسی حدیث مین انس کے اس کہنے سے ثابت ہوتا ہے نہ ابو زید کے مرنے کے بعد چونکہ اونکی اولاد مین کوئی نہ تھا اور مین انکا رشتہ دار تھا اس لئے انکا قرآن مجھے ترکہ مین ملا اور مین اوسکا وارث ہوا۔ حدیث بخاری کے الفاظ یہ ہین۔ قال مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القران غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ بن جبل۔ وزید بن ثابت وابو زید۔ قال ونحن ورثناہ۔ یعنی آنحضرت کا انتقال ہوا اور ان چار کے سوا کسی نے قرآن جمع نہین کیا تھا۔ ابو الدرداء۔ معاذ۔ زید۔ ابو زید اور ابو زید کے قرآن کا وارث مین ہوا جو انسؓ کے اس کلام سے یہ سمجھتے ہین کہ ان

ور بلاد اسلامیہ مین اونہین تعلیم قرآن کے لئے بھیجون۔ حضرت موسیٰ اشعری نے تنہا اپنے یہان سے تین سو۔۔ کچھ اوپر کی فہرست دی۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۷)

نساء (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (۳) ام سلمہ رضی اللہ عنہا (۴) ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا۔ ابوداؤد مین ہے۔ وکانت قد قرأت القرآن (باب امامۃ النساء) یعنی ام ورقہ نے پورا قرآن پڑہا تھا۔

نمبر ۱۹ سے اخیر تک کے نام۔ ابن حجر نے بخاری کے شرح مین اور علامہ عینی نے شرح بخاری مین اور اتقان مین علامہ سیوطی نے معہ حوالہ نقل کئے ہین۔ علامہ ذہبی طبقات القراء مین لکھتے ہین۔ فاما من حفظ کلہ منہم وعرض علی النبی صلی اللہ علیہ فجماعۃ من نجباء اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتدبوا لاقرائہ وانتصبوا لہ دائبہ فکان من جملتہم سبعۃ ائمۃ اعلام وارت علیہم اسانید القرآن یعنی صحابہ مین جن کو پورا قرآن یاد تھا اور آنحضرت کو بھی اونہون نے تمام سنایا تھا وہ جلیل القدر صحابہ کی ایک ایسی جماعت تھی جو قرآن کو پڑہاتی تھی منجملہ اون ہی کے قراء سبعہ بھی ہین جنکے سند سے آج تک قرآن تمام بلاد اسلامیہ مین پڑہا یا جاتا ہے علامہ ذہبی کے جو فن تاریخ مخصوصاً رجال کے بڑے ماہر ہین اور صحابہ کے حالات سے بڑے واقف ہین اور تذکرۃ الحفاظ ان ہی کی ہے اس کلام سے ثابت ہوا کہ صحابہ مین بہت سے صحابی وہ تھے جو قرآن کے حافظ تھے اور محض حافظ ہی نہ تھے بلکہ آنحضرت کو بھی پورا قرآن سنایا تھا اور پھر انہی سے تمام دنیا مین قرآن شائع ہوا آج جو قرآن پڑہا جاتا ہے یہ وہی ہے جو ان صحابہ نے پڑہایا ہے اور انکو آنحضرت نے۔۔۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن آنحضرت ہی کے عہد مین مرتب تھا امام بخاری وغیرہ نے جو انس سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ابی بن کعب۔ معاذ۔ زید۔ ابوزید۔ ان چار کے سوا کسی نے قرآن

لکھا ہوا قرآن انسؓ کو ملا اور اونکے ترکہ کے وارث انسؓ ہوئے اور یہ اس لئے کہ ابو زید کے بعد کوئی اونکا وارث انسؓ سے قریب تر نہ تھا۔ انسؓ کے اس کلام کے اگرچہ یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ انسؓ ابو زید کے مال کے وارث ہوئے نہ قرآن کے لیکن اس صورت مین انسؓ کا یہ کلام پہلے کلام سے بے تعلق ہوگا اور اس جملہ کو پہلے کلام سے کوئی ربط نہوگا اور وراثت قرآن اگر مراد ہو تو اسمین چارون کے لکھنے پر شہادت ہوگی اور جمع کے معنی کی توضیح ہوگی کہ اس کے معنی لکھنے کے ہین نہ یاد کے اور انسؓ کا یہ مقصود ہوگا کہ ان چارون نسخون مین سے ایک مجھ تک بھی پہنچا تھا جسکو مین نے بچشم خود دیکھا جس سے غرض روایت کی توثیق ہے پھر ظاہر اور مرتبط کلام اور معنی سے گریز کرکے ایسے معنی لینا جو بے تعلق اور غیر مفید ہین اسکی کوئی وجہ نہین۔

(۴) ابی بن کعب۔ ابن مسعود۔ سالم مولی ابی حذیفہ۔ عبد اللہ ابن عمرو بن العاص وغیرہ اون حفاظ مین ہین جنکا نام حفاظ کی فہرست مین سنہرے حرفون مین موٹے قلم سے سرفہرست تھا۔ مدینہ والون مین کوئی ایسا نہین ہوسکتا جو ان کے اس کمال سے ناواقف ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان دیدیا تھا کہ پہلا انہین سے لوگ قرآن پڑہین اور اقرء نا ابی کا خطاب بھی آپ عطا فرما چکے تھے اور ابی کے اس خطاب سے بھی کوئی ناواقف نہ تھا انسؓ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم اور ہر وقت کے حاضر باش تھے تعجب ہے کہ ابی سے واقف نہون اور ایسا کہین کہ ان چارون کے سوا کوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد مین حافظ قرآن نہ تھا۔

(۵) انسؓ کا بہ بیان مختلف ہے۔ قتادہؒ نے اپنی روایت مین چار شخصون کا نام لیا ہے اون مین ابی ہین لیکن ثابت کی روایت مین بجائے ابی کے۔ ابو الدرداء ہین۔ دوسرے قتادہ نے اپنی روایت مین انہین چار مین حصر نہین کیا ثابت نے حصر

چار کے سوا کسی کو قرآن یاد نہ تھا اور نحو امور ذیل پر غور کرنا لازم ہے تاکہ وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہون اور اس فحش غلطی سے محفوظ رہین۔

(۱) جمع کے معنی ضم اور تالیف کے ہین جو کتابت کے ہم معنی ہے نہ حفظ اور یاد کے البتہ حفظ پر جمع کا استعمال مجاز ہی نہ حقیقت اور اصل یہ ہی کہ ہر لفظ کے معنی اول حقیقی ہین کسی وجہ سے حقیقی معنی کا لینا صحیح نہو تو دوسرے مجازی معنی لے سکتے ہین یہان کوئی وجہ ایسی نہین کہ معنی حقیقی جمع کے نہ لین۔ بلکہ معنی حقیقی نہ لینے مین یہ روایت غلط ہوگی کیونکہ حفاظ قرآن صحابہ مین چار کے سوا بہت تھے جیسا کہ علامہ ذہبی بیان کرتے ہین

(۲) اگر جمع کے معنی یہان حفظ کے لئے جائین اور کہا جائے کہ حافظ قرآن چار تھے تو اسوقت ہین انس کا یہ کہنا غلط ہوگا جیسا ہمارے اس بیان سے واضح ہے اور یہ خیال ممکن ہے کہ انس کو ان چار کے سوا کی یاد کا علم نہو سا اور انسؓ نے اپنے علم کے مطابق ان چار کا نام لیا ہو تو اسکے متعلق صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ انس کے اس بیان مین کوئی ایسا لفظ نہین جس سے یہ معلوم ہو کہ انس کو اپنے معلومات کی حکایت اور بیان مقصود ہی نہ ایک واقعی بات کا ظاہر کرنا مقصود ہی اور اگر اس قسم کے معنی کی مورخ کے کلام مین گنجایش ہو اور تاریخ کے یہی معنی ہون کہ مورخ اپنے علم اور معلومات کو ظاہر کرے تو پھر کبھی کسی مورخ سے تاریخی غلطی ممکن نہین ہان یہ ممکن ہی کہ یہ روایت غلط تسلیم کیجائے اس لئے کہ حفاظ قرآن کا چار سے زیادہ ہونا ایسا یقینی اور مضبوط ہی کہ اوس مین کسی قسم کے احتمال اور شک وشبہ کی راہ باقی نہین

(۳) انسؓ کا ابو زید کے متعلق یہ کہنا۔ ونحن ورثناہ۔ یعنی ہم اوس کے قرآن کے وارث ہوئے اس امر کی روشن شہادت ہی کہ انسؓ کی غرض یہ ہی کہ ان چار راویون نے عہد مبارک مین تمام وکمال قرآن لکھکر جمع کیا تھا اور ابو زید کی لکھی ہوئی قرآن کے انسؓ وارث ہوئے کیونکہ انسؓ ابو زید کے رشتہ دار تھے اس لئے ابو زید کا

(۲) وکان ابی یکتب فی الجاھلیۃ قبل الاسلام وکانت الکتابۃ فی العرب قلیلاً۔ طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۵۹ ۔ ابی اسلام کے پہلے سے لکھنا جانتے تھے جبکہ اسکا رواج کم تھا۔

(۳) سعد بن الربیع یکتب فی الجاھلیۃ وکانت الکتابۃ قلیلاً طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۷۷ سعد اسلام کے قبل سے لکھنا جانتے تھے جبکہ اسکا رواج کم تھا

(۴) شھر بن سعد یکتب بالعربیۃ فی الجاھلیۃ وکانت الکتابۃ فی العرب قلیلاً۔ طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۸۳ شہر اسلام کے پہلے سے لکھتے تھے جبکہ اسکا رواج کم تھا۔

(۵) عبد اللہ بن زید یکتب بالعربیۃ قبل الاسلام طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۸۷ ابن زید اسلام کے پہلے سے لکھتے تھے۔

(۶) اوس بن خولی یکتب بالعربیۃ قبل الاسلام طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۱۲ اوس اسلام کے قبل سے لکھنا جانتے تھے۔

(۷) المنذر بن عمرو یکتب بالعربیۃ قبل الاسلام طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۱۳۱ منذر اسلام کے قبل سے لکھنا جانتے تھے۔

(۸) اسید بن حضیر یکتب بالعربیۃ فی الجاھلیۃ طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۱۳۶ اسید کفر ہی کیوقت مین لکھنا جانتے تھے۔

(۹) سعد بن عبادہ کان فی الجاھلیۃ یکتب بالعربیۃ طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۱۴۲ سعد کفر ہی مین لکھ لیتے تھے۔

(۱۰) رافع بن مالک[1] من الکملۃ وکان الکامل فی الجاھلیۃ الذی

[1] رافع اہل کمال سے تھے اور اسوقت کامل وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو لکھنا جانتا ہو اور تیرنے اور تیر اندازی مین کمال رکھتا ہو۔

کیا ہے۔ دونون روایتین بخاری مین موجود ہین۔ باقی انسؓ کا ان چار کو خاص کرنا اور یہ کہنا کہ انہی چار نے قرآن لکھا تھا حالانکہ اور بھی صحابہ ایسے تھے جنہون نے پورا قرآن لکھا تھا اسکی مفصل بحث آیندہ معلوم ہوگی۔

قرآن کی کتابت

یہان تین امر قابل بحث ہین (۱) قرآن کے لکھوانے مین جن امور کی ضرورت تھی وہ آلات اوسوقت تھے یا نہین (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین یہ امر ضروری تھا یا نہین کہ مسلمان قرآن کو تمام و کمال لکھتے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود تمام قرآن کو لکھواتے (۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اوسوقت کے مسلمانون نے قرآن کو لکھا یا لکھوایا تھا یا نہین۔

(۱) عہد نبوی مین آلات کتابت کا ہونا۔ کتابت مین دو امر کا ہونا ضروری ہے اول ایسے اشخاص جو لکھنا پڑہنا جانتے ہون دوسرے وہ شے جسپر لکھا جاسکے عرب مین گو کتابت کا فن کم تھا اور اسکا زیادہ رواج نہ تھا لیکن اہل مکہ مین کچھ آدمی اسکو ضرور جانتے تھے اور اور جگہون سے یہان اسکا رواج زیادہ تھا طبقات ابن سعد ج ۱ قسم ۲ ص ۱۴ مین ہے کہ اہل مکہ کتابت جانتے تھے۔ اور اہل مدینہ واقف نہ تھے علامہ شبلی کے الفاروق مین ہے کہ صرف قریش مین ۱۷ آدمی لکھنا جانتے تھے غرض مسلمانون مین بہت سے وہ لوگ تھے جو اسلام کے پہلے سے لکھنا پڑہنا جانتے تھے۔ یہان طبقات ابن سعد سے بعض کے نام ہم بھی لکھتے ہین۔

(۱) ابو عبس بن جبیر امہ عبد الرحمان یکتب بالعربیۃ قبل الاسلام و کانت الکتابۃ فی العرب قلیلاً۔ طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۲۴ - یہ اسلام کے پہلے ہی سے لکھنا جانتے تھے حالانکہ اوسوقت اسکا رواج کم تھا۔

کی زندگی مین ضرور ایک جماعت اون لوگون کی تیار کی جنکو لکھنا پڑہنا آتا ہو مکہ کی زندگی کو اسلام کے لئے نہایت بڑا اطمینانی اور خطرے کی تھی جس مین ایک لمحہ کے لئے بھی وہ بے خوف اور امن مین نہ تھے اس لئے وہ اس کو اگرچہ پوری ترقی نہین دے سکتے تھے اور نہ کسی ضابطے مین اسکو لا سکتے تھے۔ مگر یہ بھی ناممکن ہے کہ بالکل وہ اس سے غافل رہے ہون اور اسکے جانب سے بے اعتنائی کی ہو۔ اسکا پتہ ہمین اس سے بخوبی چلتا ہے کہ مکہ مین ابتدا ہی مین یہ رواج ہو گیا تھا کہ مسلمان قرآن کی تعلیم لکھکر دیتے تھے اور لکھی ہوئی قرآن کو لوگ پڑہتے تھے۔ دیکھو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے مین مورخین لکھتے ہین کہ انکے بہن اور بہنوئی کو ایک صحابی لکھی ہوئی قرآن سے تعلیم دے رہے تھے۔ مگر جسوقت سے اسلام نے اپنی جگہ بدلی اور بجائے اسکے مدینہ مین اپنا دار الخلافہ قرار دیا اوسوقت سے چونکہ بتدریج اوس نے امن اور اطمینان کی زندگی مین قدم رکھا اور رفتہ رفتہ اونکا خوف واندیشہ اطمینان اور امن سے بدلتا گیا اسی لئے صاحب شریعۃ اسلامیہ فی بیان پہنچکر تعلیم کتابت کا بھی باضابطہ انتظام فرمایا اور عبد اللہ بن سعید بن العاص کو جنکا خط اچھا تھا اور عمدہ لکھتے تھے اس کام پر مقرر کیا کہ لوگون کو لکھنا بتائین۔

غزوہ بدر مین کفار مکہ سے جنکو مسلمانون نے گرفتار کیا تھا کچھ نے تو اپنی طرف سے فدیہ دیا اور اس طرح اونہون نے رہائی حاصل کی لیکن جن کے پاس کچھ دینے کو مال نہ تھا اونکی رہائی کے لئے یہ قرار پایا کہ انمین جو عمدہ لکھنا جانتے ہین اون مین سے ہر ایک مسلمانون کے دس دس لڑکون کو اپنے ذمہ لے اور اونہین لکھنے کی تعلیم دے اور خطاطی سکھائے چنانچہ اسی تجویز کے مطابق ہر ایسے شخص نے جسے اس فن مین کمال اور ملکہ تامہ تھا اپنے ذمہ دس دس بچون کو لیا اور اس کی انہین تعلیم دی اور اونہون نے اپنے متعلقہ کام کو انجام کو پہنچا دیا

یکتب ویحسن العوم والرمی وکان رافع کذلک وکانت الکتابۃ فی القوم قلیلاً۔ طبقات قسم ثانی ج ۳ ص ۱۴۸

علاوہ ان دس کے اور بھی صحابہ مین بہت سے تھے جو لکھنا اسلام کے پہلے سے جانتے تھے جنمین خلفاء اربعہ بھی ہین اب اسکے بعد یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سب مین اول جو نازل ہوا تھا اوسمین یہ بھی ہے اقرء وربک الاکرم الذی علم بالقلم وعلم الانسان مالم یعلم۔ یعنی خدا ایسا کریم ہے جس نے تحریر کے ذریعہ سے وہ باتین بتلائین جنکا اوسکو علم نہ تھا۔ یہان مسلمانون کو سب مین پہلے اس انعام پر توجہ دلائی گئی کہ اونکو لکھنا بتلایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کے تمام کمالات مین یہ اعلیٰ اور مقدم ہے اور اسی آیتہ سے یہ بھی قطعاً ثابت ہے کہ مسلمانون کو سب مین پہلے اسی کو حاصل کرنا چاہیئے اور وہ تحریر کو اورون سے پہلے حاصل کرین ہجرت کے قبل مکہ مین مسلمانون نے اس حکم کی تعمیل کی یا نہین اگرچہ تاریخی صفحات اس کے جواب مین ساکت ہین لیکن جبکہ ہمین معلوم ہے کہ لکھنا پڑھنا ایسا کمال ہے کہ ہر انسان مین فطرتی اسکا ذوق اور میلان ہے اور مکہ مین ایسے آدمی خود اہل اسلام مین بھی تھے جو اسکو جانتے تھے پھر ایسی صورت مین مذہب کی طرف سے بھی جب مسلمانون کو اسکا حکم ملے تو اب ہمارے پاس کوئی سند ایسی نہین ہے جس کی رو سے یہ کہا جائے کہ مسلمانون نے اسطرف توجہ نہین کی خصوصاً جبکہ خود تاریخ ہی ہمین بتاتی ہے کہ مسلمانون نے باوجود کشاکشی۔ اور سخت رکاوٹ۔ اور مصائب برداشت کرنے کے اپنی مذہبی امور کی کامل پابندی کی۔ جو لوگ واقعات پر اون کے اسباب وعلل کی راہ سے پہنچتے ہین اور فی الحقیقت یہ راستہ نہایت پر امن اور بلا خوف وخطر ہے جس سے منزل مقصود بہت قریب ہوجاتی ہے۔ ایسے لوگون کے لئے یہان یہ رستہ کھلا ہوا ہے اور یہان سے وہ اس امر پر نہایت آسانی سے پہنچ سکتے ہین۔ کہ اسلام نے اپنے مکہ

ہین جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا کام لیا کرتے تھے اور کیا یہ ممکن نہین ہو کہ انکے علاوہ بھی ایسے ہون جو لکھنا جانتے ہون اب قرآن نہ لکھنے کے لئے یہ عذر نہین ہو سکتا کہ کوئی شخص اوسوقت لکھنا نہین جانتا تھا کیونکہ اوسوقت اونکی کافی تعداد تھی۔ رہا آلات کتابت مین سے دوسری شئے یعنی وہ چیز جسپر قرآن لکھا جاتا وہ بھی اوسوقت مین تھی یا نہین اس مین شک نہین کہ کاغذ اوسوقت عرب مین رائج نہ تھا۔ کاغذ کے ایجاد کی ابتدا تاریخ سے معلوم نہین ہوتی مگر زیادہ مورخین کا خیال ہے کہ عیسوی سال کے دو سال قبل چین مین اسکا رواج پایا گیا ہے اس کے بعد چین ہی سے تمام دنیا مین پہنچا۔ سب سے پہلے چین سے عرب مین آیا اور فضیل بن یحیٰی برمکی یا حجاج[1] بن یوسف کی رائے سے عرب مین بنایا گیا اور پھر عرب سے دیگر بلاد مین گیا بہرحال کاغذ زمانہ نبوت اور خلافت راشدہ مین نہ تھا اور یہ جو فہرست ابن ندیم مین ہے کہ محمد بن اسحاق نے اپنے ایک دوست کے کتب خانہ مین یحیٰی بن یعمر کے ہاتھ کی کچھ نحوی مسائل کاغذ پر لکھے ہوئے دیکھے اور یہ وہ مسائل تھے جنکو ابوالاسود دئلی نے جمع کیا تھا۔ اسکے نسبت اول تو محمد بن اسحاق کا یہ خیال ہو کہ وہ چینی کاغذ پر تھا دوسرے یہ صحابہ کے بعد مین ہو کیونکہ یحیٰی بن یعمر صحابی نہین ہین۔ اس کے علاوہ اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ صحابہ کے عہد مین کاغذ تھا تو وہ ہمارے لئے اور زیادہ مفید ہو جس سے کاغذ کا ہونا آنحضرت کے یا صحابہ کے عہد مین ثابت ہوگا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ کاغذ اوسوقت مین نہ تھا تو کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوسوقت کوئی دوسری شئے بھی ایسی نہ تھی جو کاغذ کا کام دیتی تاریخ سے جو واقف ہین وہ جانتے ہین کہ چین کے سوا دنیا مین عظیم الشان کتب خانہ عہد نبوی کے قبل اور اوس وقت مین بھی تھے اور خود

[1] کلوپیڈیا مین ہے کہ ۷۰۴ھ مین کاغذ عرب مین آیا اور یہ زمانہ حجاج بن یوسف کا ہے ۱۲۔

تو رہا کرنے گئے۔ منجملہ اون لڑکون کے جنہون نے اسوقت مین خطاطی سیکھی تھی زید بن ثابت بھی ہین[۱]۔ اور اسوقت مسلمانون نے بدرجہ اس مین ترقی کی کہ عورتون کو بھی لکھنے کی تعلیم دینے لگے۔ ابو داؤد مین ہے عن الشفاء بنت عبد اللہ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا عند حفصۃ فقال لی الا تعلمین ھذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیھا الکتابۃ (کتاب الطب) شفا عبد اللہ کی لڑکی کہتی ہین کہ آنحضرت میرے پاس تشریف لائے اور مین حضرت حفصہ کے پاس تھی اور مجھسے فرمایا کہ تو نے اس کو جو چنٹی کے کاٹنے کا رقیہ یعنی دعا کیون نہ بتا دی جس طرح کہ اسکو لکھنا سکھایا ہے اب خیال کرو کہ آپ کے عہد ہی مین اس قدر اسمین ترقی ہوئی کہ مردون کے علاوہ عورتین بھی اسکو جانتی تھین اور اونمین بھی اسکا رواج ہوگیا تھا۔ اور عربی کے علاوہ بھی دوسری زبانون مین لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ چنانچہ انہین زید کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبرانی کے لکھنے پڑھنے کے سیکھنے کو فرمایا اور سوا اون لوگون کے جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دلائی اور لکھنا سکھایا تھا اور بہت سے ایسے لوگ بھی مسلمان ہوئے تھے جو پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے مثل علماء یہود اور نصاری کے غرضکہ اسوقت مسلمانون مین بہت بڑی جماعت وہ تھی جو بخوبی لکھ پڑھ سکتی تھی اور اس مین پوری مہارت تھی ابن عبد البر نے استیعاب کی پہلی جلد مین ایسے چوبیس[۲۴] لوگون کے نام لکھے ہین جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے پڑھنے کا کام لیتے تھے۔ ابی[۱] بن کعب۔ زید[۲] بن ثابت۔ عبد اللہ[۳] بن سعد۔ ابو بکرؓ[۴] عمرؓ[۵] عثمانؓ[۶] علیؓ[۷]۔ زبیر[۸] بن العوام۔ خالد[۹]۔ آبان[۱۰]۔ سعید[۱۱]۔ حنظلہ[۱۲]۔ علاء[۱۳]۔ خالد[۱۴] بن ولید۔ عبد اللہ[۱۵] بن رواحہ۔ محمد[۱۶] بن مسلمہ۔ عبد اللہ[۱۷] بن عبد اللہ بن سلول۔ مغیرہ[۱۸] بن شعبہ۔ عمرو[۱۹] بن العاص معاویہ[۲۰] بن سفیان۔ جہیم[۲۱] بن الصلت یعقوب[۲۲] بن فاطمہ۔ شرحبیل[۲۳] بن حسنہ۔ عبد اللہ[۲۴] بن ارقم الزہری۔ یہ تو وہ لوگ

[۱] طبقات ابن سعد۔ مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۴۱

کہ ۸۵ھ مین حجاج نے کاغذ کو استعمال کیا اس کے قبل عہد نبوت سے لیکر ۸۵ھ تک اسکا پتہ نہین چلتا کہ خلفاء اربعہ نے اپنے وقت مین لکھنے کیواسطے کسی ایسی شے کا ایجاد یا استعمال کیا ہو جو زمانہ نبوت مین نتھی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے کاغذ ہوقت تک برابر وہی شے مستعمل تھی جو پہلے سے رائج تھی اور ہوقت عرب مین ایسی شے موجود تھی جسپر کاغذ کیطرح لکھا جاسکے۔ کیونکہ خلیفہ اول نے عہد نبوت کے کچھ ہی روز بعد قرآن لکھوایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی قرآن لکھا ہوا تھا[۱] عبداللہ بن عمرو[۲]۔ اور حفصہ ام المومنین کے پاس بھی تھا[۳] حنظلہ کہتے ہین کہ مین طاؤس کے ہمراہ اوس قوم پر گذرا جو قرآنون کو بیچتے تھے اسپر طاوس نے انا للہ پڑہا[۴] فاروق اعظمؓ کے پاس بھی قرآن تھا[۵] ناجیتہ الطفاوی صحابی کا یہی کام تھا کہ وہ مصحف لکھا کرین[۶] ایک شخص[۷] نے قرآن مین ہر ایک آیتہ کے ہمراہ اوسکی تفسیر بھی لکھی خلیفہ دوم نے اس مصحف کو ضائع کرادیا خلیفہ موصوف نے نیز ایک اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ قرآن باریک قلم سے لکھا ہے اوسے تنبیہ کی اور فرمایا کہ قرآن کی عظمت چاہئے۔ عقبہ بن عامر صحابی کا لکھا ہوا قرآن ابن یونس نے مصر مین دیکھا ہے[۸] حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ایک مصحف مطلا دیکھا تو فرمایا قرآن کی بہتر زینت تلاوت ہے[۹] رسول[۱۰] خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مصاحف لٹکے ہوئے دیکھے تو فرمایا تہین یہ فریب ندین خدا ایسے شخص کو عذاب

---

[۱] بخاری کتاب الاذان و فضائل القرآن [۲] طبقات قسم ۲ ج ۴ ص ۱۱ [۳] طبقات قسم ۲ ج ۵ ص ۲۲ [۴] طبقات قسم ۲ ج ۴ ص ۱۳
[۵] استیعاب قسم ۲ ج ۱ ص ۲۸۸ [۶] استیعاب قسم ۲ ج ۱ ص ۳۱۵ [۷] یہان سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم کے عہد مین اس قدر رواج ہوگیا تھا کہ قرآن کے سوا تفسیر بھی لکھتے تھے اور لکھنے کی شے کافی اوس وقت مین تھی [۸] ذہبی ج ۱ ص ۳۳۶ [۹] کنز العمال ج ۱ ص ۳۳۱ [۱۰] اس واقعہ سے نہایت واضح طور سے یہ امر روشنی مین آجاتا ہے کہ آنحضرت کے عہد مین بہت سے صحابہ نے قرآن لکھے تھے مگر لکھنے کے سوا آپ یاد اور حفظ کی تاکید بھی فرماتے تھے۔

عرب مین جی توریت و انجیل یہود و نصاری کے پاس لکھی ہوئی تھی - عرب مین لکھنے کا رواج تھا باہمی خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ فہرست ابن ندیم مین ہے قال محمد بن اسحاق کان بمدینۃ الحدیثۃ رجل یقال لہ محمد بن الحسین و یعرف بابن ابی بعرۃ جماعۃ للکتب بخزانۃ لم ار لاحد مثلھا کثرۃ تحتوی علی قطعۃ من الکتب العربیۃ فی النحو و اللغۃ و الادب و الکتب القدیمۃ فاخرج لی قطعا کبیرا فیہ نحو ثلثمائۃ رطل جلود رقاق و صکاک و قراطیس مصر و رق حیری و رق شامی و جلود آدم و رق خراسانی فیھا تعلیقات من العرب و قصائد مفردات من اشعارھم و شیء من النحو و الحکایات و الاخبار و الاسماء و الانساب و غیر ذلک من علوم العرب و رئیت و ایدل علی ان النحو عن ابی الاسود ما ھذا حکایتہ و ھی اربعۃ اوراق احسبھا من ورق الصین ترجمتھا ھذا فیما کلام فی الفاعل و المفعول من ابی الاسود بخط یحیی بن یعمر ص ۴۱ محمد بن اسحاق کہتے ہین کہ ایک شخص محمد بن حسین نامی جو ابن بعرہ کے نام سے مشہور تھا اور - کتابون کے جمع کرنیکا بہت شائق تھا اسکے پاس ایک ایسا کتب خانہ تھا کہ اس قدر کثیر کتابین مین نے کسی دوسرے کے کتب خانہ مین نہین دیکھین جن مین نحو لغت ادب اور کتب قدیمہ کا حصہ بھی تھا جب مین اسکا کتب خانہ دیکھنے گیا تو اسنے ایک صندوق کتابون کا ایسا نکالا جس مین قریب چار من کے کتابین مختلف اشیاء پر لکھی ہوئی تھین کچھ توجلد پر کچھ مصری کاغذ پر کچھ ہرن کی جلد پر کچھ تہامی اور خراسانی اوراق پر ان مین بعض عرب کی تعلیقات تھی اور بعض قصائد مفردہ اور کچھ نحوی مسائل اور کچھ تاریخ وغیرہ اور یحیی بن یعمر کے ہاتھ کے نحو کے چند مسائل کاغذ پر لکھے ہوئے دیکھے غالبًا یہ چین کا کاغذ تھا - ہن کے سوا بھی یہ بات قابل لحاظ ہے

کہ اسوقت بھی بڑے سے بڑے مال دار ہے ناممکن ہے۔

(۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین یہ ضروری تھا یا نہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز مسلمان قرآن کو پورا لکھتے۔

قرآن مسلمانون کے اعتقاد مین آسمانی کتاب ہے جسپر اونکے مذہب کی عمارت قائم ہے اسلام کا دارمدار اور اوسکی بنیاد قرآن ہے۔ یہی قرآن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا زندہ نشان ہے اور اسلام کی حقانیت کا روشن آفتاب اسلام کے احکامات اور ہدایات کا سرچشمہ اور منبع قرآن ہی ہے اور اسی کی تبلیغ کیواسطے آپ دنیا مین بھیجے گئے اور اسی کی اشاعت اور تعلیم آپکا اصلی منصب اور کام تھا۔ اس لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز ہر ایک مسلمان کا فرض اولی یہ تھا اور ہے کہ قرآن کی پوری اور کامل حفاظت کرے۔ کیونکہ اسلام کی موت وحیات اور اوسکا بقا صرف قرآن کی حفاظت پر منحصر ہے۔ قرآن کی حفاظت اسلام کی حفاظت ہے اور قرآن کی موت اسلام کی موت ہے اور مسلمان دنیا مین جس قدر پھلے پھولے وہ قرآن کے وجہ سے اگر وہ اپنی مذہب کی اشاعت کر سکتے ہین تو قرآن کی وجہ سے اگر اون کے ہاتھ مین صداقت کا کوئی نشان ہے تو وہ قرآن ہے۔

اب ایسی صورت مین یہ ناممکن ہے کہ عہد اول کے مسلمانون نے قرآن کی حفاظت مین کسی قسم کی کمی کی ہو اور قرآن کی حفاظت کی جو اسباب اور وسائل ہین اون سے کسیکو چھوڑا ہو کیونکہ موافق اور مخالف دونون کو یہ اقرار ہے اور تاریخ بھی اس پر گواہ ہے کہ اپنے مذہب کی حفاظت اور حمایت مین جو کارنمایان مسلمانون کی ہین اللہ جان۔ مال۔ راحت وآرام کی جسقدر۔۔۔۔۔۔۔۔ قربانیان مسلمانون نے کین اور جو زحمت کرنیوالونکا جو مقابلہ اہل اسلام نے کیا کوئی مذہب اسکے مقابلہ مین اپنے فرزندون مین

ند یگا جسے قرآن یاد ہو[۱] حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مصحف کو باریک قلم سے لکھ کر چھوٹا نکرو[۲] عبداللہ بن نافع سے حضرت ام سلمہؓ نے قرآن لکھوایا[۳] ابوالدرداء صحابی کے ہمراہ خلافت عمری مین دمشق سے ایک گروہ آیا تاکہ وہ اپنا اپنا لکھا ہوا قرآن۔ اُبی۔ زید۔ علی وغیرہ اہل مدینہ کو دکھائین[۴]

اب اگر کوئی شے کاغذ کے سوا عرب مین نہوتی تو پھر اس قدر کثرت سے مصاحف کا لکھا جانا کیونکر ممکن تھا اصل یہ ہو کہ اوس زمانہ مین چمڑے یا کپڑے پر روغن دیگر بجائے کاغذ کے استعمال کرتے تھے جیسا علامہ ابن خلدون مغربی نے اپنی تاریخ کے مقدمہ مین لکھا ہے اب اس امر مین کسی قسم کا شبہ نہین ہے کہ عہد نبوت مین لکھنے والے اور وہ شے جسپر لکھا جائے موجود تھی اور لکھنے والے بھی ایک دو نہین بلکہ سیکڑون کی تعداد مین تھے اور وہ صحف ہی جسپر لکھتے تھے بکثرت ملتے تھے اور یہ خیال کہ صحف اگرچہ اوسوقت مین تھے لیکن عرب مین اونکا رواج نہ تھا خلفاء کے زمانہ مین جب فتوحات ہوئین اور مسلمان دوسرے ملکون مین گئے تو وہان سے صحف لائے اور عرب مین ہون بھی تو ممکن ہو کہ وہ اسقدر قیمتی ہون جسے مسلمان اپنے افلاس کے وجہ سے استعمال نکرتے ہون۔ گو ایک ناواقف کو ہو لیکن جس نے تاریخ دیکھی ہے وہ کبھی ایسا لغو خیال نہین کر سکتا کیونکہ ظاہر ہی کہ خلیفہ اول نے اپنے عہد مین ابتدا ہی مین قرآن کو صحیفون مین لکھوایا اور اسوقت تک مسلمان کسی ایسے نئے ملک مین داخل نہین ہوئے تھے جہان پہلے سے انکی آمد و رفت نہ تھی بلکہ اسوقت تک اونہین ملکون مین داخل ہوئے تھے جن مین قبل سے عربون کی آمد و رفت اور تجارت وغیرہ تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہجرت کے بعد سے بہت سے ملک اسلامی سایہ مین پناہ لے چکے تھے۔ اور اب مسلمانون کی ایسی حالت نہین رہی تھی کہ وہ صحیفون کی قیمت نہ رکھتے ہون بلکہ مین کہہ سکتا ہون کہ صحابہ مین بعض وہ بھی تھے جو بڑے مالدار تھے اور ابتدا سے ہی اسلام کے حامی اور ناصر تھے جنہون نے تنہا مسلمانون کی ایسی امداد کی

[۱] کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۱ [۲] کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۱ [۳] کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۲ [۴] کنز العمال ج ۱ ص ۲۷۲ - ۱۲

حالت مین آنحضرت وحی الہی اور قرآن کو محض حافظہ کے حوالہ نہین فرما سکتے تھے یہ تو ایک معمولی شخص سے بھی بعید ہے اور آپکی شان تو نہایت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

ابو داؤد مین ہے۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مین بھول ہوئی ایک صحابی کے۔ یاد دلانے پر آپنے سجدہ سہو کرنے کے بعد فرمایا۔ انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی۔ تمہین جس طرح بھول ہوتی ہے مجھ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ مین بھی انسان ہون جب مجھ سے بھول ہوا کرے یاد دلادیا کرو۔

ایک علہ بار صبح کی نماز مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آیتین درمیان سے چھوڑ دین اور اونہین بھول گئے۔ نماز کے بعد کسی صحابی نے عرض کیا کہ فلان فلان آیات آپنے نہین پڑہین فرمایا۔ یاد کیون ندلایا۔ بخاری مین ہے ۔۔ ایک شخص کو مسجد مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا خدا اوسکو جزاء خیر دے اِس نے مجھے فلان سورت کی فلان آیت یاد دلادی جسکو مین بھول گیا تھا (کتاب الشہادت)۔

اس کے علاوہ بے انتہا واقعات گذشتہ اور موجودہ ایسے ہین جو انسان کی بھول چوک اور خطا کی بیّن شہادت ہین اور جس سے کسیکو انکار نہین ہوسکتا اب جبکہ انسان کی یاد اور حافظہ متہم ہے اور پورے اعتماد اور وثوق کے لائق نہین ہے تو کوئی فہمیدہ انسان محض اسیکو سند نہین بنا سکتا اور کسی کتاب کے حفاظت کا ذریعہ تنہا اسے قرار نہین دے سکتا۔ ہان اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ

علہ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ مین قرآن کے حفاظ تھے اور مسلمانون کو ہس کی ضرورت تھی اور ہے۔ ٢ استیعاب ج ١ ص ٢٧ ۔

کسی کو ایسا پیش نہین کرسکتا جس نے مسلمانون کی طرح سے اپنے مذہب کے لئے ایثار کیا ہو۔ اور کوئی اہل اسلام کے سامنے اس میدان مین آگے نہین بڑھ سکتا۔

بانی اسلام کے تمام اقوال و افعال کا مجموعہ مسلمانون نے جس طرح طیار کیا اور اوسکی تنقید اور تصحیح کی کیا کوئی مذہب اسلام کے سوا بھی اپنے بانیون کی ایسی مکمل اور منضبط تاریخ لاسکتا ہے بس جس مذہب نے اپنے مذہب کے بانی کے اقوال اور افعال کی اسقدر حفاظت کی ہو کہ اوسمین وہ خود بھی اپنے نظیر ہو تو کیا خطرہ کے طور پر بھی یہ بات خیال مین آسکتی ہے کہ اوس نے آسمانی کتاب کی حفاظت مین کسی قسم کا قصور کیا ہوگا یا اوس کا ایک حرف یا نقطہ بھی ضائع ہونے دیا ہوگا۔ اب یہ امر البتہ تنقیح طلب ہے کہ کسی کتاب یا کلام کے کامل حفاظت اور پوری حمایت کا کیا ایسا ذریعہ ہو جو لائق اعتبار ہو اور جسپر ایسا وثوق اور اعتماد ہوسکے جس مین تمام شک و شبہات کے راستے بند ہوجائین اور عین الیقین کے اول درجہ پر ہو۔

کتابون وغیرہ کے حفاظت کے دو طریقے ہین اول یہ کہ اون کو سینہ کے صفحات مین جگہ دیجائے اور اس مین انکو بند کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قرطاس مین اونہین جمع کرکے محفوظ رکھا جائے اسمین شبہ نہین ہے کہ پہلی صورت بھی (یعنی یہ کہ کتاب لوگ یاد کرلین) حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لیکن انسان خواہ وہ کیسا ہی حافظہ قوی اور مستحکم رکھتا ہو مگر بھول چوک سے جو انسان کے لوازمات سے اور اوکے خواص سے ہے کبھی پاک اور بالکلیہ جدا نہین ہوسکتا اور اسمین کسی کی کوئی تخصیص نہین بلکہ تمام انسان اس مین یکسان شریک ہین خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا فلاسفر ہو یا عامی۔ اب مین یہان چند واقعات ایسے لکھتا ہون جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو اور نسیان کا ہونا ظاہر ہو اور نیز اس سے یہ نتیجہ بھی بسہولت حاصل ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کو خود سہو اور نسیان ہوا تو ایسی

نہین ہوسکتا - یا کسی شخص کو خود کسی وقت اپنے یاد مین شبہ ہوجائے تو تحریر سے وہ اپنے شبہ کو رفع کرسکتا ہے اس لئے بھی تحریر نہایت ضروری ہے (۲) دوسرے حفظ اور یاد ایسا خزانہ اور سرمایہ ہی جس سے انسان خود فائدہ اوٹھا سکتا ہے یا وہ لوگ جو اوس کے پاس ہون اور جو اوس سے جدا ہین یا بعد مین ہون وہ اس سے نفع نہین اوٹھا سکتے - کیا آج دنیا مین بے انتہا ایسے واقعات نہین ہین جو یاد اور حافظہ کے ساتھ ہی زمین مین مدفون ہین اور واقفیت کے تمام ذرائع دہان بیکار و معطل ہین اگر وہ سینہ سے نکلکر سیاہ لباس مین صفحات پر متمکن ہوتے جسپر ہر شخص کی نگاہ پڑسکتی اور اونکو دیکھتا تو آج کیون وہ گمنامی کے ایسے تاریک غار مین ہوتے جس سے نکالنا انسان کی قدرت سے باہر ہے اور نہ وہان کسی قسم کی روشنی پہنچ سکتی ہے اس لئے بھی انسان کو تحریر کی سخت ضرورت ہے اگر انسان کا حافظہ اور یاد ہی کامل کفالت کرتی اور اس بار کی متحمل ہوتی اور امانت کا پورا پورا حق ادا کرتی تو پھر بھی تحریر کی اسلئے ضرورت پڑتی اگر غور سے دیکھا جائے تو حفظ اور تحریر کی موجد یہی ضرورت ہے -

اب جب یہ معلوم ہوگیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر یہ امر نہایت ضروری اور اونکا پہلا فرض یہی تھا کہ وہ قرآن کی حفاظت کرین اور چونکہ بلا تحریر یقینی اور کامل حفاظت ناممکن ہی اسلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز صحابہ پر فرض تھا کہ وہ قرآن کو پورا اس طرح پر لکھواتے جس سے اوسکا ہر لفظ اور نقطہ محفوظ ہوجاتا - اور نیز جو امور قرآن مین داخل ہین مثلاً الفاظ یا اعراب کی صحت آیتون کی ترتیب سورتون کی ترتیب یہ تمام بھی اوسی طرح محفوظ رہین جس طرح اوس مین داخل ہین اب اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد مین تمام قرآن کو کامل اوسی ترتیب سے جیسا وہ ہے نہ لکھواتے تو ضرور سمجھا جاتا

قرطاس سے بھی کام لیا جائے اور جو نقش سینہ کے صفحون پر کیا جائے وہی قرطاس پر بھی جمایا جائے - یہ نقش واقعی قابل وثوق اور معتبر اور یقینی ہوگا - اسلئے دنیا مین ہر ملک و ملت مین عام طور سے اسکا رواج ہے کہ جب کسی شئے کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے اور اسکو زیادہ مستحکم اور مضبوط اور قابل اطمینان کرنا منظور ہوتا ہے تو اوسکو لکھ لیتے ہین چنانچہ قرآن نے بھی ایسے معاملات کے لکھنے کا حکم دیا ہے جنکا یاد رکھنا ضروری ہے اور انکو محض یاد پر نہین چھوڑا قرآن مین ہے یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل فاکتبوہ - اے مسلمانو اگر تم ادھار کا معاملہ کرو اور اوسکی ادا کے لئے ایک وقت مقرر کرو تو اس معاملہ کو لکھ لو - اس آیت سے چند باتین معلوم ہوئین (۱) یہ کہ مسلمان لکھنا پڑھنا آنحضرت کے عہد مین جانتے تھے (۲) ایسے اشیاء اوسوقت موجود تھین جنپر لکھ پڑھ سکین (۳) جن چیزون کی حفاظت اور یاد رکھنے کی ضرورت ہے - اوسمین محض یاد پر بھروسہ نکرو بلکہ اوسے لکھ لیا کرو اب مسلمانون کو خدا ہی نے یہ حکم دیدیا کہ حفاظت کی چیزون کو لکھو اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمانون کے ہان معاملات دنیاوی سے بہت زیادہ دین کے معاملات کی حفاظت کی ضرورت ہے خصوصاً قران کی تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ خدائی تعالی نے مسلمانون کو یہ حکم دیا کہ قرآن کو ضرور لکھو - اس کے سوا بھی لکھنے مین چند فائدے ... (۱) اول یہ کہ جب انسان سے بھول چوک اور خطا ممکن کیا واقع ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام انسان حافظہ اور یاد مین یکسان نہین بلکہ مختلف ہین بعض کا حافظہ نہایت قوی اور مضبوط ہے اور بعض کا نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور بعض کا متوسط - اب اگر کوئی چیز محض یاد ہی پر چھوڑ دی جائے اور لکھی نہ جائے تو یاد کرنیوالے کسی وقت اگر ہم مین اختلاف کرین اور ہر ایک کو اپنے یاد پر پورا بھروسہ ہو تو اس اختلاف مین حکم اور اوسکا فیصلہ بجز تحریر کچھ

توضہ وری ہدایات لکھوا دیتے آخر وقت مین بھی آپ نے کچھ لکھوانا چاہا تھا تو کیا قرآن کو آپ ضروری خیال نہین فرماتے تھے

تیسرا امر

(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز آپ کے عہد مین صحابہ نے پورا قران لکھا تھا یا نہین

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لکھنا پڑھنا آپ کو نہین آتا تھا اس لئے یہ یقینی ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے قرآن نہین لکھا اور نہ خاص اپنے لئے قرآن کا کوئی نسخہ لکھوایا۔ آپ اگر کوئی نسخہ لکھواتے تب بھی آپ اوس سے متمتع نہین ہو سکتے تھے لکھے ہوئے سے منتفع وہ ہو سکتا ہے جو پڑھ سکتا ہو۔ اب ایسی صورت مین اگر آپ اپنے لئے قرآن لکھواتے وہ بیکار ہوتا جس سے آپ کی شان ارفع تھی۔ تاریخ سے بھی اسکا پتہ نہین چلتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنے متروکات مین قرآن کا کوئی نسخہ چھوڑا ہو یا آپکے پاس کوئی قرآن لکھا ہوا تھا۔ مگر اسی کے ساتھ آپکا یہ خیال ضرور تھا کہ قرآن جو آسمانی کتاب ہے اور قیامت تک کے لئے تمام لوگون کا دستور العمل اور چشمہ ہدایت ہے اسکا حرف حرف اور نقطہ نقطہ محفوظ رہے اور اسکی یہی صورت تھی کہ جسوقت جو آیت نازل ہو۔ اوسی وقت آپ اوسے بعینہ لکھا دین اور اوس آیت کو اوسی جگہ لکھائین جہان کی وہ آیت ہی اور جو لکھے پڑھے ہین وہ اوسے اوسی طور سے لکھین جس طرح سے آپ فرمائین قران اور تاریخ اور تمام کتب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا اوسی وقت آپ صحابہ سے اونکو طلب فرماتے جو لکھنا جانتے تھے اور اونکو وہ آیت لکھا دیتے اور جب وہ لکھ لیتا تو دوبارہ بھی پھر اوسے اوس سے سن لیتے اور وہ صحابی دوسرون کو لکھا دیتا اور اس طرح اکثر صحابہ اوس سے نقل کر لیتے بلکہ یہ بات قران ہی سے ثابت ہے

کہ اونہون نے اپنے کام مین تقصیر کی . . اور کیونکہ آپ خاتم الانبیا ہین روز قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہین اور آپکی رسالت عامہ ہے اور تمام کیلئے ہے خواہ وہ آپکے عہد مین ہون خواہ بعد مین ہون . . . . . قیامت تک جو ہون گے اون تمام کے لئے آپ کی نبوت ہی قرآن مین ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس (بارہ بائیس ۲۲ سورہ سبا رکوع ۳) یعنی ہمنے تمکو تمام خلق کے لئے نبی ٹھہرایا اور یہ اوسی وقت ہوگا کہ آپ اپنے عہد کے اور نیز تمام اون لوگون کیلئے جو آپکے بعد قیامت تک ہون نبی ہون ورنہ آپکے بعد مین کوئی نبی ہو تو پھر اس نبی کے عہد کے لوگون کے آپ نبی نہون گے یعنی تمام خلق کے نبی نہونگے ۔ اب ضرور آپکی تبلیغ بھی عام ہونی چاہئے ۔ اور آپ پر فرض ہے کہ قیامت تک کے لوگون کو آپ تبلیغ کرین اور خدا کا حرف حرف اون تک پہنچاوین اور یہ جب بھی ممکن ہے کہ قرآن بعینہ اپنے بعد محفوظ چھوڑین چونکہ قرآن کا تمام وکمال لکھوا کر اپنے بعد مین چھوڑنا بھی تبلیغ کا جز تھا اس لئے یہ خیال نہین ہوسکتا کہ اس کام کو ویسے ہی چھوڑا ہو اور انجام ندیا ہو اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ قرآن کا لکھوانا واقعی اوسکی حفاظت کی بہتر صورت ہی لیکن رسول خدا کو اسکا خیال نہوا ہو تو اوس کے متعلق محض یہ کہنا کافی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی اور فہم اور فراست ایسی نہ تھی جو آپ ایسی موٹی اور کھلی ہوئی بات کو بھی نہ سمجھتے بلکہ یہ امر مخالفین کو بھی مسلم ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے فلاسفر اور مصلح اور دور اندیش تھے اس کے سوا بھی ہم آپ کے عہد کی بہت سی ایسی مثالین پیش کر سکتے ہین جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اون امور کو لکھوایا جنکی احتیاط اور استحفاظ آپکو مقصود تھا جس طرح صدقہ کے احکام حضرت علیؓ کو لکھوائے عمال کو جب کسی جگہ روانہ فرمایا

بخاری مین براء سے روایت ہے جب قرآن کی یہ آیت (لا یستوی القاعدون الخ) نازل ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا فلان لکھنے والے کو بلاؤ وہ شخص معہ دوات اور شانے کی ہڈی یا تختی کے حاضر ہوا فرمایا اس آیت کو لکھو

عن البراء قال لما نزلت لا یستوی القاعدون من المومنین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا فلانا فجاءہ ومعہ الدواۃ واللوح او الکتف فقال اکتب (بخاری)

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل ہونے کے بعد اسے یادداشت کے طور پر لکھا دیتے تھے جیسے وہ تختی وغیرہ پر لکھکر یادداشت قائم کر لیتے تھے ورنہ یہ ظاہر ہے کہ جس شئے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے لکھتے ہین وہ تختے پر نہین لکھتے۔

اتقان مین مسند امام احمد۔ سنن ابی داؤد۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ ابن حبان مستدرک حاکم سے نقل ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہین۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہ سورتین قرآن کی نازل ہوا کرتی تھین جب کوئی آیت نازل ہوتی آپ اون لوگون سے جو قرآن لکھتے تھے بعض کو بلا کر فرماتے۔ ان آیتون کو فلان سورت مین لکھو

فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعی بعض من یکتب فیقول ضعوا ھولاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا کذا (اتقان عن احمد ابی داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن برابر صحابہ لکھتے تھے اور جس وقت قرآن نازل ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اون لوگون کو طلب فرماتے جو قرآن لکھتے تھے اور اوسیوقت اونہین لکھوا دیتے اور یہ بھی بتلا دیتے کہ یہ آیت فلان سورۃ کی فلان مقام کی ہے اور حسب ارشاد صحابہ اوسے۔ اوسی ترتیب سے لکھ لیتے تھے۔

کہ آنحضرت نے تمام قرآن - لکھوایا اور مخالفین کو بھی اسکا اقرار تھا قرآن پاک مین ہے
قالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرۃ واصیلاً سورہ فرقان
رکوع ۱ جز ۱۹ - یعنی یہ قرآن اگلون کے قصے ہین جس کو آنحضرت نے لوگون کو لکھوایا ہے
اور صبح و شام لوگ آپ کے لکھتے ہین اور پھر اوسکو سناتے ہین - مجمع الزوائد مین ہے -

زید بن ثابت کہتے ہین - رسول خدا صلی اللہ	عن زید بن ثابت قال کنت اکتب
علیہ وسلم وحی کو مجھ سے لکھاتے تھے - نزول	الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وحی کیوقت آپکو نہایت گرانی ہوتی - موتی	وکان اذا نزل علیہ الوحی اخذتہ
کی طرح پسینہ چہرہ سے نمودار ہوتا اور بہت	برحاء شدیدۃ وعرق عرقاً شدیداً
پسینہ آتا جب وحی ختم ہوجاتی مین شانہ	مثل الجمان ثم سری عنہ فکنت
کی ہڈی لیکر حاضر ہوتا - آپ بتلاتے جاتے	ادخل علیہ بقطعۃ الکتف او
اور مین لکھتا مجھے بھی اسکی اسقدر گرانی محسوس	کسرۃ فاکتب وہو یملی علی فاذا فرغ
ہوتی جس سے معلوم ہوتا کہ میرا پیر ٹوٹا جارہا ہے	حتی تکاد رجلی تنکسر من ثقل القرآن
اور مین اپنے پیرون سے اب چل نہ سکونگا	حتی اقول لا امشی علی رجلی ابداً
جب مین لکھ لیتا تو آپ فرماتے کہ اسے سناؤ	فاذا فرغت قال اقرء فاقرءہ فان کان
مین پڑھتا اگر اوسمین کچھ غلطی ہوتی اوسکی	فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی
اصلاح فرماتے پھر اوسے مین لوگون مین لاتا -	الناس - (مجمع الزوائد - ج ۱ صفحہ ۱۵۰) -

زید کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وحی لکھواتے اور اوس مین اسقدر اہتمام کرتے کہ دوبارہ سنتے اگر اوسمین غلطی ہوتی اصلاح کرتے پھر اوسے زید صحابہ مین لیجاتے اور چونکہ زید کا یہ لکھنا محض یادداشت کے لئے ہوتا تھا نہ حفاظت اور جمع کے لئے اس لئے وہ اسوقت ہڈی وغیرہ پر یادداشت کے طور سے لکھ لیتے البتہ حفاظت کے لئے جو صحابہ لکھتے تھے وہ قرطاس پر لکھتے تھے -

لکھنے کی ممانعت فرمادی اور ہمین اسقدر سختی اور تاکید فرمائی کہ اگر کسی نے کچھ قرآن کے علاوہ لکھا ہو تو وہ اوسے مٹادے۔

ابو نضرہ نے ابو سعید صحابی سے کہا جو روایت کرو اوسی لکھا دیا کرو کیونکہ ہمین یاد نہین رہتا ابو سعید نے کہا یہ ہرگز نہین ہو سکتا کیا مین اوسے قرآن بنا دون یعنی قرآن لکھا جاتا ہی اوسے بھی قرآن کی طرح لکھاؤن تم بھی یاد کرو جس طرح ہمنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کیا

عن ابی نضرۃ قال قلت لابی سعید الخدری الا تکتبنا فانا لا نحفظ فقال لا ولن نجعلہ قرانا ولکن احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دارمی)

❊ ❊ ❊

یہان سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ قرآن لکھتے تھے اور قرآن کے سوا کے لکھنے کا صحابہ مین رواج نہ تھا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا قرآن کے لکھنے مین کبھی تو یہ ہوتا کہ جو آیت نازل ہوتی آپ لکھنے والون سے کسی کو بلا کر یادداشت کے طور سے اوسے لکھا دیتے اور وہ دوسرون کو لکھا دیتا اور کبھی خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے اور لکھنے والے آپ کے گرد حلقہ کئے ہوتے اور لکھتے۔

دارمی مین ابن عمرو سے ہی وہ کہتے ہین ایک وقت ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چارون طرف حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے اسمین ایک نے دریافت کیا کہ قسطنطنیہ اور رومیہ سے پہلے کون فتح ہوگا فرمایا پہلے ہرقل کا شہر فتح ہوگا۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال بینما نحن حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکتب اذ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای المدینۃ تفتح اولا قسطنطنیۃ او رومیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بل مدینۃ ہرقل (دارمی ص۶۸)

❊ ❊ ❊

یہان سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مستمرہ تھی کہ قرآن کا جب کوئی حصہ یا آیت نازل ہوتی فوراً بلا توقف اوسے لکھا دیتے اور اوسکی ترتیب بھی بتاتے اور صحابہ مین جو قرآن لکھتے تھے وہ اُسے اوسی وقت لکھ لیتے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ مین ایک ایسی جماعت تھی جو قرآن لکھتے تھے اور اس طریقہ سے آپنے پورا مرتب قرآن لکھا دیا اور صحابہ نے اوسے لکھا اور یہ پورا مرتب قرآن اون صحابہ کے پاس موجود تھا جو قرآن کو تھوڑا تھوڑا حسب نزول لکھتے جاتے تھے۔

دارمی مین ابوسعید اور مسلم مین ابن مسعود سے ہی آنحضرت نے فرمایا قرآن کے سوا مجھ سے کچھ نہ لکھو۔۔۔ اگر کسی نے قرآن کے سوا مجھ سے کچھ لکھا ہو تو مٹا دے۔	عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی شیئا الا القران فمن کتب عنی شیئا غیر القران فلیمحہ (دارمی)

ومسلم عن ابن مسعود۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو قرآن لکھواتے تھے اور صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسے لکھتے تھے اور یہ لکھا ہوا اون کے پاس محفوظ تھا۔ اور یہان سے یہ امر بھی بخوبی روشن ہوگیا کہ وحی کے کاتب وہی لوگ کہلاتے تھے جو قرآن کو اپنے لئے التزام سے لکھتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین اسقدر احتیاط فرمائی کہ قرآن کے سوا ایسے اور شے کے لکھنے کی عام طور سے ممانعت فرما دی اس لئے ممکن تھا کہ غیر قرآن کو غلطی سے لوگ قرآن سمجھ لین اور اس طرح وہ قرآن سے مخلوط ہوجائے اور غیر قرآن کو بھی قرآن سمجھ کر قرآن مین لکھ لین اور اس مین پوری احتیاط اوسی وقت ہوسکتی تھی جب قرآن کے سوا کے اوسے لکھنے کی اجازت ہی نہو اور لوگ اس کے سوا آپ سے لکھین ہی نہین چنانچہ بمزید احتیاط اور دور اندیشی آپنے ایسا ہی کیا کہ قرآن کے سوا

⁂	ابی بن کعب - عبد اللہ ابن مسعود زید بن ثابت - ابو موسیٰ الاشعری ابو الدرداء -

یہان یہ امر بھی قابل توجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مین جب اسقدر احتیاط فرماتے اور اوسکی حفاظت مین سعی کرتے کہ جسوقت قرآن کا کوئی حصہ یا آیت نازل ہوتی اوسی وقت اوسے لکھا دیتے اور محض یاد کے حوالہ نفرماتے اور نہ یہ کرتے کہ اوسوقت محض یاد پر اعتماد اور وثوق کرتے اور دوسرے وقت یاد سے لکھا دیتے اور تعلیم دیتے حالانکہ ایک دو آیت کا یاد رکھنا اور اونکی ترتیب کا خیال رکھنا تمام قرآن کے یاد رکھنے اور تمام آیتون کے ترتیب کے خیال رکھنے سے بہت زیادہ آسان تھا مگر جب اس مین بھی اپنے محض اپنے یاد پر وثوق نہین کیا - تو اب کیا یہ ممکن تھا کہ آپ تمام قرآن اور اوس کی ترتیب مین جو کہ اول سے بہت زیادہ دشوار ہے محض اپنے یا کسی دوسرے کے یاد پر وثوق کرتے اور تمام قرآن کو نہ لکھواتے اس بات سے ایک معمولی فہم والا بھی یہ اقرار کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشک تمام قرآن مرتب لکھوایا اور محض یاد کے حوالے نہین کیا - جن کتاب وحی کے نام کی فہرست کتب حدیث یا تاریخون مین ہے یہ وہی لوگ ہین جو اپنے سے قرآن لکھتے تھے اور جنہون نے پورا قرآن لکھا تھا -

بخاری مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے ہمنے بجز قرآن کے اور اوسکے جو اس صحیفہ مین ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین لکھا

وعن علیؓ قال ما کتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا القرآن وما فی ھذہ الصحیفۃ (بخاری)

یہ روایت صحیح بخاری کی ہے جس سے ثابت ہوا کہ بعض صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن لکھا تھا -

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ جاتے اور آپ قرآن بتاتے اور صحابہ لکھتے کیونکہ قرآن کے سوا تو لکھنے کی ممانعت تھی اب لامحالہ حلقہ باندھکر قرآن ہی لکھتے ہون گے نہ دوسری شے۔ طبقات القراء مین علامہ ذہبی لکھتے ہین۔

قرآن جس طرح سے نازل ہوا بلا کمی زیادتی کے بعینہ اوسی طرح سے آنحضرت نے اوسی لوگون تک پہنچایا اور جو قران لکھتے تھے اونہین لکھایا۔ صحابہ سے بعض نے قرآن کی سورتین آنحضرت سے زبانی یاد کین اور بعض کو آپنے لکھایا اونہون نے لکھکر یاد کین۔ بعض نے اپنی ساتھ والونسے یاد کیا اور پھر آنحضرت کو سنادیا اور بعض نے نہین سنایا جن صحابہ نے پورا قران یاد کیا اور آنحضرت کو سنایا وہ صحابہ کی ایک جماعت ہے جنہون نے قران پڑہایا اونہی مین وہ سات قاری بہی ہین جنکے سندون سے لوگ قرآن پڑہتے ہین یعنی حضرت علیؓ۔ عثمانؓ بن عفان۔ ابی بن کعب عبداللہ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ ابوموسیٰ اشعری ابوالدرداء۔

اعلم ان کلام اللہ بلغہ النبی صلی اللہ علیہ کما سمعہ من غیر زیادۃ ولا نقص واملاہ علی کتاب الوحی لفظاً و معنی فنعمت الرسالۃ فمن الصحابۃ من حفظ سوراً من نبی اللہ تلقیناً و منہم من حفظ املاءً ومنہم من حفظہ من رفیقہ ثم عرضہ علی الرسول ومنہم من حفظ من رفیقہ ولم یعرض او عرض بعض ذلک فاما من حفظہ کلہ منہم وعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجماعۃ من نجباء اصحاب محمدٍ انتدبوا لاقرائہ وانتصبوا لادائہ فکان من جملتہم سبعۃ ائمۃ اعلام دارت علیہم اسانید القرآن و ذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان علی بن ابی طالب

پورا قرآن لکھا تھا تہذیب التہذیب جلد ۵ صـ۱۱۲ مین ہے - ھو احد من جمع القرآن
فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ارسلہ عمر الی فلسطین یعلم اھلھا
القرآن فاقام بھا الی ان مات - اور نیز حدیثون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ صحابہ جہاد مین جب کفار کی طرف سفر کرتے تو اوسوقت مین بھی قرآن اپنے ہمراہ رکھتے
تھے اور جبکہ ایسے سفرمین قرآن کو ساتھ رکھتے اور نچھوڑتے تو دوسرے سفرون مین ضرور
ساتھ رکھتے ہون گے - اس لئے کہ جو لوگ قرآن کے حافظ ہین اونکو بھی اسلئے ضروری
ہے کہ اگر تلاوت مین کسی جگہ متشابہ ہو یا بھول تو قرآن دیکھکر اطمینان کیا جائے ورنہ
اگر قرآن لکھا ہوا نہو تو پھر متشابہ اور بھول سے اطمینان حاصل کرنے کی کوئی صورت
نہین صفحات تاریخ کے دیکھنے سے یہ صاف ظاہر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض
ایسے مقامات مین تنہا ایک ہی صحابی کو قرآن کے تعلیم کے لئے روانہ فرمایا جہان کوئی دوسرا
قرآن کا حافظ نہ تھا پھر ایسی حالتین اگر قرآن لکھکر ہمراہ نہ لیا جاتا تو متشابہ اور بھول سے
نجات اور رہائی کی کیا صورت ہوتی کیونکہ وہان کوئی دوسرا حافظ قرآن بھی نہین جو
اسکو بتائے اور اگر مان لیا جائے کہ دوسرا حافظ بھی ہو تب بھی اگر اون دونون کے
یا دین اختلاف ہو جائے تو اوس کے فیصلہ کے لئے بھی قران کی ضرورت ہوگی اسلئے
بھی صحابہ پر ضروری تھا کہ وہ قرآن کو لکھ کر اپنے ہمراہ رکھتے اسی وجہ سے صحابہ کفار
کے ملک مین جاتے وقت بھی قرآن ساتھ رکھتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کی ممانعت فرما دی -

بخاری مین ابن عمرؓ سے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنون (کفار) کو سر زمین مین قرآن لیجانے کی ممانعت فرمائی -

عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقران الی ارض العدو -

(بخاری کتاب الجہاد)

بخاری مین انسؓ سے ہے عہد نبوی مین ان چار یعنی ابو الدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابو زید کے سوا کسی نے پورا قرآن نہین لکھا اور ابو زید کے قرآن کا وارث مین ہوا۔

عن انسؓ قال مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابی الدرداء و معاذ و ابو زید و نحن ورثناہ (بخاری فضائل القرآن)

انسؓ کی اس روایت سے جسے بخاری نے روایت کیا ہے ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات مین ان چار صحابہ نے پورا قرآن لکھا تھا اور ابو زید کا لکھا ہوا قرآن انسؓ کو ترکہ مین ملا تھا۔ ترمذی مین بھی اسی کی مؤید یہ روایت ہے۔

یعنی ہم (صحابہ) آنحضرت کے روبرو قرآن کو ترتیب سے لکھ رہے تھے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت کے امر کے موافق قرآن کو مرتب کر رہے تھے جسمن زید بھی ہین۔

عن زید بن ثابت قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن من الرقاع۔

اگرچہ ظاہر مین انسؓ کے اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان چار کے سوا کسی صحابی نے پورا قرآن نہین لکھا۔ لیکن اگر انسؓ کا بیان محض اسی قدر ہوتا تو واقعی یہ امر ثابت ہوتا کہ ان چار کے سوا قرآن کسی نے نہین لکھا تھا لیکن اصل مین انسؓ کا یہ بیان ایک مقام خاص پر ہوا تھا جس کو ابن عبد البر نے استیعاب ج ۱ ص ۱۱ مین نقل کیا ہے کہ انصار کے قبائل سے اوس۔ خزرج مین ایک بار گفتگو ہوئی قبیلہ اوس نے خزرج سے فخراً کہا ہمارے قبیلہ مین حنظلہ بن غسیل الملائکہ ہے اس کے جواب مین خزرج نے فخراً کہا ہمارے قبیلہ سے چار شخصون نے پورا قرآن لکھا یعنی تمہارے قبیلہ مین کوئی ایسا نہین ہوا۔ اس جگہ نفی سے مقصود صرف قبیلہ اوس ہے نہ عام مسلمان ورنہ تاریخون سے ثابت ہے کہ بہت سے صحابہ نے قرآن لکھا چنانچہ اون مین سے بعض کے نام ہم پہلے لکھ آئے ہین منجملہ اون کے عبادۃ بن الصامت نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین

اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ابن سعد نے بھی طبقات
ص۳۴۴ ج ۵ مین لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا کے بعد اس وفد کے پاس
تشریف لاتے تھے ایک روز معمول سے زیادہ دیر ہوگئی وفد والون نے عرض کیا آج
کس وجہ سے حضور کو تاخیر ہوئی فرمایا قرآن کے روزانہ ورد سے آج کچھ رہ گیا تھا اس لئے
مین نے یہ پسند نہ کیا کہ بلا پڑھے اوسکے مسجد سے نکلون۔ اوس کہتے ہین صبح کو مین نے
صحابہ سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کی شب مین یہ فرمایا کہ میرا
ورد قرآن کا باقی رہ گیا تھا تو تم روزانہ کتنا پڑھتے ہو صحابہ نے وہی جواب دیا جو اتقان سے
ابھی نقل کیا گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے روزانہ قرآن کی
تلاوت کا التزام کیا تھا اور ہر روز کے لئے جدا جدا اوسکی منزل قائم کرلی تھی اور ایک
خاص وقت اسکی تلاوت کا مقرر تھا جس مین روزانہ اوس روز کی مقررہ تلاوت کرتے
اور اگر کسی عذر سے اسوقت مین چھوٹ جاتی تو دوسرے وقت اوسکو کرلیتے اور
ظاہر ہے کہ تمام صحابہ حافظ قرآن نہ تھے اب جو حافظ نہ تھے وہ ضرور دیکھکر تلاوت کرتے
ہون گے اور اون کے پاس لکھا ہوا قرآن ہوگا۔ اسی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپکے
عہد مین قرآن مرتب اور جمع ہوگیا تھا جیسا روزانہ کے ورد کی مقدار سے صاف ظاہر
ہے اور جو ترتیب اس ورد مین بیان کی گئی ہے یہ بعینہ وہی ترتیب ہے جو قرآن کی
آج بھی ہے۔ یہان یہ خیال کرنا کہ تمام صحابہ یاد ہی سے تلاوت کرتے تھے لکھا ہوا اونکے
پاس نہ تھا یہ وہ بات ہے جسکو کوئی سمجھ دار باور نہین کرسکتا اول تو یاد سے پڑھنے مین بھی
اسکی ضرورت ہے کہ لکھا ہوا قرآن پاس ہو جیسا کہ اوپر ہم لکھ آئے ہین۔ دوسرے یہ
ثابت ہونا نہایت مشکل ہے کہ تمام صحابہ حافظ قرآن تھے۔ تیسرے بہت سے واقعات
ہین جو بتلاتے ہین کہ آپکے عہد مین محض یاد سے ہی پڑھنے کا رواج نہ تھا بلکہ لکھ کر بھی

بخاری کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کفار کے سرزمین پر سفر کرتے وقت بھی قرآن ہمراہ لیجاتے تھے جس کی انکو ممانعت کی گئی اور نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کے پاس قرآن لکھا ہوا رہتا تھا اور جو لوگ قرآن کے حافظ نہین تھے وہ تلاوت کیلئے قرآن ہمراہ رکھتے تھے کیونکہ صحابہ مین قرآن کا ورد مقرر تھا جس کو وہ روزانہ پڑھتے تھے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہفتہ مین صحابہ کے ختم کا معمول تھا پہلے روز تین سورت (بقرہ۔ آل عمران۔ نساء۔) دوسرے روز پانچ (مائدہ سے براۃ تک) تیسرے روز سات (یونس سے نحل تک) چوتھے روز نو (بنی اسرائیل سے فرقان تک) پانچوین روز گیارہ (شعراء سے یسین تک) چھٹے روز تیرہ (صافات سے حجرات تک) ساتوین روز تمام مفصل (ق سے آخر تک)

اتقان مین علامہ سیوطی نے مسند امام احمد اور ابن ابی داؤد سے نقل کیا ہے۔ طائف سے قبیلہ ثقیف جو مسلمان ہو گیا تھا آیا اسمین اوس ثقفی بھی تھا اوس کہتا ہے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معمولی وقت سے باہر تشریف لانے مین تاخیر ہوئی آپنے فرمایا آج سوجہ سے تاخیر ہوئی کہ قرآن کا ورد روزانہ مجھ سے رہگیا تھا اوسکے پڑھنے مین دیر ہو گئی تب اوس نے صحابہ سے دریافت کیا کہ قرآن پڑھنے مین تمہارا کیا معمول ہے صحابہ نے کہا اول روز تین سورۃ پھر پانچ پھر نو پھر گیارہ پھر تیرہ پھر تمام مفصل یعنی ق سے آخر تک۔

عن اوس بن ابی حذیفۃ الثقفی قال کنت فی الوفد الذین اسلموا من ثقیف الحدیث وفیہ فقال لنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم طرء علی حزبی من القرآن فاردت ان لا اخرج حتی اقضیہ فسالنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا کیف تحزبون القرآن قالوا نحزبہ ثلث سور خمس سور وتسع سور واحدی عشرۃ سورۃ وثلاث عشرۃ سورۃ وحزب المفصل من ق حتی یختم۔ (اتقان)

عن اوس ابن داؤد۔

انگوٹھی ہے ملے تو لے آپھر وہ گیا اور واپس
آیا اور عرض کیا کہ انگوٹھی نہیں ملی ہان میرا
یہ تہ بند ہے سہل کہتے ہین کہ اوسپر چادر
تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ازار کا کیا ہوگا اگر تو استعمال کریگا تو عورت
محروم رہے گی اور اگر عورت استعمال کریگی
تو تم محروم رہوگے یہ شخص یہ سنکر بیٹھ گیا
دیر تک بیٹھا رہا پھر اوٹھ کر چلا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا تو قرآن
پڑھ سکتا ہے عرض کیا مین فلان فلان
سورت پڑھ سکتا ہون۔ فرمایا کیا حفظ
سے پڑھ سکتے ہو۔ عرض کیا ہان تب آپنے
اوس کا نکاح اوس عورت سے کر دیا۔

⁂
⁂
⁂
⁂

اهلك فانظر شيئاً فذهب ثم
رجع فقال لا والله ما وجدت
شيئاً فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم انظر ولو خاتماً من
حديد فذهب ثم رجع فقال لا
والله يا رسول ولا خاتماً من حديد
ولكن هذا ازاري قال سهل ماله
رداء قلها نصفها فقال ما تصنع
بازارك ان لبسته لم يكن عليها
منه شئ وان لبسها لم يكن
عليك شئ فجلس الرجل حتى اذا
طال مجلسه قام فراه رسول الله صلى
الله عليه وسلم مولياً فامر به فدعي
فلما جاء قال ماذا معك من
القرآن قال معي سورة كذا وسورة
كذا عددها فقال اتقرءهن عن
ظهر قلبك قال نعم قال اذهب
فقد ملكتها بما معك من
القرآن۔
(کتاب النکاح بخاری)

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دریافت فرمانا اتقرءهن عن ظهر قلبك

پڑھتے تھے یہان منجملہ اون واقعات کے چند واقعات ہم بھی .... ایسے لکھتے ہین جس سے اس امر کی شہادت ملی گی کہ آپ کے مبارک عہد مین لکھے ہوئے سے دیکھکر بھی قرآن پڑھنے کا رواج تھا۔

پہلا واقعہ کامل ابن اثیر مین ہے اسلام لانے کے قبل فاروق اعظم جب اپنے بہن فاطمہ کے مکان پر پہنچے تو اوسوقت خباب بن الارت صحابی اونکی بہن اور بہنوئی کو قرآن تعلیم دے رہے تھے جب اونکو فاروق اعظم کے آنے کی آہٹ ہوئی خباب تو چھپ گئے اور فاطمہ نے اوس صحیفہ کو اپنے ران کے نیچے چھپا لیا جسپر قرآن لکھا ہوا تھا اسمین سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتدائے اسلام ہی سے مسلمانون مین قرآن کو لکھکر پڑھنے کا رواج ہوگیا تھا۔

دوسرا واقعہ۔ بخاری مین سہل عن سہل الساعدی قال جاءت سے ہے ایک عورت نے رسول خدا صلی اللہ امراۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم سے عرض کیا مین اپنے کو آپکے فقالت یا رسول اللہ جئت اھب لک نکاح مین دینا چاہتی ہون رسول خدا نفسی قال فنظر الیھا رسول اللہ صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے دیکھکر سر جھکا اللہ علیہ وسلم فصعد النظر فیھا و لیا عورت کو جب کچھ جواب نملا تو بیٹھ گئی صوبہ ثم طأطأ رسول اللہ صلی صحابہ مین سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر اللہ علیہ وسلم راسہ فلما رات کہا آپ نکرین تو مجھ سے نکاح کر دیجئے المرأۃ انہ لم یقض فیھا شیئا جلست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقام رجل من اصحابہ فقال یا رسول تیرے پاس کچھ مال ہے عرض کیا نہین اللہ ان لم یکن حاجۃ زوجنیھا فرمایا گھر جاکر دیکھ تو وہ گھر جاکر واپس آیا فقال وھل عندک شی قال لا واللہ اور عرض کیا کچھ نہین ملا فرمایا دیکھ تو سہی کی یا رسول اللہ فقال اذھب الی

فرمایا ۔ وہ کون شخص ہے جواب دیا ابن مسعود یہ سنکر غصہ فرد ہوگیا اور اپنی حالت پر آگئے سلہ ۔ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اوسوقت مین یاد سے قرآن لکھنا پسندیدہ نہ تھا اس لئے فاروق اعظمؓ کو اسپر غصہ ہوا ۔ لیکن ابن مسعودؓ چونکہ قابل وثوق تھے اس لئے انکا نام سنکر آپ کو اطمینان ہوا ورنہ عام طور سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو قرآن سے نقل کرتے تھے نہ یاد سے اور نیز احتیاط اور یقین ہمیں ہے اور نیز انکے علاوہ یہ بھی ہے کہ لکھی ہوئی قرآن سے تلاوت کرنے کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے ترغیب دلائی اور اسکی فضیلت کو بیان کیا اور حفظ پڑھنے سے جو اسکو امتیاز اور شرف تھا اوسکو ظاہر کیا مین یہان ایسی چند اسکے متعلق حدیثین لکھتا ہون ۔ جس سے ثابت ہوگا کہ قران کی دیکھکر تلاوت کرنا حفظ تلاوت کرنے سے افضل ہے ۔

(۱) قراءتک نظراً تضاعف علی قراءتک ظاہراً کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۹)	یاد سے تلاوت پر دیکھکر تلاوت کو وہی فضیلت ہے جو فرض نماز کو نفل پر ہے ۔ ٭ ٭ ٭
(۲) من قرء القران نظراً متع ببصرہ ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۹)	دیکھکر جو قرآن پڑھے گا اوسکی بینائی قایم رہے گی ۔
(۳) من سرہ ان یحب اللہ و رسولہ فلیقرء فی المصحف ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵)	جسے خدا اور رسول کی محبت خوش کرے وہ قرآن دیکھ کر تلاوت کرے ٭ ٭ ٭

سلہ استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵ ۔

یعنی ان سورتون کو حفظ پڑھ سکتا ہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ عہد نبوی مین دونون طرح پڑھنے کا رواج تھا یاد سے اور دیکھکر ورنہ اگر محض یاد ہی سے رواج ہوتا تو پھر یہ سوال فضول تھا کہ یہ سورتین یاد ہین۔

تیسرا واقعہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا امام ہوتا اور قرآن سے دیکھکر پڑھتا۔

کانت عایشہ رضی اللہ عنہا یومہا عبدھا ذکوان من المصحف۔

(بخاری کتاب الاذان)

چوتھا واقعہ۔ ابن خلدون مین ہے۔ عمرو بن حزم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا امیر بناکر جب روانہ فرمایا تو اونکو کچھ احکام لکھدئے منجملہ اون احکام کے یہ بھی تھا۔ ویعلم الناس القرآن وان ینہی الناس فلا یمس القرآن انسان الا وھو طاھر۔ یعنی قران کی تعلیم دین اور لوگون کو بلا طہارت قرآن کو ہاتھ لگانے سے اور بلا طہارت چھونے سے منع کرین۔ اس ممانعت سے کہ بلا طہارت قرآن لینا نچاہئے ثابت ہوتا ہے کہ قران لکھا ہوا تھا[1]۔ لبید جو عرب کے مشہور اور نامی شعراء مین تھا جب مسلمان ہوا تو قرآن لکھا اور شعر کہنا چھوڑ دیا[2]۔ ام خالد جو خالد بن سعید بن العاص کے بیٹے ہین وہ کہتے ہین کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اول میرے باپ نے لکھی خالد پانچوین مسلمان ہین انکے پہلے چار آدمی مسلمان اور ہو چکے تھے[3]۔ یہان سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن لکھنے کا سلسلہ اسلام کے ساتھ ساتھ شروع ہوا اور اول ہی سے لوگون نے اسکا انتظام کیا تھا۔ عرفات مین ایک شخص نے فاروق اعظمؓ سے ملکر کہا مین کوفہ سے آیا ہون اور وہان ایک ایسے شخص کو چھوڑا ہے جو قرآن کو اپنے یاد سے لکھا رہا تھا یہ سنکر فاروق اعظمؓ سخت غضبناک ہوئے اور

---

[1] طبری کے ج ۳ ص ۱۵۷ مین بھی اسے لکھا ہے [2] جمہرۃ العرب ص ۳۱ [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵۔

تمام کو اپنے پاس نہین رکھا البتہ آپنے تمام قران لکھایا اور صحابہ نے اوسے اول سے آخر تک لکھا اور جس جس نے لکھا اوسکا لکھا ہوا اوسی کے پاس تھا اور اون لکھنے والون مین دو قسم کے تھے اول وہ جنکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتلایا اور آپ سے سنکر اونہون نے لکھا جیسا پہلے معلوم ہوا کہ قران جب نازل ہوتا آپ اون لکھنے والون مین سے کسی کو بلاکر لکھا دیتے دوسرے وہ جو آپکے لکھائے ہوئے سے نقل کر لیتے جیسا زید بن ثابت کہتے ہین کہ آپ مجھ بتلاتے اور قرآن کی وہ آیات جو نازل ہوتین لکھا دیتے مین لکھنے کے بعد پھر آپکو سناتا اگر اوسمین اصلاح کی ضرورت ہوتی تو آپ اصلاح کرتے اوسکے بعد مین اپنے اس لکھے ہوئے کو لوگون کے پاس لاتا چنانچہ زید نے اپنے اس لکھے ہوئے قرآن کو اخیر وقت مین پھر آنحضرت کو سنایا اور اس قرآن کی ترتیب بعینہ یہی ہے جو ہمارے قرآن کی۔ معارف ابن قتیبہ۔ اب جبکہ یہ معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرآن لکھایا تو ضرور صحابہ نے اوسی ترتیب سے لکھا اور یاد کیا جس ترتیب سے کہ آپ نے لکھایا تھا کیونکہ جس طرح کسی مسلمان خصوصاً صحابہ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ قرآن کی کسی آیتہ یا حرف کو بدل دین اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ اوس ترتیب کو بدل دین جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قایم کی تھی دیکھو۔

بخاری مین ہے کہ فاروق اعظم فرماتے ہین کہ ہشام نماز مین سورہ فرقان اوسکے خلاف پڑھتے تھے جس طور سے مین پڑھتا تھا اور سورہ فرقان مجھے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی مین یہ سنکر ایسا بیخود ہو گیا کہ نماز ہی مین اونہین گرفت کرتا مگر تھوڑا تامل کیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تب اونکو

قال عمر بن الخطاب سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرء سورة الفرقان على غير ما اقرءها وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأنيها فكدت ان اعجل عليه ثم امهلته حتى انصرف ثم لببته برداءه فجئت به رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔

جناب سرور کائنات کی یہ ارشادات ایسے نہین ہین جس کے بعد کسی مسلمان قرآن تلاوت کرنے والے کی یہ خواہش اور کوشش نہو کہ وہ قرآن مین تلاوت کرے خصوصًا صحابہ کرام تو اس صورت مین ضرور اسپر مجبور تھے کہ وہ قرآن کو لکھتے خواہ وہ حافظ ہون یا ناظر۔

الحاصل اسمین شبہ نہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک مین قرآن کا حرف حرف لکھایا اور صحابہ نے اوسے لکھا جو صحابہ وحی لکھنے والون کی فہرست مین ہین اور جن کو محدثین اور مورخین نے کاتب۔ ... وحی کہا ہے اور انمین اونکا شمار ہے یہ وہی لوگ ہین جو قرآن کو اپنے لئے لکھتے جاتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو خود انہین لکھاتے اور کبھی ایک شخص کو لکھا دیتے اور وہ دوسرون کو لکھاتا اور یہ خیال کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اون کاتبون سے لکھواتے اور لکھا کر اپنے پاس رکھتے جاتے مجھے اسکے باور کرنے مین اسلئے کلام ہے کہ تاریخ اور نیز احادیث سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ آنحضرت کے پاس لکھا ہوا قرآن رہتا تھا اور نہ آپ کے بعد آپکے متروکات مین قرآن برآمد ہوا اب جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ قرآن جب نازل ہوتا آپ اوسے لکھاتے تو اگر آپ نے اپنے لئے قرآن لکھاتے تو ضرور تمام قرآن لکھا ہوا آپکے پاس ہوتا خواہ وہ متفرق ہوتا یا مجتمع لیکن کہین سکا پتہ نہین چلتا کہ آپ کے پاس قرآن تھا اور نہ یہ قرآن زیادہ قابل حفاظت ہوتا اور مسلمان اوسکو محفوظ رکھتے اور خلیفہ اول کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس نہوتی اور نہ زید بن ثابت کو جمع قرآن مین اوسکی تلاش اور جستجو کی مشقت اوٹھانی پڑتی بلکہ تمام لکھا ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان سے ملتا اور اوسے زید نقل کر لیتے اور ابو خزیمہ کے پاس سے آیتون کے نقل کی ضرورت نہوتی اور نیز تمام مورخین اور محدثین اسپر متفق ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہین کیا یعنی لکھا لکھا کر

ہوسکتا - اسی طرح اگر اوسکے جملون اور آیتون کی ترتیب بدل دیجائے یا سورتون کی ترتیب بدل دیجائے - تو وہ بھی قرآن نہین ہوسکتا اسلئے کہ خصوصیت الفاظ کو جس طرح ہر کتاب مین دخل ہی اسیطرح ترتیب الفاظ اور اوسکے حصص کے ترتیب کو بھی بڑا دخل ہی دیکھو کسی مصنف کی کتاب کی ترتیب کو اگر بدل دیا جائے تو وہ بعد اس تبدل کے اوس مصنف کی کتاب نہین کہی جاسکتی اور ہر مصنف جس طرح اپنی کتاب کے لئے خاص الفاظ اور مضامین تجویز کرتا ہے اسی طرح اوسمین باہم جملون اور مضامین کا ایک خاص سلسلہ قائم کرتا ہی پس جب خدا تعالی نے اپنے احکام اور خلق کی ہدایت کیلئے ایک کتاب تجویز کی تو اوس کتاب کے لئے جس طرح خاص خاص الفاظ تجویز کئے اسی طرح اوسکے مضامین اور اوسکے حصونکا سلسلہ بھی خود ہی قایم کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسی سلسلہ اور ترتیب سے خود بھی یاد کیا اور دوسرون کی بھی تعلیم دی اور لکھایا - ہمین ایسے خیال پر نہایت ہی تعجب ہوتا ہی جو سورتون کی آیتون کو کہتے ہین کہ انکی ترتیب آسمانی نہین انسانی ہے کیا وہ یہ نہین سمجھتے کہ قرآن معجز کلام ہے یعنی ایسا کلام ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے =

کیونکہ کلام معجز وہی ہے جہان انسان کی پرواز ممکن نہو اور اس سے بالاتر ہو - اب یہ کس طرح ممکن ہی کہ ان آسمانی جملون کی ترکیب کسی انسان کا کام مانا جائے اس لئے کہ جملونکا ترکیب دینا اور اُنمین مناسبت اور مقام کا لحاظ رکھنا ہی تو اعجاز کی روح ہے اور جب یہ ہی کسی انسان کا کام ہوا تو اوسکی بعد اعجاز کے لئے کچھ باقی نہین رہتا اور ہمین یہ بھی یقین ہے کہ ہر سورت مین جس قدر آیتین اور جملے ہین اونمین ضرور کوئی ایسا ارتباط ہے جسکی وجہ سے وہ ایک جدا سورت قرار دی گئین ورنہ اگر ایک سورت کی تمام آیتون مین کوئی ایسا مستحکم رشتہ جس نے اون تمام آیتون کو ایک جگہ منسلک کرلیا ہے نہو تو ایسی صورت مین ان آیات کی مجموعہ کو علیحدہ سورت

گلے مین چادر ڈالکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور تمام قصہ سنایا۔ (بخاری کتاب الخصومات)

٭ ٭ ٭

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ مین کوئی ایسا نہ تھا جو قرآن مین کسی قسم کی تغیر اور تبدل کو اپنی طرف سے روا رکھتا یا ایسا ہونے پر سکوت کرتا۔ دیکھو ہشام نے ذرا اوس قراۃ مین اختلاف کیا تھا جو حضرت عمرؓ کو معلوم تھی تو حضرت عمر اوسکے سننے کی تاب نہ لاسکے۔

حجاج نے ایک روز خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ ابن زبیر نے قرآن بدل دیا فوراً یہ سنکر ابن عمر نے کہڑے ہوکر کہا کہ قرآن بدلنے کی نہ تجھے طاقت ہے نہ ابن زبیر کو۔	ان الحجاج خطب فقال ابن الزبیر بدل کلام اللہ فقال ابن عمر فقال کذب لم یکن ابن الزبیر یستطیع ان یبدل کلام اللہ وکا انت۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۱ صفحہ ۳۲)
بخاری مین ہے حضرت عثمان رضی اللہ نے ابن زبیر کے جواب مین کہا کہ قرآن سے کچھ بھی اپنی جگہ سے نہین ہٹا سکتا۔	قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان والذین یتوفون منکم الخ قال قد نسختہا الایۃ الاخری الخ فلم تکتبہا او تدعہا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منہ من مکانہ۔ بخاری مغازی

ان واقعات سے مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ صحابہ کرام اپنی طرف سے قرآن مین کسی قسم کی تصرف کو روا نہین رکھتے تھے اور نہ کسیکے امکان مین یہ تھا کہ اپنی طرف سے قرآن مین کسی قسم کا تغیر و تبدل کرسکتا۔ اب خیال کرو کہ قرآن مین یہ دو امر بھی ہین۔

(۱) اول ہر سورت کی آیتون کی ترتیب (۲) دوسرے قرآن کی سورتونکی ترتیب کیونکہ قرآن محض الفاظ مفردہ کا نام نہین بلکہ آیات مرتبہ اور سور مرتبہ کا نام ہے جس طرح قرآن کے الفاظ کے جگہ دوسرے اوسکے ہم معنی کا نام قرآن نہین

آسمانی ہے چنانچہ احادیث سے بھی اس امر کی کافی اور کامل اور نہایت مستحکم ناقابل جرح شہادت ملتی ہے اور اس شہادت مین دو قسم کی حدیثین ہین اول ایسی حدیثین جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آیتون کی ترتیب آسمانی ہے اور ہر سورت کی ترتیب خود اوسکے نازل کنندہ کی طرف سے دی گئی ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی طرف سے۔ دوسری حدیثین وہ ہین جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اون سورتون کو صحابہ کو سنایا اور جس طرح آپ نے سورتون کو سنایا اوسی طرح صحابہ نے یاد کیا اور لکھا نہ یہ کہ آپ نے محض آیات سنائین اور اونمین ترتیب صحابہ نے دی اور جدا جدا سورتین قائم کین بلکہ جدا جدا سورتین آنحضرت ہی نے قائم کی ہین۔

اب مین یہان چند احادیث دونون قسم کی بیان کرتا ہون۔

قسم اوّل کی حدیث

ابو درداء سے ہے۔ آنحضرت نے فرمایا جس نے سورہ کہف کی اول سے دس آیتین یاد کین وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔	عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال (مسلم)
معقل بن یسار سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جس نے صبح کو تین بار اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھکر سورہ حشر کے اخیر کی تین آیتین پڑھین تو ستر ہزار فرشتے اوسپر ایسے مقرر ہون گے	عن معقل بن یسار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلث مرات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرء ثلث آیات من آخر سورۃ الحشر

بنانے کی کوئی وجہ نہوگی اور قرآن مین مختلف سورتین قرار دینا لغو فعل ہوگا اور
ان سورتون مین بہی یہ فرق کہ ایک سورت ڈہائی پارہ کی ہو اور ایک سورت
ایک سطر کی بلا کسی ارتباط اور تعلق کے ناممکن ہی تو ضرور ہر سورت کی تمام آیات مین
ایک خاص رشتہ ہی اور ہر سورت کیلئے موضوع جدا جدا ہے اور غرض اور غایت
مین بہی فرق ضرور ہی ہان ہر سورت کے موضوع کو سمجہنا ہی البتہ مشکل ہی تا وقتیکہ موضوع
ہر سورت کا معلوم نہو اوسوقت تک ان آیات مین ارتباط کا دریافت کرنا ناممکن ہی
اور یہی اشکال کیوجہ سے بعض علماء اسلام نے تو صاف یہ اقرار کیا ہی کہ آیات مین
باہم ہر جگہہ ارتباط اور تعلق نہین ہے اور ایک دوسرے سے جدا ہین اور بعض نے
ارتباط کو تسلیم کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ باہم تمام آیات اور سور مرتبط ہین لیکن
جو ربط وہ بیان کرتے ہین اوسمین ہمقدر تکلف کرنا پڑتا ہی اور آسمان وزمین کے
قلابے ملانے ہوتے ہین کہ یہ ربط خود بے ربطی کے لئے کافی ضمانت ہی اور یہ تکلف
یا بے ربطی محض اسوجہ سے ہی کہ سورت کے موضوع اور مبحث کی پہلے تعیین نہین کی گئی
اور وہ نہین معلوم کیا گیا۔ ہان موضوع معلوم ہونے کے بعد تمام آیات مین رشتہ
اتحاد مستحکم نظر آئیگا اور اسمین کسی تکلف کی ضرورت نہوگی اور یہ بہی ظاہر ہے کہ ایک
موضوع کے احکامات کا انتخاب اور اون احکامات کے بیان مین ترتیب اور اونکی
مناسبت ہر شخص کے قابلیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ
ایک ہی موضوع پر مختلف لوگون کے بیان مین نمایان امتیاز اور فرق اور دلونپر
اوسکا اثر جدا جدا ہوتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ ایک موضوع کی احکام اور لواحقات مین
انسانی ترتیب کا مقابلہ کوئی انسانی ترتیب نہین کرسکتی اور اوسکے جذب اور
اثر اور گرویدہ کرنیکا جو افسون اور تسخیر آسمانی ترتیب مین ہوگا وہ کسی دوسرے
کی ترتیب مین ناممکن ہی اسلئے بہی یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہر سورت کی آیتونکی ترتیب

آسمانی ہے اسلئے کہ آخر کی حدیثون مین لفظ (ختم) جو فعل ماضی ہے اسکا فاعل خدا تعالیٰ ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ سورہ بقرہ کی آخر کی دو آیتون کو آخر مین رکھنے والا خدا تعالیٰ ہے جس سے ہر ذی فہم کیلئے یہ امر نہایت روشنی مین آجاتا ہے کہ سورہ بقرہ کی ترتیب آسمانی ہے اس لئے کہ جب ان دو آیتون کا آخر مین رکھنا خدا کا فعل ہے تو بقیہ آیتون کو بھی اپنے اپنے مقام پر ذکر کرنا اور لانا خدا ہی کا فعل ہوگا اور ترتیب آیات اگر آسمانی نہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف نفرماتے اور جب بقرہ۔ کہف۔ حشر کی ترتیب آسمانی ہوئی تو قرآن کی تمام سورتون کا یہی حال ہوگا۔

دوسری قسم کی حدیث

اسمین دو طرح کی حدیثین ہین بعض وہ احادیث ہین جنمین سورتون کا نام نہین بلا نام کے سورتونکا بیان ہی اور بعض احادیث ایسی ہین جنمین سورتونکا نام بنام ذکر ہی اول مین پہلے طرح کی حدیثون کو لکھتا ہون پھر دوسری طرح کی حدیثون کو۔

(۱) راوی کہتا ہی کہ ابن مسعودؓ نے ایکروز خطبہ مین کہا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اوپر ستر سورتین یاد کین۔	قال خطبنا عبد اللہ ابن مسعودؓ فقال لقد اخذت من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضعا وسبعین سورۃ۔ بخاری فضایل قرآن
(۲) بخاری مین ہی ابن عباسؓ فرماتے ہین محکم کو یعنی وہ سورتین جو مفصل کہلاتی ہین مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین پڑھ لیا تھا۔	قال ابن عباسؓ توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابن عشر سنین وقد قرءت المحکم وفی روایۃ جمعت المحکم فی عہد رسول

جو شام تک اوسکے لئے دعاء رحمت کرینگے اور اگر وہ اُسدن مین مرجائے گا تو شہید مرے گا۔	وکل اللہ بہ سبعین الف ملک یصلون علیہ حتی یمسی وان مات فی ذلک الیوم مات شہیدا (ترمذی)
❊	
مشکوۃ مین ہے ترمذی ابوداود مین نعمان سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالےٰ نے آسمان و زمین کی پیدایش کے دو ہزار سال قبل ایک کتاب لکھی اوسی کتاب سے وہ دو آیتین اوتاری ہین جس نے سورہ بقر کو ختم کیا جس گھر مین یہ دونون پڑہی جائین وہان شیطان نہین پھٹک سکتا۔	عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کتب کتابا قبل ان یخلق السموات والارض بالفی عام انزل منہ ایتین ختم بہما سورۃ البقرۃ ولا تقرءان فی دار ثلث لیال فیقربہا الشیطان۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ مشکوۃ فضایل قرآن)
مشکوۃ مین ہے دارمی مین جبیر سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے سورہ بقر کو ایسی دو آیت پر ختم کیا جو مجھے اوس کے عرش کے خزانہ سے ملی ہین تم اونہین خود بھی سیکھو اور اپنی عورتون کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ رحمت ہے اور دعاء ہے اور عبادت ہے۔	عن جبیر بن نفیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ختم سورۃ البقرۃ بآیتین اعطیتہما من کنزہ الذی تحت العرش فتعلموہن وعلموہن نساءکم فانہا صلوٰۃ وقربان ودعاء۔ (دارمی مشکوۃ فضایل القران)

ان حدیثون سے ثابت ہوا کہ سورہ بقر۔ کہف۔ حشر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین مرتب تھین جسے صحابہ جانتے تھے۔ اور ان سورتون کی ترتیب

نہوتین تو آپ کا یہ کہنا صحیح نہوتا کہ فلان سورت کی فلان آیت یہ حب ہی درست ہوگا جب آیتون کو سورتون کے لئے مقرر کر دیا ہو۔

(۶) بخاری مین ہے۔ راوی کہتا ہے ابن مسعود کہتے تھے رسول خدا نے مجھے التحیات کی اوسی طرح تعلیم دی جس طرح قرآن کے سورت کی تعلیم دیتے تھے۔	قال سمعت ابن مسعود یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ الخ۔ (بخاری کتاب الاستیذان)
(۷) بخاری مین ہے۔ انس کہتے ہین ایک عیسائی اسلام لایا اور سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑہی یہہ وحی لکھتا تھا پھر مرتد ہوکر عیسائی ہوگیا۔ ❊❊❊	عن انس قال کان رجل نصرانیا فاسلم وقرء البقرۃ وآل عمران فکان یکتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فعاد نصرانیا الخ۔ (بخاری کتاب المناقب)
(۸) بخاری مین ابومسعود سے ہے رسول خدا نے فرمایا آخر سورہ بقرہ سے دو آیت جو رات مین پڑہے گا وہ اوسکو کافی ہون گے۔ ❊❊❊	عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرۃ من قرء بہما فی لیلۃ کفتاہ۔ (بخاری مناقب)
(۹) بخاری مین ہے ابن مسعود نے کہا مین اون مماثل سورتون کو جانتا ہون جس مین کی دو۔ دو سورتین آنحضرت ایک ایک رکعت مین پڑہتے تھے لوگون نے	قال عبداللہ بن مسعود قد علمت النظائر التی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرء من اثنین اثنین فی کل رکعۃ فقام عبداللہ و

؛؛؛	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری فضایل قرآن)
(۳) تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین ہی زید بن ثابت کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف مین جب تشریف فرما ہوئے اوسوقت مین سترہ سورتین پڑھ چکا تھا جنکو مین نے آنحضرت کو سنایا آپ سنکر بہت خوش ہوئے زید اوسوقت گیارہ سال کے تھے۔	قال زید اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ وقد قرءت سبع عشر سورۃ فقرءت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعجبہ ذلک وھو ابن احدی عشرۃ سنۃ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۱ ص ۲۷)
	؛؛؛
(۴) بخاری مین جابر سے ہی رسول خدا ہمکو تمام کامون مین استخارے کی دعا اوسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے۔	عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الا ستخارۃ فی الامور کلھا کما یعلمنا السورۃ من القرآن۔ (بخاری تہجد)
(۵) بخاری مین ہے آنحضرت نے ایک شخص کو مسجد مین قرآن پڑہتے ہوئے سنا اور فرمایا اسکے پڑہنے سے مجھو قرآن کی فلان سورت کی فلان فلان آیتہ یاد آگئی جنکو مین بھول گیا تھا۔	سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یقرء فی المسجد فقال رحمہ اللہ لقد اذکرنی کذا کذا ایۃ سقطتھن من سورۃ کذا و کذا۔ (بخاری کتاب الشہادت)
اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ ہر سورت کی تمام آیات اور اونکی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی مین متعین تھین اس لئے آپکا یہ فرمان صحیح ہوگا کہ فلان سورت کی فلان آیتہ مین بھول گیا تھا ورنہ اگر سورت کی آیات مقرر	

(۱۳) مشکوۃ مین بخاری مسلم سے ہی ابوہریرہ کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو صبح کے پہلی رکعت مین الم تنزیل السجدۃ اور دوسری رکعت مین ہل اتی علی الانسان پڑہتے تھے۔ ⁂	عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الفجر یوم الجمعۃ بالم تنزیل السجدۃ فی الرکعۃ الاولی وفی الثانی ھل اتی علی الانسان۔ (مشکوۃ قراءۃ)
(۱۴) مشکوۃ مین مسلم سے ہی عبید اللہ کہتے ہین مروان نے ابوہریرہ کو مکہ جاتے وقت مدینہ مین اپنا قائم مقام کیا۔ ابوہریرہ نے جمعہ مین اول رکعت مین سورہ جمعہ اور دوسری رکعت مین اذا جاءک المنافقون پڑہی اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مین نے جمعہ مین انہین پڑہتے سنا ہی ⁂ ⁂ ⁂	عبید اللہ بن رافع قال استخلف مروان اباھریرۃ علی المدینۃ وخرج الی مکۃ فصلی لنا ابوھریرۃ الجمعۃ فقرء سورۃ الجمعۃ فی السجدۃ الاولی وفی الاخرۃ اذا جاءک المنافقون فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء بھما یوم الجمعۃ۔ (مسلم۔ مشکوۃ)
(۱۵) مشکوۃ مین مسلم سے ہی نعمان کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ مین سبح اسم ربک الاعلی اور ہل اتک حدیث الغاشیہ پڑہتے تھے۔ ⁂	عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی العیدین وفی الجمعۃ سبح اسم ربک الاعلی وھل اتاک حدیث الغاشیۃ۔ (مسلم۔ مشکوۃ)
(۱۶) مشکوۃ مین مسلم سے ہی عبید اللہ کہتے ہین عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد سے پوچھا	عن عبید اللہ ان عمر بن الخطاب سال ابا واقد اللیثی ماکان یقرء

علقمہ سے اون سورتونکو دریافت کیا تو علقمہ نے جواب دیا کہ ابن مسعود کے ترتیب کے موافق اول مفصل سے بیس سورتین ہین ان مین آخر حم دخان اور عم یتسالون ہے ❊	دخل معہ علقمۃ فخرج علقمۃ فسالناہ فقال عشرون سورۃ من اول المفصل علی تالیف ابن مسعود آخرھن الحواٰم الدخان وعم یتسالون (بخاری فضائل)
(۱۰) بخاری مین براء سے ہے پوری سورتون مین آخر مین سورہ براءۃ نازل ہوئی اور سورہ نساء کا آخر نازل ہوا۔ ❊	عن البراء قال آخر سورۃ نزلت کاملۃ براءۃ واخر سورۃ نزلت خاتمۃ سورۃ النساء یستفتونک (بخاری مغازی)
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض سورتین ایسی بھی ہین جو یکبار پوری مرتب نازل ہوئین اور اونہی مین سورہ براءۃ ہے جو کہ سب کے آخر مین نازل ہوئی اور سورہ نساء کے آخر کی آیت بھی آخر مین نازل ہوئی ہے۔	
(۱۱) مشکوۃ مین بخاری مسلم سے ہے۔ ام فضل کہتی ہین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب مین سورۃ مرسلات پڑہتے ہوے سنا۔ ❊	عن ام الفضل بنت الحارث قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی المغرب بالمرسلات عرفا۔ (متفق علیہ) (مشکوۃ قراءۃ)
(۱۲) مشکوۃ مین بخاری مسلم سے ہی جابر کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر مین سورہ ق اور اوسکے مثل سورہ پڑہتے تھے۔ ❊ ❊ ❊	عن جابر بن سمرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الفجر ق والقرآن المجید ونحوھا (مشکوۃ قراءۃ)

⁂	(مسلم۔مشکوۃ)
(۲۱) مشکوۃ مین بخاری سے ہی ابن عباس کہتے ہین سورہ ص مین سجدہ ضروری نہین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسمین سجدہ کرتے مین نے دیکھا ہے۔	عن ابن عباس قال سجدۃ ص لیس من عزائم السجود وقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسجد فیہا۔ (بخاری۔مشکوۃ)
(۲۲) مشکوۃ مین ابو داؤد سے ہی حذیفہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کی نماز پڑہتے دیکھا آپ نے چار رکعت پڑہین جنمین سورہ بقرہ۔سورہ آل عمران۔سورہ نساء۔سورہ مائدہ یا انعام کو پڑہا۔	عن حذیفۃ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فصلی اربع رکعات قرء فیہن البقرۃ۔ و آل عمران و النساء والمائدۃ و الانعام۔ (ابو داؤد۔مشکوۃ)
(۲۳) مشکوۃ مین ترمذی سے ہی علیؓ نے فرمایا رسول خدا وتر کی تین رکعت پڑہتے جنمین نو سورتین ہر ایک مین تین تین پڑہتے اور اخر سورت قل ہو اللہ تہی ⁂	عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فیہن بتسع سور من المفصل یقرء فی کل رکعۃ ثلث سور اخرہن قل ہو اللہ احد۔ (ترمذی۔مشکوۃ)
(۲۴) مشکوۃ مین بخاری مسلم سے ہی براء کہتے ہین ایک آدمی سورہ کہف پڑہ رہا تھا اور اوسکے باندہین گھوڑا بندہا ہوا تھا اتنے مین ابر نمودار ہوا۔جس نے۔	عن البراء قال کان رجل یقرء سورۃ الکہف والی جانبہ حصان مربوط بشطنین فتغشتہ سحابۃ فجعلت تدنو وتدنو

کہ آنحضرت عیدین مین کیا پڑہتے تھے کہا سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعۃ۔ ⁂	رسول اللہ صلی علیہ وسلم فی الاضحی والفطر فقال یقرء فیہما بق والقران المجید واقتربت الساعۃ (مسلم مشکوۃ)
(۱۷) مشکوۃ مین مسلم سے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے دو رکعت مین پوری سورہ اعراف پڑہی۔ ⁂	عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی المغرب بسورۃ الاعراف فرقہا فی الرکعتین۔ (مسلم مشکوۃ)
(۱۸) مشکوۃ مین نسائی سے ہی۔ ابن عتبہ کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب مین حم الدخان پڑہی۔ ⁂	عن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ المغرب بحم دخان۔ (نسائی مشکوۃ)
(۱۹) مشکوۃ مین بخاری مسلم سے ہی زید کہتے ہین مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النجم سنائی مگر آپ نے اوسمین سجدہ نہین کیا۔	عن زید بن ثابت قال قرءت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والنجم فلم یسجد فیہا متفق علیہ (مشکوۃ)
(۲۰) مشکوۃ مین مسلم سے ہی ابوہریرہ کہتے ہین ہمنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ اذا السماء انشقت اور سبح اسم مین سجدہ کیا۔	عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سجدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السماء انشقت واقرء باسم ربک الاعلی

سورہ الم تنزیل اور سورہ تبارک الذی نہین پڑھ لیتے تھے سوتے نہین تھے۔ ٭ ٭ ٭	یقرء الم تنزیل و تبارک الذی بیدہ الملک۔ (احمد۔ دارمی۔ ترمذی۔ مشکوۃ)
(۲۹) مشکوۃ مین احمد۔ دارمی۔ نسائی سے ہے عقبہ کہتے ہین مین نے آنحضرت سے عرض کیا سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا کرون فرمایا قل اعوذ برب الفلق اس سے زیادہ بلیغ ہے۔ ٭ ٭ ٭	عن عقبۃ بن عامر قال قلت یارسول اللہ اقرء سورۃ ھود۔ او سورۃ یوسف قال لن تقرء شیئاً ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق۔ (احمد۔ دارمی۔ نسائی مشکوۃ)
(۳۰) مشکوۃ مین ہے علی رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ ہر شے کے لئے زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ رحمن ہے۔ (۳۱) مشکوۃ مین ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر رات مین سورہ واقعہ پڑھے۔ محتاج نہو گا۔ ٭ ٭ ٭	عن علیؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لکل شئے عروس وعروس القرآن الرحمن۔ (مشکوۃ) عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرء سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً۔ (مشکوۃ)
(۳۲) مشکوۃ مین بخاری مسلم سے ہے انسؓ کہتے ہین کہ آنحضرت نے اُبیؓ سے فرمایا خدا کا حکم ہے کہ مین سورہ لم	عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بن کعب ان اللہ امرنی ان اقرء علیک

گھوڑے کو گھیر لیا اور قریب ہونا شروع ہوا گھوڑا دیکھکر کودنے لگا۔ صبح کو اوس نے یہ واقعہ رسول خدا سے عرض کیا آپ نے فرمایا یہ رحمت تہی جو قرآن کیوجہ سے نازل ہوئی تہی۔	جعل فرسہ ینفر فلما اصبح اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال تلک السکینۃ تنزلت بالقرآن۔ متفق علیہ (مشکوۃ)
(۲۵) مشکوۃ مین مسلم سے ہی ابو درداء کہتے ہین انحضرت نے فرمایا جو سورہ کہف کی اول سے دس آیت یاد کرے دجال سے محفوظ رہے۔	عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر ایات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال (مسلم۔ مشکوۃ)
(۲۶) مشکوۃ مین دارمی۔ ترمذی سے ہی انسؓ کہتے ہین انحضرت نے فرمایا ہر شئے کے لئے قلب ہی اور قرآن کا قلب سورہ یس ہے۔	عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل شئ قلبا و قلب القرآن۔ یس۔ (ترمذی۔ دارمی۔ مشکوۃ)
(۲۷) مشکوۃ مین دارمی سے ہی ابوہریرہؓ کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے آسمان و زمین کے ایک ہزار قبل سورہ طہ اور سورہ یس پڑہی۔	عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قرء طہ و یس قبل ان یخلق السموات والارض بالف عام (دارمی۔ مشکوۃ)
(۲۸) مشکوۃ مین احمد۔ دارمی۔ ترمذی سے ہی۔ جابر کہتے ہین انحضرت جب تک	عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا ینام حتی

مرتب تھا۔ کیونکہ اول و آخر کی تعیین بلا ترتیب اور غیر مرتب میں ناممکن ہے

(۲) مشکوۃ میں مالک سے ہے عمرو کے باپ نے اپنے دادا سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں۔ قرآن میں کوئی ایسی چھوٹی بڑی سورۃ نہیں جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے نماز میں نہ سنا ہو یعنی قرآن کی تمام سورتیں آپ سے سنیں۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال ما من المفصل سورۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ الا قد سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم بہا الناس (مالک)

(مشکوہ باب القراءۃ)

(۳) مشکوہ میں ابو داؤد۔ ابن ماجہ سے ہے عمرو کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرآن میں مجھے پندرہ سجدے پڑھائے جس میں سے مفصل میں تین اور سورہ حج میں دو ہیں۔

عن عمرو بن العاص قال اقرانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن منہا ثلث فی المفصل وفی سورۃ الحج سجدتین۔

(ابن ماجہ۔ ابو داؤد۔ مشکوۃ)

ان عمرو بن العاص (جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرآن پڑھایا۔ اور قرآن میں پندرہ سجدے بتائے۔) کے بیٹے عبداللہ پورے قرآن کے حافظ تھے اور ہر روز رات میں تمام قرآن تہجد میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ عبداللہ کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا بھی تھا۔ جیسا میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ عمرو۔ عبداللہ۔ ابوالدرداء وغیرہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ترتیب سے تمام قرآن پڑھایا وہی ترتیب قرآن کی آسمانی تھی۔ اور اُسی ترتیب سے صحابہ نے لکھا اور یاد کیا۔ اور آج تک اُسی طرح سے مسلمانوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔

منار الہدیٰ میں ہے۔ یعنی حضرت عائشہ سے صحیح عن عائشۃ اعطیت ما کان

لیکن الذی نہین سناؤن اُبیؓ نے عرض کیا خدا نے کیا میرا نام لیا ہے آپ نے فرمایا ہان اسپر اُبی پر گریہ کی حالت طاری ہوگئی۔	لم یکن الذی کفروا قال اسمانی قال نعم فبکی۔ متفق علیہ (مشکوۃ)

انکے سوا اور بہت ایسی حدیثین ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ قرآن کی سورتین آپکے عہد مبارک مین مرتب پڑھی جاتی تھین اور صحابہ اوس سے واقف تھے لیکن طوالت کے خوف سے محض اسی قدر حدیثون پر اکتفا کیا جاتا ہے انصاف پسند اور حق پسند کیلئے اسقدر حدیثین بہی کافی ہین البتہ جن کے دلمین فہم کا نور اور انصاف کا ذوق اور حق کی لذت نہین وہ آفتاب کی روشنی مین بہی رستہ نہین دیکھ سکتے گو یہ بعض حدیثین جنمین قرآن کے چند سورتون کا بیان ہے قرآن کے تمام سورتون کی ترتیب کے لئے شاہد ہین مگر مزید اطمینان کے لئے ایسی حدیثین بہی لکہتا ہون جن سے قرآن کی تمام سورتونکی ترتیب پر روشنی پڑے۔

(۱) دارمی مین زارہ سے ہی آنحضرت سے دریافت کیا گیا کونسا عمل تمام مین بہتر ہی فرمایا اوترنا اور سفر کرنا پوچھا گیا کس طرح فرمایا قرآن دان جو قرآن کو اول سے آخر تک پڑہے پہر آخر سے اول قرآن کی طرف عود کرے یعنی دوبارہ شروع کردے۔	عن زارۃ بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال المرتحل قیل ما الحال والمرتحل قال صاحب القرآن یقرء من اول القرآن الی آخرہ ومن اخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل۔ (دارمی ص ۴۳۱)

یہ حدیث اس فیصلہ اور تصدیق کے لئے کافی ضمانت ہی کہ قرآن آپکے زمانہ مین

تک پہنچ گیا تھا۔ بحرین۔ نجد۔ عمان۔ یمن۔ طائف۔ مکہ۔ مدینہ۔ ان تمام بڑے بڑے شہرون اور اُن کے اطراف دیہاتون اور تمام قبائل مین اُسی وحدہ لاشریک کی پانچون وقت باآواز بلند منادی کی جاتی تھی۔ حجۃ الوداع مین ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانون کو آنحضرتؐ کی ہمرکابی کا فخر حاصل تھا۔ اور ان کے سوا لاکھون کی تعداد مین تمام عرب مین مسلمان پھیلے ہوئے تھے۔ ہر مسلمان پر پانچ وقت نماز مین قرآن پڑھنا لازمی تھا۔ جن مین ایسے مسلمان بھی کثرت سے تھے جو رات کے آخر حصہ مین جاگتے۔ قرآن پڑھتے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزارون مسلمانون نے نماز مین قرآن بارہا سُنا بلکہ اس کثرت سے سنا گیا کہ بعض کو سنتے سنتے پوری سورتین یاد ہوگئی تھین۔ ہر رمضان مین پورے قرآن کا آپ دور کرتے جس مین صحابہ بھی شریک ہوتے۔ ہزارون صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی قرآن پڑھایا۔ اور نیز یہ بھی عام طور سے فرما دیا

یعنی مسلمان کو مرنے کے بعد بھی اُس کے اعمال سے ان اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے (۱) وہ علم جس کو لوگون مین شائع کرے اور تعلیم دے (۲) اولاد صالح (۳) لکھائے ہوئے قرآن کو اپنے مال متروکہ مین چھوڑے (۴) مسجد بنائے (۵) مسافرخانہ بنائے (۶) نہر نکلوائے (۷) اپنی صحت مین صدقہ نکالے۔

ان مما یلحق المومن من عملہ و حسناتہ بعد موتہ علما علمہ ونشرہ وولدا صالحا ترکہ او مصحفا ورثہ او مسجدا بناہ او بیتا لابن السبیل بناہ او نہرا اجراہ او صدقۃ اخرجہا من مالہ فی صحتہ وحیاتہ تلحقہ من بعد موتہ

(مشکوۃ۔ کتاب العلم عن ابی ہریرہؓ)

آنحضرتؐ کے اس فرمان کے بعد کون ایسا مسلمان ہوگا جس نے قرآن کی لکھانے کی کوشش نہ کی ہوگی۔ اور کیا اس کے بعد بھی صحابہؓ نے قرآن نہ لکھائے ہونگے۔ الغرض آپ کی زندگی کا اعلیٰ مقصد صرف قرآن کی تعلیم تھی۔ ہزارون کی تعداد مین تمام سرزمین عرب پر آپ کی طرف سے قرآن کے معلمین اور مبلغین پھیلے ہوئے تھے۔ اور تمام عرب

صحیح طور سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا
کہ بجاے توریت کے مجھے قرآن مین سات
بڑی سورتین دی گئین - اور بجاے زبور مئین
دئے گئے - اور بجاے انجیل سبع مثانی اور
مفصل اِن سے زائد دئے گئے - اِس حدیث
سے ثابت ہو کہ قرآن آنحضرتؐ کے عہد مین
مرتب تھا - کیونکہ جو ترتیب اِس حدیث مین
ہے وہی ترتیب قرآن کی اِس وقت ہو اور پھر
یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ انفال مستقل سورۃ ہے
اور سورۃ براءۃ کا حصہ نہین ہے - صاحب
منار الہدیٰ نے تو اِس حدیث کو حضرت عائشہ
سے روایت کیا - اور امام احمد نے اپنی مسند
مین واثلۃ بن الاسقع سے روایت کیا ہے
جیسا کہ اتقان سیوطی مین ہے

التوراۃ السبع الطوال واعطیت
مکان الزبور المئین واعطیت مکان
الانجیل السبع المثانی وفضلت
بالمفصل - وفیہ دلالۃ علی ان
القرآن کان مولفا من ذلک
الوقت وانما جمع فی المصحف
علی شی واحد وفیہ دلالۃ علی
ان سورۃ الانفال سورۃ مستقلۃ
ولیست من براءۃ والسبع الطول
البقرۃ وآل عمران والنساء والمائدۃ
والانعام والاعراف والیونس
والمئون ما کان فیہ مائۃ اٰیۃ
او قریب منہا بزیادۃ یسیرۃ او
نقصان یسیر صـ۱۲

الغرض بانی اسلام نے سورتون کے آیات مین اور سورتون مین جو ترتیب
قائم کی اور ہزارون صحابہ نے آپ سے جس ترتیب سے سنا اور آپ نے پڑھا یا لکھا یا
اُسی ترتیب سے صحابہ نے یاد کیا اور لکھا - اور اُن کے بعد تابعین نے بھی صحابہ سے
جو ترتیب سنی یا لکھی وہ وہی ترتیب تھی - جو بانی اسلام کے مبارک عہد مین قائم ہو چکی
تھی - اور نسلاً بعد نسلاً اُسی طرح سے اِس وقت تک محفوظ ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی مین اکثر ملک عرب کی سرزمین آفتاب
اسلام سے منور ہو چکی تھی - مغرب مین بحر احمر سے یمن کے کنارے کنارے خلیج فارس

وہ آج ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثابت ہو اس لئے کہ وہ دس قاری جنکے
قراءت اسلامی دنیا مین باتفاق مقبول ہے
اِن دسون نے اپنی ایسی صحیح سندون سے
جس کی صحت پر تمام امۃ کا اتفاق ہے قرآن
کو اسی ترتیب سے آنحضرتؐ سے نقل کیا اور
اُن کے اُستادون نے اُنہین اسی طرح سے
پڑہایا اور بتایا ہے۔ اِسی طرح سے برابر سلسلہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے

الذی یقرء علیہ القرآن ثابت
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فان القراء العشرۃ باسانیدھم
الصحاح المجمع علی صحتھا نقلوا عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قراءتھم وقرء وا علی ھذا الترتیب
ونقلوا ان شیوخھم اقرءھم ھکذا و
شیوخ شیوخھم اقرءھم ھکذا الی رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
(شرح سلم بحر العلوم مصر ص۱)

❊ ❊ ❊

مولوی سید محمدؐ صاحب فاضل شیعی تنزیہ الفرقان مین مولوی سید مرتضی علم الہدی سے ناقل ہین۔

(۲) قرآن جس ترتیب پر آج ہے آنحضرت
کے مبارک عہد مین بھی وہ اسی طرح مرتب تھا۔
اور اسی طرح سے اُس وقت پڑہایا جاتا تھا۔
اور اسی طرح سے یاد کیا گیا۔ اور رسولؐ خدا کو
اسی طرح سے سناتے اور آپکے سامنے پڑہتے
تھے۔ اور صحابہ کی بڑی جماعت نے جس مین
ابن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہم ہین اکثر بار
آنحضرت کو پورا قرآن سنایا۔ جس سے صاف
روشن ہے کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ان القرآن کان علی عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مجموعاً مولفاً
علی ما ھو علیہ الآن وکان یدرس
ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان وانہ
کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ویتلی علیہ وان جماعۃ من
الصحابہ کعبد اللہ بن مسعود و
ابی بن کعب وغیرھم ختموا القرآن
علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عدۃ

گھر گھر۔ اور بچہ سے لے کر بوڑھے تک۔ مرد سے لے کر عورت تک ہر شخص کی زبان پر قرآن کا ذکر اور اُس کا ذوق تھا۔ اور اُس کی دلفریب اور دلکش عجیب و غریب طرز نے ہر شخص کو اپنا فریفتہ اور گرویدہ بنا لیا تھا۔ ہر مسلمان کو کم و بیش قرآن یاد تھا۔ اور ہزارون ایسے تھے جن کو قرآن تمام و کمال حفظ تھا۔ اور ہزارون کی تعداد مین لکھی ہوئی قرآن بھی اُنمین تھی۔ اور اُن حفاظ کے دل اور اوراق کے صفحات پر اُسی ترتیب سے منقش اور لکھا ہوا تھا۔ جو معلم اول اور اسلام کے داعی سے اُنھون نے سیکھا اور سنا تھا۔ آخری رمضان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے دو بار ختم کئے۔ اور اس مین ابن مسعود اور زید بن ثابت بھی برابر موجود رہے۔ اور تمام و کمال قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ معارف ابن قتیبہ مین ہے۔ زید نے اخیر مین اپنا لکھا ہوا قرآن آنحضرت کو سنایا۔ اور زید کی اس قرآن کی ترتیب ہماری قرآن کی تھی۔ اور زید نے حضرت عمر کے لئے بھی ایک قرآن لکھا تھا۔

زید بن ثابت کان اخر عرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القرآن علی مصحفہ وھو اقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید لعمر بن الخطاب

بخاری مین ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رازداری کے طور سے مجھسے یہ فرمایا کہ جبریل ہر سال قرآن کا ایکبار مجھ سے دور کرتے۔ مگر امسال دو بار کیا اسکی وجہ شاید یہ ہے کہ آفتاب نبوت غروب ہوا چاہتا

قالت فاطمۃ اسرّ الی ان جبریل کان یعارضنی القرآن کل سنۃ مرۃ وانہ عارضنی العام مرتین ولا اراہ الا حضر اجلی۔

(بخاری مناقب)

جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے اس آخر وقت مین دور کیا تھا۔ وہی ترتیب قرآن کی آج تک مسلمانون مین ہے اور تمام اہل اسلام اسپر متفق ہین۔ چنانچہ مولانا بحر العلوم شرح مسلم مین لکھتے ہین۔

یہان سے معلوم ہوا۔ قرآن کی یہ ترتیب جسپر

وایضاً ظہر من ھذا ان الترتیب

فرما دیتے تھے۔ اور اُسی کے موافق صحابہ لکھتے پڑھتے۔ تواتر سے ہمین اِسکا یقین ہے کہ آنحضرت قرآن کو اُسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ اِسی وجہ سے تمام صحابہ نے اِسی ترتیب پر اجماع کیا۔

المتواتر بهذا الترتيب من تلاوة رسول الله صلى الله عليه وسلم ومما اجمع الصحابة على وضعه هكذا في المصحف

(اتقان)

(۶) اتقان مین ہی۔ ابوجعفر کہتے ہین یہ ترتیب قرآن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے۔

قال ابو جعفر النحاس المختار ان تاليف السور على هذا الترتيب من رسول الله صلى الله عليه وسلم

(اتقان)

(۷) امام نواوی نے تبیان فی آداب حملۃ القرآن مین لکھا ہے جس طرح قرآن اِس وقت مرتب ہی اُسی ترتیب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین تھا۔

قال الشيخ محي الدين نووي في كتاب التبيان في آداب حملة القرآن ان القرآن العزيز كان مؤلفا في زمن النبي صلى الله عليه وسلم على ما هو في المصاحف اليوم

(تاریخ ابن الوردی)

ولیم میور صاحب لائف آف محامد ج ۱ صہ ۵ مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء مین لکھتے ہین۔

(اور عرب کا حافظہ کیسا ہی دیرپا کیون نہ ہو تاہم اِن تحریرون کو جو صرف یاد ہی سے لکھے جائین ہم بے اعتبار سمجھ لیتے۔ لیکن اِس امر کے باور کرنے کی وجہ معقول ہے کہ بہت سی مجزی نقلین جن مین کل قرآن شامل تھا۔ یا جو تقریباً کل پر محتوی تھین مسلمانون نے پیغمبر کی حیات مین لکھی تھین۔ جب کہ اُن لوگون کو لکھنے کی استعداد حاصل تھی۔ تو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جو چیز ایسی حفاظت شدید سے یاد کی جاتی ہی۔ اِسی طرح بکمال احتیاط لکھی بھی جاتی ہوگی (تاریخ محمدی مولفہ مولوی فیروزالدین) اور اِس کے بعد پھر آنریبل فاضل موصوف

کے عہد مین مرتب تھا نہ متفرق غیر مرتب

٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭

(۳) اتقان مین ابن وہب سے ہے کہ اُنہون نے امام مالک سے سنا قرآن جس طرح آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا گیا ویسی ہی ترتیب دیا گیا ہے۔

(۴) اتقان مین ہے۔ امام بغوی شرح السنۃ مین لکھتے ہین۔ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن آنحضرتؐ پر نازل کیا صحابہ نے اُسے ویسے ہی لکھا جیسا آنحضرتؐ سے سنا بلا تقدیم و تاخیر کی اور نہ اپنی طرف سے کوئی ایسی ترتیب قائم کی جو رسول اللہ نے قائم نہ کی تھی اور نہ آپ سے سنی تھی آنحضرتؐ نے اپنے صحابہ کو خدا کا نازل کردہ قرآن اُسی ترتیب سے بتایا۔ اور سکھلایا جو ترتیب قرآن کی اِس وقت ہے۔

(۵) اتقان مین ہے۔ ابن حصار کہتے ہین۔ سورتون مین آیتون کی اپنے اپنے موقع پر ترتیب اور قرآن مین سورتون کی اپنی اپنی جگہ پر ترتیب کی بھی آنحضرتؐ پر وحی ہوتی اور آنحضرت اسی وحی کے موافق ہر آیت اور سورۃ کا موقع بیان

ختمات وکل ذلک بادنی تامل یدل علی انہ کان مجموعًا مرتبًا غیر منشور ولا مبثور

(تنزیہ الفرقان صـ۴۹۴ و تفسیر روح المعانی جـ۱ صـ۲۱)

عن ابن وھب قال سمعت مالکا یقول انما الف القران علی ما کانوا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(اتقان)

قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمعوا بین الدفتین القران الذی انزلہ اللہ علی رسولہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من غیر ان قدموا شیئًا او اخروا او وضعوا لہ ترتیبًا لم یاخذوہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمہم ما نزل علیہ من القران علے الترتیب الذی

قال ابن الحصار ترتیب السور ووضع الآیات مواضعہا انما کان بالوحی وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ضعوا آیۃ کذا فی موضع کذا وقد حصل الیقین من النقل

آخری شخص اسی قرآن مرتب کی بلا تبدل و تغیر اور کمی بیشی کے اپنی سماعت آنحضرت سے بیان کرتا ہے۔ تو اب جب یہی قرآن اس سلسلہ سے ہمارے حفاظ اور قراء تک پہنچا ہے اور تمام حفاظ اور قاری اسی قرآن کی سند کو بعینہ اسی ترتیب اور الفاظ سے آنحضرت تک پہونچاتے ہین۔ اور ہر ایک کی سند کا منتہی آنحضرت پر ہے۔ اور محض لکھے ہوئے پر اعتماد نہین کیا گیا۔ اور یہ سلسلے اور سندین جو آنحضرت تک پہنچتے ہین اس کثرت سے ہین جو تواتر کے حدود سے بہت زیادہ اور آگے بڑھ جاتی ہین تو تنہا تمام حفاظ اور قراء کا اسی قران مرتب کو آنحضرتؐ سے روایت کرنا اس امر کے لئے کافی شہادت ہے کہ یہ ترتیب سرور کائنات کی دی ہوئی ہے اور اب اس فیصلہ اور یقین کے لئے اس کے سامنے کسی خارجی شہادت کی احتیاج نہین۔ اور تنہا یہی دوسری دلیلون سے بے نیاز اور مستغنی بنا دیتی ہے پس جب اس دلیل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ قرآن وہی ہے۔ جو آنحضرتؐ نے اپنے بعد چھوڑا۔ اور اپنی امت کو تعلیم کیا۔ اور جس ترتیب اور طریقہ سے آپ نے تعلیم کیا وہ بلا کسی تغیر کے بعینہ ویسی ہی موجود ہے۔ اور اس موجودہ قرآن کی ترتیب بلاشبہ انوار نبوت کی روشنی مین انجام کو پہونچی ہے۔ پس علم اور یقین کی عمارت تواتر کے بلند پہاڑ کی مضبوط چٹان پر قائم ہوا اس سے وہ آبگینہ جس کا خمیر خبر احاد سے ہوا اگر ٹکرائے تو بجز اس کے کہ خود پاش پاش ہو جائے اس مضبوط عمارت کو کسی قسم کا صدمہ نہین پہنچا سکتا۔ تواتر کی روشنی ایسی صاف اور لطیف اور تیز ہے جس کے روبرو خبر احاد کی ٹمٹماتی روشنی ماند ہو جاتی ہے۔ اور اس آفتاب قلوب تاب کے طلوع ہوتے ہی خبر احاد کے کواکب تاریکی کی چادرین پوشیدہ اور تمام کی نظرون سے اوجھل ہو جاتے ہین۔ اور بے نیازی کی وجہ سے کسی کی اس پر نظر نہین پڑتی۔ بلکہ کسی شہادت اور خبر کا تواتر کے خلاف ہونا ہی اس کے کمزور اور بے وقعت ہونے پر نہایت ہی معتبر

لکھتے ہین (علاوہ اُن تصریحات کے جو قرآن ہی مین خود اُس کے مکتوب ہونے پر پائی جاتی ہین۔ ایک صحیح روایت ہین جس مین عمر رضؓ کے مسلمان ہونے کی کیفیت مروی ہے قرآن کی بیسوین سورۃ کی نقل کا تذکرہ ہے۔ جو عمر کی بہن کے گھر مین اُن کی ذاتی مصرف کے لئے تھے۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جو ہجرت سے تین یا چار برس پیشتر گذرا۔ تو اگر اُس قدر قدیم زمانہ مین قرآن کی نقلین لکھی جاتی تھین اور عام تھین درانحالیکہ مسلمان کم اور مظلوم تھے۔ تو یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب پیغمبر کو قوت ہوئی اور یہ کتاب اکثر ملک عرب کے لئے شریعت قرار پائی تو اُس وقت قرآن کے نسخے کثرت سے بڑھ گئے ہون گے۔

(۸) فاضل محمد بن الحسن حر عاملی شیعی لکھتے ہین (ہر کسی کہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن در غایت و اعلی درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ و نقل می کردند۔ آن در عہد رسول خدا مجموع مولف بود۔

اِن کے سوا بھی اگر یہ خیال کیا جائے کہ علمائے اِسلام نے جبکہ قرآن کے سوا آنحضرت کی حدیث مین بھی یہ احتیاط کی ہے کہ کوئی قرآن و حدیث کی تعلیم اُس وقت تک نہین دے سکتا جبتک وہ قرآن اور حدیث کسی ایسے فاضل و عالم کو سنا کر سند حاصل نہ کرے جس نے اپنے اوستاد سے اُس نے اپنے اوستاد سے سند حاصل کی ہو۔ اسی طرح سے آنحضرت پر اِس زنجیر کی آخری کڑی منتہی ہو۔ اور جو شخص بلا اِس زنجیر کی کڑی کی گرفت کے محض اپنی علمی قابلیت کے اعتماد پر تعلیم دینا چاہے تو ہرگز کوئی مسلمان اُس کے آگے زانوے تلمذ تہ نہ کرے گا۔ تا وقتیکہ وہ اپنے قرآن اور حدیث کے سماع کو معتبر شخص سے ثابت نکرے اور اِس مین اور آنحضرت مین جو واسطے ہین اُن کی پرہیزگاری اور دینداری ثابت نہو۔ اسلامی دنیا مین اِسوقت جس قدر حفاظ اور قرآن کے قاری ہین وہ تمام اِسی قرآن کی سماعت کو مختلف واسطون سے آنحضرت تک پہونچاتے ہین۔ اور ہر ایک قاری اور حافظ کے سند کا

حدیثین نہین ہین جن سے ثابت ہوتا ہی
کہ قرآن کی آیات اور سورتین تمام خدا تعالے
کی ٹھہرائی ہوئی ہین۔ اور ترتیب دی ہوئی ہین
کیا اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہین کہ آنحضرت
پر جب کچھ نازل ہوتا تھا تو فورًا فرما دیتے تھے
کہ اسے فلان سورۃ مین فلان مقام پر لکھو۔
اسکے سوا بھی یہ خیال کرو کہ سورتون مین ترتیب
اگر انسان کی دی ہوئی ہوتی تو اُسکی تین ۳
صورتین ہین اول یہ کہ بڑی سورتون سے شروع
کرتے اور سب سے چھوٹی پر ختم کرتے۔ یا اسکا اُلٹا
یعنی پہلے تمام سے چھوٹی پر اُس سے بڑی اسی طرح
تمام سے بڑی پر ختم کرتے یا شان نزول کیموافق
رکھتے اور جبکہ قرآن کی موجودہ ترتیب مین ان
تینون باتون مین سے ایک بات بھی نہین تو
معلوم ہوا کہ یہ ترتیب انسان کی دی ہوئی نہین
بلکہ آنحضرت نے خدا کے حکم سے دی ہے۔

او تنسہا نأت بخیر منہا او مثلہا و
قول رسول اللہ فی ایۃ الکرسی
وایۃ الکلالۃ والخبر انہ علیہ
السلام کان یاموا اذا نزلت الایہ
ان تجعل فی سورۃ کذا فی موضع کذا
ولوان الناس رتبوا سورۃ لما
تعدوا احد وجوہ ثلاثۃ اما ان
یرتبوہا علی الاول فالاول نزولا
او الاطول فما دونہ او الاقصر فما
دونہ فاذ لیس ذلک کذلک
فقد صح انہ امر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ الذی لا یعازع عن اللہ
عز وجل لا یجوز غیر ذلک اصلا

(صہ ۳۲ جلد ۴)

❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊

اس موقع پر ہمکو اُن روایات کے حال کا بیان اور تنقیح کرنا بھی ضروری ہے جس کی وجہ سے عوام، و ناواقفون کو خصوصا مخالفین کو بہت کچھ شکوک اور شبہات کا موقع ملتا ہے اور جن کی وجہ سے آج اصلی واقعہ پر ایسا تاریکی کا پردہ پڑگیا کہ اُس سے عوام تو کیا خواص بھی مغالطہ مین پڑ گئے۔

(۱) وہ روایتین ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کی مصحف مین قرآن کی

تمسک ہو جیسا اصول فقہ مین ہو

اب بہت سے واقعات بے اختیار ہمین اس پر مائل کرتے ہین آنحضرتؐ نے اپنے عہد مین قرآن کو مرتب کیا۔ تعلیم دیا بہت سے صحابہ نے آپ سے پورا لکھا۔ اور نیز اس قدر اخبار کی اس پر شہادت ہو جو متواتر سے بھی زیادہ ہین۔ پھر قرآن کے حفاظ اور قراء کی وہ سندین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہین اور درجہ تواتر پر ہین آن تینون باتون سے اگرچہ ہر ایک تنہا ہمارے دعوے پر کافی روشنی ڈالتا ہے مگر بعد ان تینون باتون یعنے واقعات اخبار۔ سندات کے ہمارا یہ دعوے کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین مرتب تھا۔ جو ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اُسی ترتیب سے صحابہ نے لکھا۔ یاد کیا۔ بہت سے نسخے قرآن کے اُسی ترتیب سے لکھے ہوئے تھے اور بہت سے اُس کے پورے حفاظ آپ کے عہد مین موجود تھے ایسا روشن اور مستحکم ہو جاتا ہے کہ اُس کے سامنے شکوک اور شبہات کی تاریکی کا پردہ خود بخود اُٹھ جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہو کہ اُس کے دریافت اور سمجھنے کے آلات ایسے ضعیف ہون کہ اس روشنی کی تاب سے اُن کی خیرگی اور بڑھ جائے۔ یا اُن مین یہ آلات ہی نہون یا سی اندرونی تاریکی اور عناد نے اُن کے حواس کو معطل کر دیا ہو۔ اب مین یہان علامہ ابن حزم کی وہ تحریر نقل کرتا ہون جو علامہ موصوف نے کتاب الفصل مین اس کے متعلق کی ہو۔

جو کہے کہ قرآن مین آیتین خدا اور رسول کے سوا کسی انسان نے قرار دی ہین اور اسی طرح سورتون کی ترتیب کو کہے تو ایسا شخص جاہل ہے۔ جھوٹا ہے۔ مفتری ہے کیا اُسنے قرآن پاک کی یہ آیۃ ما ننسخ من آیۃ الخ اور کلالہ اور آیۃ الکرسی کے بارے مین

من قال ان تقسیم الآیات وترتیب مواضع سورۃ فعلہ الناس لیس من عند اللہ ولا من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد کذب ھذا الجاھل وافک افتراہ ما سمع قول اللہ تعالے ما ننسخ من آیۃ

عبدالرحمن کہتے ہیں ابن مسعود قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو قرآن سے چھیلدیتے اور فرماتے کہ آنحضرت نے ان دونوں کو تعویذ بنانے کو فرمایا ہے اور نیز ابن مسعود ان دونوں کی تلاوت بھی نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے۔

عبدالرحمن کہتے ہیں ابن مسعود قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو چھیلدیتے اور فرماتے کہ یہ قرآن کی سورتیں نہیں ہیں۔

* * * * *
* * *
* *

تحقی کی دوسری روایت

عبداللہ[۵۱] ابن احمد عن عبد الرحمن یزید قال کان عبد اللہ یحک المعوذتین من المصحف ویقول انما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتعوذ بہما ولم یکن عبد اللہ یقرأ بہما ویقول انما ہما لیستا من کتاب اللہ

تحقی کی تیسری روایت

واخرج[۵۲] عبد اللہ ابن احمد فی زیادات المسند والطبرانی وابن مردویۃ من طریق الاعمش عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن یزید النخعی قال کان عبد اللہ بن مسعود یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انہما لیستا من القرآن او من کتاب اللہ

علقمہ کی روایت

علقمہ کہتے ہیں ابن مسعود قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو قرآن سے چھیلدیتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت نے ان کی تعویذ بنانے کا حکم دیا ہے اور عبداللہ

قال[۵۳] حدثنا الازرق[۵۴] بن علی ثنا حسین[۵۵] بن ابراہیم ثنا الاصلت[۵۶] بن بہرام عن ابراہیم عن علقمہ قال کان عبد اللہ یحک المعوذتین من المصحف

بقیہ صفحہ اعمش کی حدیث میں بہت اختلاف ہے اور اعمش حدیث میں تدلیس کرتا ہے اور ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرتا ہے ابن مبارک کہتے ہیں کہ اعمش اور ابواسحٰق نے اہل کوفہ سے جو روایتیں کہیں وہ تمام فاسد ہیں ۱۲ ۵۱ قسطلانی شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۴۹ تفسیر قل اعوذ برب الفلق ۱۲

۵۲ عینی شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۴۸ ۱۲ ۵۳ تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابویعلی سے اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں ہے ۱۲

آخر کی دو سورت یعنی معوذتین لکھی ہوئی نہ تھیں، اور ابن مسعود قرآن سے ان دونوں سورتوں کو مٹا دیتے اور کہتے کہ یہ قرآن کی سورتیں نہیں۔ اور جو قرآن نہیں اُسے قرآن میں لکھنا نہ چاہیئے۔

چونکہ اِن روایات سے ظاہری یہ خیال ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام قرآن مرتب لکھا ہوا نہیں تھا۔ اور صحابہ کو اس ترتیب سے پورا یاد نہ تھا۔ ورنہ ابن مسعود جو صحابہ میں بڑے ذی فضل وکمال اور جلیل القدر عالم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خلوت اور جلوت میں ابتدا نبوت سے آخر تک رہے اِس سے ناواقف نہ ہوتے۔ اسلئے ضروری ہے کہ اِس قسم کی تمام روایتوں پر کافی روشنی ڈالی جائے

معوذتان کے متعلق ابن مسعود سے تین شخصوں کی روایت ہیں (۱) عبدالرحمان بن یزید (۲) علقمہ (۳) زر بن حبیش۔

عبدالرحمن بن یزید کی روایت

(۱) پہلی روایت۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ابن مسعود قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو اپنے قرآنوں سے چھیلدیتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ یہ قرآن میں نہیں ہیں یعنی یہ قرآن کی سورتیں نہیں ہیں۔

عبداللہ[۵۱] ابن احمد من حدیث الاعمش[۵۲] عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن یزید قال کان عبداللہ یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انہما لیستا من کتاب اللہ اتقان میں ابن حجر سے من مصاحفہ کی جگہ من المصحف کا لفظ ہے۔

---

۵۱ اس روایت کو ابن کثیر نے تفسیر میں اور اتقان میں ابن حجر سے نقل کیا ہے ۵۲ فی حدیث الاعمش اضطراب کثیر وھو یدلس وربما یدلس عن ضعیف قال ابن المبارک افسد حدیث اھل الکوفۃ ابو اسحق والاعمش وکذا قال مغیرۃ (میزان)

زر بن حبیش قال قلت لابی بن کعب
ان ابن مسعود لا یکتب المعوذتین
فی مصحفه اشهد ان رسول الله صلی
الله علیه وسلم اخبرنی ان جبریل
علیه السلام قال له قل اعوذ برب
الفلق فقلتها قال قل اعوذ برب
الناس فقلتها فنحن نقول ما قال النبی
صلی الله علیه وسلم۔

زر کی تیسری روایت

عن[1] سفیان بن عیینة ثنا عبده ابی
لبابة وعاصم بن بهدلة انهما سمعا
عن زر بن حبیش قال سالت ابی
بن کعب عن المعوذتین فقلت یا ابا
المنذر ان اخاك ابن مسعود تحك
المعوذتین من المصحف فقال انی سالت
رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال قیل لی فقلت فنحن نقول کما
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

زر کی چوتھی روایت

حدثنا[2] علی بن عبد الله ثنا سفیان
ثنا عبده ابی لبابة عن زر بن حبیش
قال سفیان وحدثنا ایضا عاصم

[1] ابو بکر الحمیدی فی مسنده ۱۲ [2] بخاری ۱۲

ابن مسعود ان کی تلاوت بھی نہیں کرتے تھے

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ویقول انما امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ ان یتعوذ بہما ولم یکن عبد اللہ یقرء بہما

واخرج الطبرانی عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ھاتین السورتین فقال قیل لی فقلت فقولوا کما قلت۔

زر بن حبیش کی حدیث

زر کی پہلی روایت

قال احمد ثنا وکیع ثنا سفیان عن عاصم عن زر بن حبیش قال سالت ابن مسعود عن المعوذتین فقال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہا فقال قیل لی قل فقلت لکم فقولوا قال ابی فقال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنحن نقول۔

زر کی دوسری روایت

قال الامام احمد ثنا عفان ثنا حماد بن سلمۃ انا عاصم بن بہدلۃ عن

بقیہ صفحہ ۹ قال ابن حبان ثقۃ یغرب (خلاصہ) اس سے صحاح میں روایت نہیں ۱۲

۵۵ قال النساء لیس بالقوی، قال ابن عدی حدث بافرادات کثیرۃ وھو من اھل الصدق الا انہ یغلط ۱۲ (میزان الاعتدال)

۵۶ قال ابو حاتم لا عیب لہ الا الارجاء وکذا تکلم فیہ ابو زرعۃ الارجاء (میزان الاعتدال)

۵۱ تفسیر درمنثور میں ہے ۱۲ ۵۲ بتفسیر ابن کثیر میں ہے ۱۲ ۵۳ ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے ۱۲

ترجمہ	قول	نمبر شمار	
صحیح نہین ہان پہلا قول صحیح ہے۔ اِس لئے جن روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِن صحابہ کی ترتیب اِس قرآن کے خلاف تھی وہ تمام جعلی اور خیالی ہین واقعیت سے اُسکو کچھ بھی تعلق نہین کسی معتبر کتاب مین ایسی روایات نہین ہین اِسلئے یہ روایات ہرگز اِس قابل نہین کہ اِنپر توجہ کیجائے خصوصاً ایسی حالت مین کہ قرآن کی یہ ترتیب تمام امت سے آجتک منقول ہے اور تمام کا اِسپر اتفاق ہے	والحق ہو الاول وھذہ الروایات مزخرفۃ موھومۃ ولم توجد فی الکتب المعتبرۃ و لا یعباء بھا فی مقابلۃ التواتر الذی جری من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الآن		
یہان سے معلوم ہوا کہ قرآن کی یہ موجودہ ترتیب آنحضرت کی دی ہوئی ہے کیونکہ اُن دس قاریون نے جنکی سند مین متواتر ہین اِس قرآن کو اپنی سندون سے آنحضرت تک پہونچایا۔ اور اِسی کا آنحضرت سے سماع ثابت کیا ہے اور ان قاریون کی یہ سند مین نہایت ہی اعلیٰ درجہ مین صحیح ہین اور تمام امت محمدیہ نے انکی صحت پر وثوق کیا ہے۔ اور تمام کا اِن پر اتفاق ہے۔ اور ہر ایک قاری یونہی نقل کرتا ہے کہ مین نے اپنے اُستاد سے اِسی طرح قرآن کو سنا اور پھر یہ استاد اپنے اُستاد سے اِسی طرح سماع بیان کرتا ہے یہانتک کہ یہی سلسلہ آنحضرت تک پہنچتا ہے	وایضا ظھر من ھذا ان الترتیب الذی یقرء علیہ القرآن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان القراء العشرۃ باسانیدھم الصحاح المجمع علی صحتھا نقلوا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءتھم وقرءوا علی ھذا الترتیب ونقلوا عن شیوخھم اقرءھم ھکذا و شیوخ شیوخھم اقرءوھم ھکذا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شرح مسلم لعلوم ج ۲ ص ۱)		

عن زر مثله قال سالت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال انی سالت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معوذتین کے متعلق ابن مسعودؓ سے اِن تین نے یعنی عبدالرحمن۔ علقمہ زر نے یہ روایت کی ہی۔ لیکن عبدالرحمن کے سِوا کسی نے اپنی روایت مین ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل نہین کیا (انہما لیستا من کتاب اللہ) یعنی یہ دونون قرآن کی سورتین نہین ہین ابن مسعودؓ کا انکار صرف عبدالرحمن نے نقل کیا ہے۔ ابن مسعودؓ سے عبدالرحمن کی اِس روایت کو چند باتون نے مشتبہ کر دیا۔ لایق اعتبار نچھوڑا۔ اور صحت کی درجہ سے گرا دیا۔

(۱) ابن مسعودؓ سے اِس جملہ کی روایت مین عبدالرحمن متفرد ہے۔ علقمہ اور زر کی روایت مین یہ جملہ نہین ہے۔

(۲) عبدالرحمن سے راوی ابواسحق ہے۔ ابواسحق کو میزان الاعتدال مین لکھا ہے کہ اس نے اہل کوفہ کی روایات کو فاسد کر دیا۔ اور انسے صحیح روایت نہین کرتا۔ اور یہ روایت اہل کوفہ سے ہے۔

(۳) ابواسحق سے راوی اعمش ہی۔ اعمش کو میزان الاعتدال مین لکھا ہے کہ یہ مدلس ہے ضعفاء سے تدلیس کرتا ہے۔ اِس کی حدیثون مین بہت اضطراب ہوتا ہی۔ اِسکے علاوہ یہ ہے کہ اِس نے اہل کوفہ کی حدیثون کو فاسد کر دیا۔ اُن سے اِس کی روایت صحیح نہین ہوتی۔

(۴) اعمش شیعہ ہے۔ اور یہ روایت چونکہ عام شیعون کے خیالات کی تائید کرتی ہے

میں نے اپنے خیال کے موافق دونوں کو	منهما فمن اجل ذلك قربت بينهما ولم
ملا دیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھے اور	اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن
قرآنکی بڑی سات سورتوں میں اسکو بھی لکھدیا۔	الرحيم ووضعتها في السبع الطول

اِس حدیث کے مضمون پر بحث اور غور سے پہلے اِس کی سند پر توجہ دلاتا ہوں ابو عیسے ترمذی نے اِس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے (هذا حديث حسن لا نعرفه الا من حديث عوف عن يزيد الفارسي عن ابن عباسؓ) یعنی صحابیوں میں ابن عباس کے سوا ہمارے علم میں کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔ ابن عباس سے بھی یزید فارسی کے سوا کوئی اس کا راوی نہیں ہے۔ یزید فارسی سے محض عوف بن ابی جمیلہ راوی ہے۔ امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں اِس روایت کو اِسی سند سے لکھا ہے۔ جس کو میں بعینہ نقل کرتا ہوں۔ حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا يحيى بن سعيد ثنا عوف ثنا يزيد يعني الفارسي قال لي احمد بن حنبل وثنا محمد بن جعفر ثنا عوف عن يزيد قال قال لنا ابن عباس الخ

ابو داؤد میں بھی بعینہ یہی سند ہے قال اخبرنا عمرو بن عون انا هشيم عن عوف عن يزيد الفارسي الخ اور دوسری سند یوں ہے حدثنا زياد بن ايوب ثنا مروان يعني ابن معاوية انا عوف الاعرابي عن يزيد الفارسي

الغرض اِس حدیث کی تمام سندوں میں عوف ہے۔ عوف کے سوا یزید سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔ اِس حدیث کا پتہ عوف کے سوا کہیں سے نہیں چلتا جیسا صاحب ترمذی نے بھی کہا ہے۔ عوف بن ابی جمیلہ اگرچہ محدثین کے ہاں معتبر ہے مگر تہذیب التہذیب میں ابن مبارک سے نقل کیا ہے كانت فيه بدعتان قدري شيعي اِس میں دو بائیں ہیں ایک تو قدری ہے دوسری شیعی وقال الانصاري رئيت داؤد بن ابي عند يضرب عوفا ويقول ويلك

اشتباہ کی دوسری روایت

(۲) ابن عباس کی ایک روایت ہی جس کو امام احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان حاکم نے روایت کیا ہی۔ اِس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سورتون کی ترتیب صحابہ کی راے سے ہوئی ہے اور وہ روایت یہ ہی۔

ابن عباس نے عثمان سے پوچھا تمنے سورہ انفال جو مثانی سے ہی اور سورہ براءت کو جو مئین سے ہی کیون ملا دیا یعنی دونون کے درمیان مین بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھے اور قرآن کی سات بڑی سورتون مین انھین لکھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورتین متعدد نازل ہوا کرتین اور جب کچھ نازل ہوتا کاتب کو بلا کر آپ کہدیتے کہ اِن آیتون کو فلان سورہ مین لکھو۔ انفال اُن سورتون مین ہی جو مدینہ مین پہلے نازل ہوئی۔ اور براءۃ تمام قرآن مین آخر مین نازل ہوئی۔ اِن دونون کا مضمون چونکہ مشابہ تھا اسلئے مین سمجھا کہ یہ دونون ایک سورت ہین۔ مگر آنحضرتؐ نے یہ نہین فرمایا کہ براءۃ انفال کا جزو اور حصہ ہے

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھو من المثانی وبراءۃ وھی من المئین فقرنتم بینھما ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتموھا فی سبع الطوال فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السورۃ ذوات العدد فکان اذا تنزل علیہ الشئ دعی بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھولاء الایات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما انزل بالمدینۃ وکانت براءۃ من آخر القرآن فنزلت وکانت قصتھا شبیھۃ بقصتھا فظننت انھا منھا فقبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولم یبین لنا انھا

رو سے صحیح نہیں اور غالبا اسی وجہ سے امام مسلم اور امام بخاری نے اسے روایت نہیں کیا۔ اب ایسی ناقابل اعتبار روایت سے ہم ابن یقینی اور قابل اطمینان بات کو چھوڑ نہیں سکتے کہ قرآن کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وحی کے موافق فرمائی۔ اور نہ ایسی واہی اور مزخرف خبر سے معتبر اور یقینی باتوں میں شک و شبہہ کی گنجایش ہے۔ خصوصا ایسی حالت میں جبکہ تواتر کے خلاف ہے۔ اسلئے کہ قاریان قرآن جن کی سندوں کی صحت پر تمام اُمت کا اتفاق ہے اور آج انہیں کی سندوں سے قرآن ہمارے پاس آیا ہے اپنی سندوں کو حضرت عثمان تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی سند میں بیان کرتا ہے کہ اسی قرآن موجودہ کو اسی ترتیب سے حضرت عثمان نے آنحضرت سے سنا ہے۔ چنانچہ انہی مشہور قاریوں سے تین کی ایسی سندوں کو ہم یہاں لکھتے ہیں جنہوں نے اپنی سند کو حضرت عثمان تک پہنچایا ہے۔

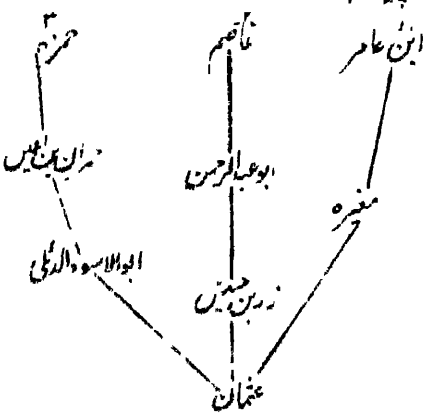

اب جبکہ تواتر سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عثمان نے اسی ترتیب سے قرآن آنحضرت سے سنا تو اب ابن عباس کی اس روایت کا اس کے مقابلہ میں کیا اعتبار ہوگا علاوہ اس کے ابن عباس کی یہ حدیث اپنے معنی کے رو سے بھی بہت کچھ شبہہ میں ڈالتی ہے۔ اور اس کے معانی میں ایسی مخالفت اور تضاد ہے جس سے اس کو ضعف اور پوری کمزوری

یا قدری انصاری کہتے ہین مین نے داؤد کو دیکھا کہ عوف کو مارتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ
تو اے قدری مرتی نہین جاتا۔ وقال فی المیزان قال بندار وھو یقرع لھم حدیث
عوف لقد کان قدریا رافضیا شیطانا۔ اور میزان الاعتدال مین ہے بندار نے
عوف کی حدیث بیان کرتے وقت لوگون سے کہا کہ عوف رافضی شیطان ہے۔ اور
قدری ہے۔ امام مسلم نے اپنے مقدمہ مین عوف کو اگرچہ معتبر کہا ہے مگر اسی کے ساتھ
یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی حدیث صحت مین دوسری معتبرین کے مثل نہین ہے۔ مین کہتا ہون
کہ اس حدیث سے چونکہ عوام شیعون کے خیال کی تائید ہوتی ہے اور اس کا روایت کرنے
والا صرف ایک ہی شخص ہے اور وہ بھی شیعہ اور رافضی ہے اور اصول حدیث کا یہ
عام قانون ہے کہ اہل بدع کی ایسی روایت ہرگز قابل اعتبار نہین جس سے اُن کے
مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور خصوصاً جبکہ صحیح حدیثون اور متواترات کی مخالف روایت
کرے۔ عوف نے یہ روایت یزید فارسی سے کی ہے۔ یزید کے سوا کسی نے ایسی روایت
نہین کیا۔ یزید فارسی مجہول شخص ہے اسی لئے عبدالرحمن بن مہدی اور امام احمد نے کہا کہ یہ
یزید بن ہرمز کے سوا کوئی نہین۔ یزید فارسی اور یزید بن ہرمز ایک ہی شخص ہے لیکن یحیی
بن سعید القطان اور صاحب ترمذی اور ابو حاتم کہتے ہین کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز کے سوا
دوسرا شخص ہے۔ کتب رجال مین اس کا کچھ حال نہین ملتا۔ صرف اس قدر ہے کہ یہ صرف
ابن عباس سے راوی ہے۔ اور ابو حاتم نے اس کی نسبت لا باس بہ کہا ہے امام مسلم
اور بخاری نے اس سے روایت نہین کی۔ اب جو شخص محدثین کے یہان مشہور نہین اور
امام احمد و ابن مہدی جیسے شخص جو فن رجال کے ناقد اور ربانی ہین اُس سے واقف
نہین۔ اور نہ یہ معلوم کہ یہ کس کا بیٹا ہے کس سن مین مرا۔ اور کب پیدا ہوا۔ تو ایسے شخص
کی روایت ہرگز اس قابل نہین کہ بلا تنقیح اُسے مان لیا جائے خصوصاً اُس حالت مین
جبکہ ایک امر متواتر اور یقینی کے مخالف ہو۔ بہرحال ابن عباس کی یہ روایت سند کے

فرمایا منافق کو سورہ ہود۔ براءۃ۔ یٰسٓ۔ دخان۔ عم یتسائلون یاد نہین ہوتی۔ یعنے جو انہین یاد کرے وہ منافق ہے۔	صلی اللہ علیہ وسلم المنافق لایحفظ سورۃ ھود۔ وبراءۃ۔ ویٰس والدخان وعم یتساءلون (تفسیر درمنثور)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کے عہد مین براءۃ مستقل اور جدا سورہ تھی نہ انفال کا جز۔ اور آپ نے قرآن کی دیگر سورتون کی طرح اس کا بھی مستقل سورتون مین شمار کیا۔ اس کے سوا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ براءۃ کے یاد کرنے کی تاکید مین اس قدر سختی اور اہتمام فرمایا کہ جو یاد نہ کرے وہ منافق ہے۔ مسلمان اول تو تمام قرآن ہی کے فریفتہ اور اُس کے یاد کرنے اور لکھنے کی طرف بانتہا ساعی تھے۔ لیکن آنحضرت کے اس اعلان کے بعد خصوصیت سے تمام مسلمانون نے براءۃ کو یاد کیا اور لکھا ہوگا۔ کیونکہ اُس عہد کے مسلمانون مین ایک بھی ایسا نہین تھا جو منافقون کی فہرست مین اپنا نام دیکھنا پسند کرتا۔ اس بنا پر یہ یقینی امر ہے کہ صحابہ مین اکثر وہ ہون گے جنکو براءۃ یاد ہوگی۔ اور اُن کے پاس پوری لکھی ہوئی ہوگی۔ اور اس وقت براءۃ کی مستقل سورہ ہونے مین کسی مسلمان کو کیا شبہہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی سے یہ امر مخفی ہو سکتا ہے کہ براءۃ مستقل جدا سورہ ہے۔

تیسری شہادت

(۳) درمنثور مین سنن بیہقی اور سعید بن منصور سے نقل کیا ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے۔ ابوذر کہتے ہین میں جمعہ کو مسجد مین ایسے وقت داخل ہوا	واخرج سعید بن منصور والحاکم وصححہ البیہقی فی سننہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد یوم الجمعۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب

کا پتہ چلتا ہے۔ اِس کے معانی پر بحث کے قبل یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ سورہ براۃ انفال سے جدا سورۃ ہے یا اُسی کا حصہ۔ صحیح حدیثوں اور متواتر شہادتوں سے یہ امر کہ براۃ مستقل جدا سورہ ہے ایسا یقینی اور روشن ہے کہ اُس میں اِس کے خلاف کا خطرہ اور وہم تک بھی نہیں رہتا۔ اِن شہادتوں سے بعض کو ہم بھی لکھتے ہیں۔

پہلی شہادت

(۱) بخاری میں براء سے ہے کامل سورۃ جو آخر میں اُتری براۃ ہے۔ اور آخر میں جس سورہ کا آخر نازل ہوا وہ سورہ نساء ہے۔

عن البراء قال اٰخر سورۃ نزلت کاملۃ براءۃ واٰخر سورۃ نزلت خاتمۃ سورۃ النساء یستفتونک الخ (بخاری مغازی)

اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ پوری سورۃ براۃ ایک وقت میں نازل ہوئی اور آخر میں جو پوری سورت ایک وقت میں اُتری وہ براۃ ہے۔ اِس سورت کی مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ تبوک اور حنین اور فتح مکہ کے بعد اُتری ہے سنہ ۹ھ میں حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج مقرر فرما کر روانہ فرمایا۔ اور حضرت علیؓ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ حضرت علیؓ نے ساتویں ذی الحجہ کو تمام حجاج کے مجمع میں براۃ پڑھ کر سنائے۔ اِسی طرح عرفات میں نویں کو پھر منیٰ میں دسویں کو سنایا (معتصر ص ۱۳۳)

دوسری شہادت

(۲) در منثور میں اوسط طبرانی سے ہے جناب امیر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے بھی سورہ براءۃ کو انفال کے بعد رکھا تھا۔ اور اسی ترتیب سے آنحضرتؐ اور صحابہ پڑھتے تھے چنانچہ اوس ثقفی کا صحابہ سے قرآن کے حزب کے بارے میں سوال وجواب اس پر واضح طور سے روشنی ڈالتا ہے۔ اگرچہ یہ واقعہ پہلے بھی لکھا گیا ہے مگر بقدر ضرورت یہاں بھی اعادہ کرتا ہوں۔ فقلنا یا رسول اللہ ماحبسك عنا اللیلة فقال بقی علیّ من حزبی شیء فکرهت ان اخرج من المسجد حتی اقرءہ فلما اصبحنا قلنا لاصحابہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا انہ بقی علیہ حزب من القرآن فکیف کنتم تحزبون القرآن قالوا نحزب بہ ثلاث سور خمس سور سبع سور تسع سور احدی عشرۃ سورۃ ثلاث عشرۃ سورۃ وحزب المفصل ما بین قاف فاسفل۔ (طبقات ابن سعد وابی داؤد) اوس کا بیان ہے کہ ایک شب آنحضرتؐ نے اپنے معمول سے آنے میں کچھ تاخیر کی اس پر صحابہ نے عرض کی آج کس وجہ سے حضور کو دیر ہوئی۔ فرمایا روزانہ جو میں قرآن پڑھتا تھا آج وہ رہگیا تھا اسلئے اُس کے پڑھنے میں دیر ہوگئی۔ اوس کہتے ہیں اس کی صحابہ سے میں نے دریافت کیا قرآن میں تمہارا کیا معمول ہے جواب دیا پہلے روز تین سورتیں دوسرے روز پانچ تیسرے روز سات چوتھے روز نو۔ پانچویں روز گیارہ چھٹے روز تیرہ ساتویں روز قاف سے آخر تک پوری مفصل المعتصر میں اس کے متعلق ہے۔ فنظونا فیہ فاذا ثلاث سور من اول القرآن البقرۃ وآل عمران والنساء والخمس المائدۃ والانعام والاعراف والانفال وبراءۃ والسبع یونس وھود ویوسف والرعد وابراھیم والحجر والنحل والتسع بنو اسرائیل والکھف ومریم وطٰہٰ والانبیاء والحج والمومنون والنور والفرقان والاحدی عشرۃ الطور سینین والعنکبوت والروم ولقمان والسجدۃ والاحزاب

کہ آنحضرتؐ خطبہ پڑہتے تھے۔ مین جاکر ابی کے پاس بیٹھ گیا۔ آنحضرتؐ نے سورہ براءۃ پڑھی۔

فجلست قریبا من ابی کعب رضی اللہ عنہ قرء النبی صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ براءۃ انتہی بقدر الحاجۃ

(درمنثور)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ براءۃ کو خطبہ مین مجمع عام مین علی رؤس الاشہاد سنایا تو کیا ایسی حالت مین مسلمان اس کے مستقل سورت ہونے سے واقف نہ ہوئے ہون گے۔

چوتھی شہادت

(۴) درمنثور مین ابو عبیدۃ۔ سعید بن منصور۔ ابو الشیخ اور بیہقی سے روایت کیا ہے کہ ابو عطیۃ الہمدانی کہتے ہین۔ کہ فاروق اعظم نے یہ حکم لکھا کہ تم سورہ براءۃ سیکھو۔ اور عورتون کو سورہ نور سکھاؤ۔

واخرج ابو عبیدۃ وسعید بن منصور وابو الشیخ والبیہقی فی الشعب عن ابی عطیۃ الہمدانی قال کتب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ تعلموا سورۃ براءۃ وعلموا نساءکم سورۃ النور

(درمنثور)

حضرت عمر کے اس حکم سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ براءۃ مستقل سورہ انفال سے جدا تھی۔ اور اس کے یاد کرانے کا آنحضرت نے بھی اہتمام فرمایا۔ اور سخت تاکید کی اور حضرت عمرؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق لوگون کو اس کے یاد کرنے کا حکم دیا۔

ان واقعات سے بہ اعتبار روشن ہے کہ آنحضرت کے عہد مبارک مین سورہ براءۃ کا مستقل سورتون مین شمار ہونا آنحضرت نے صاف صاف اس کو علحدہ سورتون مین گنایا

ثابت ہوا کہ سورہ براءۃ مستقل سورہ ہے نہ انفال کا جز ہے۔

الغرض ان واقعات سے یہ امر روشنی میں آگیا کہ آنحضرتؐ نے براءۃ کو مستقل جدا سورہ قرار دیا۔ اور انفال کے بعد اُس کو رکھا۔ صحابہ بھی اس سے واقف تھے۔ اور اسی طریقہ سے اُس کی تلاوت کرتے تھے۔ سورہ براءۃ کو جدا سورہ قرار دینا اور انفال کے بعد رکھنا آنحضرتؐ کا فعل تھا نہ حضرت عثمان کا جیسا قراء نے سمجھ حضرت عثمان سے اسے نقل کیا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ نے خود بیان کیا کہ میں نے اسی ترتیب سے آنحضرتؐ سے سنا۔ چنانچہ ابن عباس کے اس سوال سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سورہ انفال اور سورہ براءۃ دو جدا جدا سورتیں ہیں۔ اب میں ابن عباس کی حدیث کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس حدیث میں ابن عباس نے حضرت عثمان سے دو باتیں دریافت کی ہیں۔

(۱) انفال اور براءۃ باوجود دو سورہ ہونے کے ان کو ملا کر ایک سورت کیوں کیا گیا۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھے گئے۔ جیسا دو سورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ یہ دونوں ایک سورۃ ہیں۔ ابن عباس کے اس سوال سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جدا جدا سورتیں ہیں۔

(۲) انفال مثانی سے ہے۔ اور براءۃ مئین سے۔ ان کو قرآن کی پہلی سات طویل سورتوں کے ساتھ کیوں رکھا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب

(۱) انفال اور براءۃ کا مضمون چونکہ باہم مشابہ تھا اسلئے میں نے سمجھا کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے دونوں کو ملا دیا۔ اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھے۔ سوال کا جواب تو صرف اسی قدر ہے۔ لیکن جواب سوا اس قدر اور اضافہ کیا گیا۔

(۱) رسول خدا کی یہ عادت اور معمول تھا کہ جب قرآن نازل ہوتا آپ کاتبوں میں سے

وسبا و فاطر۔ ویٰسین۔ والثلاثۃ عشر الصافات۔ وصاد۔ والزمر۔ وحم یعنی ال حم۔ وسورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ والفتح۔ والحجرات وحزب المفصل صہ ۴۰۲

یعنی صحابہ کے اس جواب کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ پہلے روز کی تین سورتیں بقر۔ آل عمران نساء ہیں۔ دوسرے روز کی پانچ میں مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ انفال۔ براءۃ۔ تیسرے روز کی سات میں یونس۔ ہود۔ یوسف۔ رعد۔ ابراہیم۔ حجر۔ نحل۔ چوتھے روز کی نو میں بنو اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء حج۔ مومنون۔ نور۔ فرقان۔ پانچویں روز کے گیارہ میں طور سنین۔ عنکبوت۔ روم۔ لقمان۔ سجدہ۔ احزاب۔ سبا۔ فاطر۔ یٰس چھٹے روز کے تیرہ میں صافات۔ صاد۔ زمر۔ حم یعنی ال حم۔ محمد۔ فتح۔ حجرات۔ ساتویں روز میں قاف سے آخر تک یعنی مفصل تمام۔

صحابہ کے اس جواب سے تین امر معلوم ہوئے۔ (۱) رسول خدا اور نیز صحابہ نے براءۃ کو مستقل سورہ علیحدہ انفال سے قرار دیا تھا۔ اسی وجہ سے شمار میں اس کا نمبر انفال سے علیحدہ گنا گیا۔ اور انفال کے بعد پانچویں سورت اس کو بتایا گیا۔

(۲) آنحضرتؐ اور صحابہ نے براءۃ کو انفال کے بعد رکھا۔ اور اسی ترتیب سے آپ اور صحابہ اسے پڑھتے تھے۔

(۳) قرآن کے پڑھنے کی جو ترتیب آنحضرت اور صحابہ کی تھی وہ بعینہ اس قرآن کے موافق تھی۔ اور نیز یہی امر اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جس کو صاحب منار الہدیٰ نے عائشہ سے اور سیوطی نے اتقان میں واثلۃ بن الاسقع سے روایت کیا ہے۔ اعطیت مکان التوراۃ السبع الطوال واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل المثانی وفضلت بالمفصل رواہ احمد فی مسندہ

چنانچہ صاحب منار الہدیٰ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے

ایسا نہین کرسکتا۔ اور یہ بھی خیال غلط ہے کہ آنحضرت کو براءۃ کے انفال مین لکھانے کا وقت نہین ملا۔ کیونکہ براءۃ سنہ ۹ ہجری مین نازل ہوئی ہے۔ اِس کے نازل ہونیکے بعد ایک سال سے زیادہ کا وقت آپکو ملا۔ علاوہ ازین جس طرح قرآن کی تبلیغ آپ پر فرض تھی اِسی طرح یہ بھی فرض تھا کہ قرآن کے ہر حصہ کو اپنی اپنی جگہ مرتب کرادین۔ اب خود اِسی بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ دونون ایک نہین ہین۔ ہان اگر یہ دونون متصل یکے بعد دیگرے بھی نازل ہوتین تو اُس وقت مین بھی ایسا وہم ہوسکتا تھا کہ یہ دونون شاید ایک ہون۔ اِن مین تو یہ بھی نہین ہے۔ بلکہ ایک انفال مین نازل ہوئی ہے۔ اور دوسری بعد مین اِس درمیان مین اور بہت سی سورتین نازل ہوئین تو اسلئے یہان یہ بھی وہم نہین ہوسکتا۔ اب رہی یہ بات کہ اِن دونون کا مضمون مشابہ ہے اِس لئے دونون ملادی گئین اِس مین چند باتین قابل غور ہین۔

(۱) دو مین مشابہت مضمون سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ ایک ہون۔ قرآن مین اکثر ایسی سورتین ہین کہ اُن کے مضامین مین مشابہت ہے۔ (۲) یہ مشابہت اُس وقت کار آمد ہوسکتی تھی جبکہ اس کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا۔ اور جب خود آنحضرت نے اِس کو انفال مین نہین لکھایا۔ اور اِس کا نام علٰحدہ مستقل رکھدیا تو اب مشابہت کیا کار آمد ہوسکتی ہے۔ اب تو اگر دونون کا مضمون بھی بالکل متحد ہوجاتا تو ایک نہین ہوسکتین علاوہ اِس کے یہ بات خود بھی غلط ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اِن دونون کو سبع طوال مین داخل کیا۔ بلکہ یہ ترتیب رسول خدا نے قائم کی تھی۔ اور اِسی ترتیب سے خود آنحضرتؐ اور نیز صحابہ قرآن کو پڑھتے تھے۔ جیسا اوس ثقفی کے بیان سے ثابت ہوا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ اِس سے ناواقف ہون۔ اور یہ اُن کو معلوم نہ ہو کہ براءۃ علٰحدہ مستقل سورت ہے۔ اب واقفیت کے بعد بھی حضرت عثمان کا یہ کہنا کہ یہ ترتیب میری قائم کردہ ہے مسلمان اِس کے سمجھنے سے قاصر ہین۔ خصوصاً

کسی کو طلب فرما کر ہدایت کر دیتے کہ اِن آیتوں کو فلاں سورت میں جن میں فلاں فلاں بیان ہے مرتب کر دو۔

(۲) سورہ انفال مدینہ میں اول نازل ہوئی ہے اور براءۃ آخر میں نازل ہوئی۔

(۳) رسول خدا نے آخر تک یہ نہیں بتلایا کہ براءۃ انفال کا جز ہے۔ اِن تینوں باتوں کو اگرچہ جواب سے کچھ تعلق نہیں مگر ہم بیان کرنے والے کے نہایت ممنون ہیں کہ اُس نے اپنے اِس اضافہ سے فیصلہ کے لئے نہایت آسانی کر دی۔ اور اپنی غلطی اور جہل پر خود ایک مستحکم شہادت قائم کر دی۔

دوسرے امر کا جواب

(۲) چونکہ یہ دونوں ملکر ایک بڑی سورت ہو گئی اس لئے میں نے اِسے بڑی سات سورتوں میں رکھدیا۔

اِس بیان سے نہایت روشن اور ایسی وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ براءۃ انفال کا جز نہیں، جدا سورت ہے حضرت عثمان کی شان تو نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے اِس سے تو معمولی سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی اِس نتیجہ پر بلا تردد اور یقینی طور پر آجاتا ہے کہ دونوں علٰحدہ علٰحدہ ہیں۔ اسلئے کہ اِس بیان سے دو مقدمے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی آیات نازل ہوتیں جو کسی سورت کی جز ہوتیں تو اُنہیں آپ اُسی وقت اُس سورت میں لکھا دیتے۔ (۲) براءۃ کو جو بعد میں نازل ہوئی ہے سورہ انفال میں جو پہلے نازل ہوئی ہے نہیں لکھایا۔

اِن دونوں مقدموں سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ براءۃ انفال کا حصہ نہیں ورنہ آپ اُسے حسب معمول ضرور انفال میں لکھاتے۔ اور جب نہیں لکھایا تو ثابت ہوا کہ انفال کا جز نہیں۔ اب جبکہ حضرت عثمان کو اِن دونوں باتوں کا خود ہی اقرار ہے تو اِس کے بعد بھی دوسری طرف جانا یعنی دونوں سورتوں کے مضمون متشابہ ہونے سے استدلال کرنا۔ بھلا حضرت عثمان کی شان تو اِس سے نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ معمولی سمجھ کا آدمی بھی

شریعت نے یہان کیون بسم اللہ نہین لکھائے۔ ہان ہم یہ کہ سکتے ہین کہ صاحب شریعت کو یہان اسی طرح وحی ہوئی۔ اور اس سورت مین وحی الٰہی کے وقت بسم اللہ نہ تھی۔ ابن عباس سے روایت ہے۔ جب سورہ نازل ہوتی تو بسم اللہ بھی نازل ہوتی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ برآءۃ مین بسم اللہ نازل نہین ہوئی۔ ورنہ کوئی وجہ نہین کہ یہان بسم اللہ چھوڑ دی جاتی۔ اور یہ ان نازل نہ کرنے کی مصلحت کو وہی حکیم مطلق خوب جانتا ہے جس نے اپنی مصلحت کاملہ سے اپنے بندون کے لئے قرآن نازل کیا۔ انسان کی عقل کرۂ ارضی کے گرد حرکت سے عاجز ہے تو علویات پر اس کا حاوی ہونا جس درجہ پر ہے وہ ظاہر ہے۔

شبہاہ کی تیسری روایت

(۳) زید بن ثابت کی حدیث سے جسے بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ معرکہ یمامہ کے بعد فاروق اعظم کی رائے سے خلیفہ اکبر نے زید کو بلا کر حکم دیا کہ تمام قرآن کو جمع کرو۔ اگر قرآن جمع نہ ہوا تو بعید نہین کہ معرکہ یمامہ کی طرح چند اور جگہ قراء قرآن اگر شہید ہوئے تو قرآن کا اکثر حصہ تلف ہو جائے۔ زید نے خلیفہ اکبر کے حکم سے تمام قرآن تلاش سے جمع کیا اور لکھا۔ اسی جمع کردہ قرآن کی چند نقلین خلیفہ سوم نے اپنے عہد مین کرا کے مختلف جگہ بھیجین۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پورا قرآن رسول خدا کے عہد مین لکھا ہوا نہ تھا۔ ورنہ خلیفہ اکبر ایسا نکرتے۔ زید بن ثابت کی وہ حدیث یہ ہے جس کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ مین اسی بخاری سے نقل کرتا ہون

زید کا بیان ہے کہ یمامہ والون سے لڑائی کے زمانہ مین خلیفہ اکبر نے مجھے بلوایا۔ مین حاضر ہوا۔ عمر بھی اسوقت وہان تھے۔ خلیفہ نے فرمایا کہ عمر نے مجھ سے

ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الی ابوبکر الصدیق مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر

حضرت عثمان کا ایسے وقت میں کہنا جبکہ ہزارون صحابہ اس سے واقف تھے۔ علاوہ اس کے
اُن روایات کی رو سے جو قرآن کے جمع کے بارے میں ہیں۔ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ
حضرت عثمان نے خود اپنی رائے سے قرآن کی کوئی ترتیب قائم کی تھی۔ بلکہ ان روایات سے
محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ اول نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھایا تھا حضرت عثمان نے
اُس کی نقلین کرا کے ملک میں شائع کیں۔ چنانچہ حضرت عثمان کی جمع کے واقعہ کو بخاری نے
بھی نقل کیا ہے۔ اُسے دیکھو اُس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے
کہ حضرت عثمان نے کوئی ترتیب اپنی طرف سے دی ہو۔ بلکہ محض نقل کرایا تھا۔ اب ابن عباس
کی یہ روایت بخاری کی اِس صحیح روایت کے بھی مخالف ہوئی۔ بہرحال یہ روایت
کیا بلحاظ سند اور کیا بلحاظ مضمون ہرگز صحت اور قبولیت کا درجہ نہیں رکھتی۔ رہا یہ امر
کہ انفال اور توبہ جب دو مستقل اور جدا جدا سورہ ہیں تو اور دیگر سورتوں کی طرح ان دو
میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھے گئے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کے نقل اور لکھنے میں مسلمانوں نے
چونکہ صاحب شریعت کا پورا اتباع کیا ہے اور جس طرح صاحب شریعت نے لکھایا اُسی
طرح لکھا۔ اپنی رائے سے اُس میں کسی قسم کا تبدل و تغیر نہیں کیا۔ اس وقت تک بھی۔
قرآن میں ایسے الفاظ ہیں جو موجودہ قواعد خط اور تحریر کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ حروف
چونکہ صاحب شریعت کے سامنے اسی طرح لکھے گئے تھے اسلئے مسلمانوں نے اُسے بھی
ویسے ہی قائم رکھا۔ اور قواعد خط کے موافق اُس میں تبدل اور تغیر پسند نہیں کیا۔ جب
ہم مسلمانوں کا یہ یقین ہے کہ یہ قرآن رسول خدا کے عہد میں اسی طرح لکھا گیا۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے لکھایا۔ اور معتبر واقعات اور روایتوں نے بھی ہمارے
اِس یقین کو مدد پہنچا کر اور زیادہ مستحکم اور روشن کر دیا۔ تو اب ہمارے لئے اس کہنے کو۔
کوئی امر مانع نہیں کہ آنحضرت نے انفال اور برأۃ میں چونکہ بسم اللہ نہیں لکھائے۔ اسلئے
نہیں لکھے گئے اس کے بعد ہمیں اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ صاحب

بحث ہوا کی۔ پھر میں بھی سمجھا کہ ان دونوں کی راے واقعی درست ہے۔ اس پر میں نے کھجور کی پتیوں اور پتھر کے ٹکڑوں اور آدمیوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا۔ اور لکھا۔ سورہ توبہ کا آخر (لقد جاءکم الخ) محض ابی خزیمہ انصاری کے پاس ملا۔ میرا لکھا ہوا زندگی بھر خلیفہ اکبر کے پاس رہا۔ اُن کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر اُن کے بعد اُن کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔

شرح صدری للذی شرح له صدر ابی بکر و عمر رضی الله عنهما فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدها مع احد غیره لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حتی خاتمة براءة فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاه الله ثم عند عمر حیاته ثم عند حفصة بنت عمر رضی الله عنه

اس حدیث پر بحث سے پہلے چند باتوں کا بیان مناسب ہے جن سے اس واقعہ پر بہت کچھ روشنی پڑے گی۔

(۱) خلیفہ اول کی خلافت کا زمانہ دو برس تین مہینہ گیارہ روز ہے۔ کیونکہ سہ شنبہ ۱۳۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ مسند خلافت پر فروکش ہوئے اور ۲۲۔ جمادی الآخر ۱۳ھ دوشنبہ کا دن گذرنے پر عشاء و مغرب کے درمیان رفیق اعلیٰ سے واصل ہوئے

(۲) یمامہ ملک نجد میں ایک شہر ہے۔ اس میں قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک شخص جس کا نام مسیلمہ تھا مدعی نبوت ہوا۔ ۱۱ھ کے آخر میں خلیفہ اول نے خالد بن ولید کو اسکے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا۔ اور انجام کار نہایت خونریزی اور طرفین کے بہت سے آدمی کام آنے کے بعد صداقت کی فتح اور کذب کی شکست ہوئی۔ علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ گیارہ سو مسلمان شہید ہوئے۔ اور بعض کا بیان ہے کہ چودہ سو مسلمانوں نے جام شہادت

کہا۔ یمامہ کی لڑائی مین بہت سے قاری
قرآن شہید ہوئے ہین اسی طرح اور
چند مقام پر اگر قراء شہید ہوئے تو مجھے
خوف ہے، قرآن کا اکثر حصہ تلف ہوجائیگا
مین مناسب سمجھتا ہون آپ قرآن کو
جمع کرائین۔ مین نے عمرؓ سے کہا جو کام رسول
خدا نے نہین کیا وہ تو کرنے کو کہتا ہے عمرؓ
نے جواب دیا واقعی یہ عمدہ ہے۔ اسی
بارہ مین مجھسے اور عمر سے گفتگو ہوا کی۔
پھر مین بھی سمجھا کہ عمرؓ کی راے صحیح ہے اور
مصلحت اسی مین ہے۔ اس تمام واقعہ کے
بیان کے بعد خلیفہ نے زید سے فرمایا۔
تو جوان سمجھدار معتبر ہے اور وحی بھی لکھتا
تھا اس لئے مناسب یہ ہے کہ تو تلاش
کرکے قرآن کو جمع کر۔ زید کہتے ہین کہ۔
اس قدر بھاری کام میرے متعلق کیا۔ کہ
اس سے بھاری پہاڑ کا اپنی جگہ سے
منتقل کرنا مجھ پر آسان تھا خلیفہ سے
مین نے عرض کیا۔ جو کام رسول خدا نے
نہین کیا وہ کروگے۔ خلیفہ نے فرمایا ہان
یہ بہتر ہے۔ مجھ سے اور خلیفہ سے اسمین

رضی الله عنه ان عمر اتانی فقال
ان القتل قد استحر یوم الیمامة
بقراء القران انی اخشی ان استحر
القتل بالقراء بالمواطن فیذهب
کثیر من القران وانی اری ان
تامر بجمع القران قلت لعمر کیف
تفعل شیئا لم یفعله رسول الله
صلے الله علیه وسلم قال عمر هذا
والله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی
شرح الله صدری لذلك ورئیت
فی ذلك الذی رای عمر قال زید
قال ابوبکر انك رجل شاب عاقل
لا نتهمك وقد کنت تکتب الوحی
لرسول الله صلی الله علیه وسلم
فتتبع القران فاجمعه فوالله لو
کلفونی نقل جبل من الجبال ما
کان اثقل علیّ مما امرنی به من
جمع القران قلت کیف تفعلون
شیئا لم یفعله رسول الله
صلے الله علیه وسلم هو والله
خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی فی

ابو زید۔	اکا نضا ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید (بخاری)

* * *

اسی کے ساتھ زید بن ثابت کو پورا قرآن حفظ بھی تھا۔ منجملہ اور حفاظ کے یہ بھی ہیں۔ بخاری کی یہ روایت صحیح ہے جس کی صحت کو علما نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(۵) ازالۃ الخفاء ج ۲ صفحہ ۲۷۳ میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جمع کردہ قرآن را بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ترتیب دادہ بود آنرا لیکن تقدیر مساعد شیوع آں نشد۔ اخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھو حی عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب و عبد اللہ ابن مسعود من المھاجرین و سالم مولی ابی حذیفہ۔

حضرت عثمانؓ نے آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں قرآن کو ترتیب سے جمع کیا تھا لیکن اُسکی اشاعت نہوئی۔ محمد بن کعب سے روایت ہو کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں قرآن جمع کرنے والوں میں عثمانؓ۔ علیؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابو حذیفہ بھی ہیں۔

(۶) یہ امر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لکھواتے اور بہت سے صحابہؓ نے اُسے پورا لکھا اور جمع کیا جیسا کہ ابھی ہمنے ثابت کیا ہو۔

(۷) ہم تمام مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ قرآن کسی حالت اور کسی وقت میں تلف نہیں ہو سکتا جس قدر قرآن ہے وہ قیامت تک بعینہٖ محفوظ رہے گا۔ خواہ دنیا میں ایک مسلمان بھی باقی نہ رہے اور نہ کسی مسلمان کو بھی یہ خیال دہم و وہم و خطرہ کے حدود سے بھی نہیں ہو سکتا کہ قرآن کا تلف ہونا ممکن ہے مسلمان جانتے ہیں جس طرح آفتاب ماہتاب قیامت تک اپنا سا آب و تاب سے زندہ رہیں گے اسی طرح یہ چشمۂ ہدایت بھی قیامت تک باقی رہے گا۔ کیونکہ یہ اُس خدا کا وعدہ ہو جس کا وعدہ اٹل اور ناممکن التخلف ہو۔ نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

پیا جس مین ستر قرآن کے قاری تھے۔ اور تین سو مہاجرین اور انصار مدینہ کے۔ اور تین سو مہاجرین بیرون مدینہ کے تھے۔ اور باطل پرستون کے چودہ ہزار آدمی تلوار کی گھاٹ اوتارے گئے۔

تاریخ الخلفا مین ہے شہر سار خالد بجموعہ الی الیمامۃ لقتال مسیلمۃ الکذاب فی اواخر العام والتقی الجمعان وداروا القصار ایاما۔ یعنی خالد رضی اللہ عنہ کے آخر مین مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے معہ فوج کے روانہ ہوئے۔

کامل ابن اثیر مین ہے۔ قد اختلف فی تاریخ حرب المسلمین ھولاء المرتدین فقال ابن اسحق کان فتح الیمامۃ والیمن والبحرین وبعث الجنود الی الشام سنۃ اثنتی عشرۃ وقال ابو معشر وغیرھم فتوح الردۃ کلھا لخالد وغیرہ سنۃ احدی عشرۃ۔ یمامہ وغیرہ کے مرتدین سے جنگ مین مورخین کا اختلاف ہے ابن اسحق کے نزدیک ۱۲ھ مین یہ جنگ ہوئی۔ اور ابو معشر وغیرہ کے نزدیک ۱۱ھ مین بہرحال اس مین کلام نہین۔ اور یہ الزبیدی سے ہے کہ یمامہ کی جنگ کا خاتمہ ۱۲ھ کے خاتمہ پر ہوا۔ اور اس جنگ مین زید بن ثابت بھی شریک تھے۔

(۳) مشہور قرات سالم مولی ابو حذیفہ کے سوا کوئی قاری اس مین شہید نہیں ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مین چار شخصون کو تعلیم قرآن کی اجازت دی تھی۔ اور لوگون سے فرمایا تھا کہ ان چار سے قرآن پڑھین۔ ابن مسعود۔ سالم مولی ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب۔ جن مین سے سالم شہید ہوئے۔ اور تین موجود تھے

(۴) زید بن ثابت نے آنحضرت کے عہد مین ہی قرآن جمع کیا تھا۔

بخاری مین انس سے ہے بعد رسول خدا کے	قال سالت انس بن مالک رضی اللہ
عہد مبارک مین انصار سے چار نے	عنہ من جمع القران علی عہد النبی
قرآن جمع کیا تھا۔ ابی۔ معاذ۔ زید۔	صلے اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ کلھم من

علاوہ اس کے جنگ یمامہ کے بعد قرآن کے جمع کرنے سے اور وہ بھی اس صورت سے کہ مختلف چیزوں سے وہ لکھا ہوا ملا اور یہ تحریریں مختلف لوگوں کے پاس سے برآمد ہوئیں۔ یہ خیال زیادہ ممکن ہے۔ کہ قرآن کا کچھ حصہ تلف ہوگیا ہو۔ اور وہ اُن کے پاس ہو۔ جو شہید ہوگئے تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تمام قرآن زید کو یاد تھا۔ مگر وہ محض اپنی یاد سے لکھنا نہیں چاہتے تھے تاوقتیکہ وہ لکھا ہوا بھی نہ ملے۔ اسلئے وہ لکھا ہوا بھی تلاش کرتے اور اُس سے نقل کرتے اپنی یاد پر نہ لکھتے۔ تو اب ایسی حالت میں یہ ناممکن ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ رہ گیا ہو۔ کیونکہ زید خود تمام قرآن یاد تھا۔ تو اس کے متعلق میں کہونگا کہ اگر محض لکھی ہوئی ہی کی تلاش تھی تو یہ غلط ہے اسلئے کہ اس بیان میں زید خود کہتے ہیں کہ میں نے قرآن کو لکھی ہوئی سے اور لوگوں کی یاد دونوں سے معلوم کرکے لکھا ہے۔

(۹) جنگ یمامہ کے بعد جمع قرآن کی ضرورت جب محسوس ہوئی اور اس وقت تک واقعی قرآن غیر مجموع تھا۔ اور جنگ یمامہ میں قراء کے شہید ہونے سے قرآن کے تلف ہونیکا اندیشہ ہوا۔ تو اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ اُس وقت جو قراء سے زندہ تھے خصوصاً وہ جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تعلیم کی اور اپنے ہی وقت میں اجازت دی۔ اور انہوں نے عہد نبوی میں بھی لوگوں کو قرآن پڑھایا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یاد پر وثوق کیا۔ ان تمام قراء اور حفاظ کو جمع کیا جاتا اور اُن کی مجلس کے متعلق یہ کام کیا جاتا نہ تنہا زید کی جو اُن میں بھی نہیں ہیں۔ جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں اجازت دی تھی۔ لیکن ان حفاظ اور قراء سے کسی کو بھی شریک نہیں کیا۔ کیونکہ اس وقت میں سالم مولی ابی حذیفہ تو جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے۔ اور معاذ یمن میں تھے۔ اور ابن مسعودؓ مہم عراق میں شریک تھے۔ جو محرم ۱۲ھ ہجری میں لشکر سپہ سالار خالد روانہ ہوئی تھی اور ابو الدرداء جنہوں نے رسول خدا سے پورا قرآن یاد کیا تھا۔ وہ بھی اس میں شریک نہ تھے اور عمرو بن العاص جو ہر رات میں قرآن ختم کر لیتے تھے اور پورا قرآن ان کے پاس لکھا ہوا تھا

(۸) اگر یہ امر صحیح مان لیا جائے کہ آنحضرت کے عہد مین قرآن جمع نہین ہوا تھا۔ بلکہ اُس کے اجزا صحابہ کے پاس لکھے ہوئے منتشر تھے اور بعض اجزا ایسے صحابہ کے پاس بھی تھے جو قاری اور کاتب وحی نہ تھے۔ جیسے خزیمہ یا ابو خزیمہ۔ اور اسی لئے اُس کے جمع کرنے مین تلاش اور سوال کی ضرورت تھی۔ اور بلا جمع کئے صحابہ کی شہادت یا قراء کی شہادت سے اُس کے تلف ہونے کا خوف تھا۔ تو ایسی حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد تمام مسلمانون خصوصاً صحابہ اور خلیفہ کا پہلا فرض یہ تھا کہ قبل اس کے کہ صحابہ مدینہ سے کسی جنگ کے لئے یا کسی دوسری غرض سے جدا ہون۔ قرآن جمع کیا جاتا۔ کیونکہ اول تو ایسی ہی انسان کی موت و حیات کا کچھ اعتبار نہین۔ اور جنگ کے موقع مین تو ہر وہ شخص جو جنگ کے لئے نکلتا ہے وہ اپنے کو یقیناً موت کا شکار جانتا ہے اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تو اسلام اور مسلمانون کے لئے ایسا نازک وقت تھا کہ اُس وقت کے حالات اور واقعات کی رو سے اسلام اور مسلمانون کا باقی رہنا ایک ایسی بات ہے جو انسانی عقل سے باہر ہے اب ایسی حالت مین حاملان قرآن کا جنگ کے لئے نکلنا کیا اس امر کو نہین بتاتا کہ ان مین سے ضرور کچھ کام آئین گے۔ اور کیا کوئی معمولی سمجھ کا شخص بھی ایسا خیال کر سکتا ہے کہ بلا جانون کی قربانی کئے ان کو کامیابی اور فتح نصیب ہوگی۔ خصوصاً اُس حالت مین جبکہ فریق مقابل کی تعداد اور سامان حرب زیادہ ہو۔ اب ایسی صورت مین بلا قرآن نہ رہنے کے ہونے خلیفہ کا حاملان قرآن کو جنگ کے لئے بھیجنا دیدہ و دانستہ قرآن کو تلف کرنا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ مخالف و موافق کوئی بھی کسی مسلمان کی نسبت ایسا خیال نہین کر سکتا۔ قرآن ہی وہ شی ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ اور اسی کی حفاظت کے لئے مسلمانون نے قربانیان کین۔ اور آج بھی اس کے لئے سر بکف ہین۔ پھر جو بات کے خلیفہ اول اور فاروق اعظم نے جنگ یمامہ کے بعد کی جبکہ ہزارون صحابہ اور حاملان قرآن شہید ہو گئے اور ایسا ہونا ہی ضروری تھا۔ اُس کا وقت اس کے قبل تھا جب تمام صحابہ موجود تھے۔ نہ اسوقت۔

واقعات مین سے ہے جن کو معجزہ کہتے ہین۔ کیونکہ ۱۲ھ ہجری یعنی جنگ یمامہ کے بعد سے جبکہ خلافت سے نو مہینے گذر چکے تھے۔ زید نے قرآن جمع کرنا شروع کیا اور خلیفہ اول ہی کے عہد مین اسے پورا کرلیا تو یہ تمام کام ڈیڑھ سال مین ہوا۔ اسلئے کہ خلافت صدیقی کا کل زمانہ دو سال تین مہینے ہین۔ اب اُس سے نو مہینے نکالنے کے بعد ڈیڑھ سال رہ جاتا ہے۔

(۱۰) ابی بن کعب تمام قراء قرآن کے سردار ہین جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرءکم ابی فرمایا یعنی صحابہ مین ابی تمام سے زیادہ قاری ہین۔ خلیفہ دوم نے علم اعلان دیدیا تھا من اراد ان یسأل عن القرآن فلیات ابیاً جو قرآن کے متعلق دریافت کرنا چاہے وہ ابی سے پوچھے یعنے اُن سے زیادہ کوئی واقف نہین (حاکم اتالہ صلا ج ۲)

ابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہی آپ کی اجازت سے قرآن کی تعلیم دیتے۔ اور قرآن پڑھنے والون کی جماعت کو رسول خدا اللہ متعلق کرتے اُنھون نے عہد نبوی مین تمام قرآن کو جمع کیا تھا۔ اور کاتب وحی بھی تھے تعجب ہو کہ ان کی موجودگی مین زید تو اس کام کے لئے بلائے گئے اور زید کا اسکے لئے انتخاب ہوا اور خلیفہ اول نے اس کام کے لئے ابی کو نہ بلایا۔ حالانکہ یہ اس وقت مدینہ مین تھے اور زید سے عمدہ اس کام کو انجام دے سکتے تھے۔ اور زید کے اعتبار سے اس کے زیادہ مستحق تھے۔ اور یہ نہین تو یہ ضروری تھا کہ دونون کو بلایا جاتا اور دونون کے متعلق یہ کام کیا جاتا۔ ان کے ہوتے ہوئے تنہا زید کے یہ کام سپرد کرنا معمولی شخص کو بھی بعید ہے۔ اور خلیفہ اول و فاروق اعظم کی فراست اور دوراندیشی کو تو نہایت ہی بعید ہے

(۱۱) عہد نبوی مین جب قرآن جمع نہین کیا گیا تھا اور خلیفہ اول ہی نے اسے جمع کرایا تھا تو جمع کرانے کے بعد خلیفہ اول اور ثانی پر ضروری تھا۔ کہ تمام بلاد اسلامیہ مین اس کی اشاعت کرتے۔ اور جو اس کی نقلین کرا کے ہر جگہ بھجواتے اور اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا۔ کہ مسلمان خود اس کی نقل کرتے۔ اور تمام بلاد اسلامیہ مین اس طرح اس کی نقلین موجود ہوتین کیونکہ تجربہ سے اور مشاہدے سے یہ امر متیقن ہے کہ مفید اور ضروری کتاب کو ہر شخص نقل

وہ بھی باہر تھے۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب انھیں کوئی ضرورت پیش آتی تو اُس میں وہ اہل الرائے اور اہل علم سے مشورہ کرتے اور مہاجرین اور انصار سے عمرؓ عثمانؓ۔ علیؓ۔ عبدالرحمن بن عوف معاذ ابی۔ زید کو بلا کر مشورہ کرتے[1] تعجب ہو تو اول راوی یہ اس قدر عظیم الشان کام جس میں حضرت عمر سے بحث مباحثہ ہوا زید سے مباحثہ ہوا مگر ان ارباب شوریٰ سے مشورہ بھی نہ لیا گیا۔ حالانکہ انہیں کے کرنے اور مشورے کا ہی کام تھا اس پر بھی ان کو نہ بلایا گیا۔ جو لوگ اس سے واقف ہیں اور جنہوں نے یہ کام کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ کسی مرتب لکھی ہوئی کتاب کی صحیح نقل کرانے میں کس قدر اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اول اُس کتاب کے مختلف نسخے جمع کئے جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے تمام کو اس کا مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اور اُس پر بھی مختلف طور سے اُس پر مختلف وقتوں میں مختلف اشخاص نظر ڈالتے ہیں جب بھی پورا صحیح نسخہ تیار نہیں ہوتا۔ آج کل ہی دیکھو قرآن کے سینکڑوں نسخے موجود ہیں اور ہزاروں حفاظ ہیں لیکن اس پر بھی اگر آج کوئی صحیح نقل چھاپے تو کس قدر اہتمام کرنا ہوگا۔ پھر کیا تنہا ایک شخص آج بھی اس کام کو انجام دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور جبکہ قرآن تمام یکجا لکھا ہوا بھی نہ تھا تو اُس وقت میں اول تو قرآن کا تلاش کرنا پھر اُس کو صحیح نقل کرنا خصوصاً اُس حالت میں جبکہ تحریر کے ایسے قواعد اور اس قدر سہولتیں بھی نہ تھیں جو آج ہیں کس قدر مشکل کام ہے۔ اور کس قدر اہتمام کو چاہتا ہے اور پھر تلاش کرنا اور لوگوں سے دریافت کرنا۔ اور جن میں بعض ایسے بھی ہوں کہ جو مدینہ سے باہر ہوں تو ایسی حالت میں اس کے لئے کس قدر مدت کی ضرورت ہوئی۔ اور جبکہ اس زمانہ میں بھی قرآن کے برابر کوئی ایسی کتاب جس میں تلاش اور صحت کی ضرورت ہو ایک شخص ایک سال چھ مہینے میں نہیں لکھ سکتا باوجودیکہ آجکل پہلے کے اعتبار سے بہت سامان ایسا مہیا ہے جس کی وجہ سے بہت آسانی ہوگئی ہے۔ تو تنہا زید کا اُس وقت میں اتنی مدت میں لکھ دینا کیونکر ممکن

[1] طبقات ابن سعد مسلم ج ۲ صہ ۱۰۱ ۱۲

ابوموسیٰ اشعری جب بصرہ کے حاکم بناکر یہان بدل دئے گئے تو خلیفہ دوم نے انکے نام پروانہ بھیجا کہ قرآن کی تعلیم دو۔ پہلے سال ابوموسیٰ نے حسب قانون اپنے یہان سے اُن کی فہرست بھیجی جنہون نے قرآن پڑھا تھا اِس کو دیکھکر خلیفہ نے خدا کی حمد کی دوسرے سال ابوموسیٰ نے جو فہرست بھیجی اُس مین پہلے سے بہی زیادہ نام تھے۔ پھر تیسرے سال بھی فہرست روانہ کی (کنز العمال ج ۵ ص ۲۳۲)

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہین جب مین قراء بصرہ کے پاس گیا تو تین سو قاری میرے پاس وہ آئے جنہون نے تمام قرآن پڑہا تھا۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۳۹) ابوموسیٰ اشعری بصرہ سنہ ۲۰ مین گئے تھے۔ ابوسفیان کو جو قریش سے تھا اِس پر مقرر کیا کہ تمام دیہات اور گانؤن مین دورہ کرے۔ اور خانہ بدوش بدؤن اور اُن کے لڑکون کا قرآن مین امتحان لے اور قرآن سُنے۔ جس کو کچھ بہی قرآن یاد نہ ہو اُسے سزا دے چنانچہ ابوسفیان اپنے اِس دورے مین ایکبار قبیلہ بنی نبہان مین گئے اور زید الخیل کے چچازاد بھائی کا امتحان لیا اُس کو قرآن بالکل یاد نہ تھا۔ اِس پر ابوسفیان نے اِسقدر اُسے مارا کہ وہ مرگیا۔ (اغانی ج ۱۶ ص ۵۶)

اِس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر نے قرآن کی تعلیم جبری قائم کی اور شہر اور گانؤن دونون مین مدارس قائم کئے جن کی نظیر آج بھی نہین ہے۔

طبقات القراء مین ابوالدرداء کے حال مین ہے کہ ابوالدرداء صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اسی وقت سے قرآن پڑہنے والونکا ہجوم ہوتا۔ دس دس آدمیون کی جماعت آپ جدا جدا قائم کرتے اور ہر جماعت پر ایک نگران مقرر کرتے جب کسی جماعت کا کوئی شخص غلطی کرتا۔ تو اُس جماعت کا نگران اُسے بتاتا۔ اور اگر نگران سے غلطی ہوتی تو ابوالدرداء اُسے خود بتاتے لیکن حفاظ قرآن کے جماعت کی نگرانی براہ راست ابوالدرداء کرتے۔ ایکبار آپ نے اپنے حلقہ درس کے طلباء کی شمار کرائی تو ایک وقت مین سولہ سو سے کچھ زائد طلباء تھے۔ عبداللہ

کرتا ہے۔ اور اس طرح سے وہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ قرآن سے زیادہ مفید اور ضروری مسلمانوں کے نزدیک کوئی کتاب نہیں اسلئے یہ ضروری تھا کہ اس قرآن کی نقلیں تمام بلاد میں پھیل جاتیں۔ مگر کہیں تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی مسلمان نے اس کی نقل کی ہو۔ یا خلیفہ نے اس کی نقل پہنچوائی ہو۔ حالانکہ خلیفہ دوم نے اپنے عہد میں جابجا قرآن کے معلم بھیجے اور اسقدر اہتمام کیا کہ تمام عمال کے نام احکام جاری کر دئے کہ ہر سال اپنے اپنے یہاں سے اُن لوگوں کی فہرست بھیجا کریں جو قرآن پڑھیں۔ تاکہ اُنکا بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اور دیگر بلاد اسلامیہ میں اُنھیں معلم بنا کر تعلیم کے لئے بھیجا جائے۔ جس پر صرف ابو موسیٰ اشعری نے اپنے یہاں سے تین سو سے زیادہ کے نام لکھکر بھیجے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۵)

ایکبار یزید بن ابی سفیان نے جو ملک شام میں خلیفہ دوم کی طرف سے گورنر تھے فاروق اعظم کو لکھا کہ یہاں مسلمان بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور ملک شام کے تمام شہر مسلمانوں سے مالا مال ہیں اس لئے اب اس کی ضرورت ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو یہاں بھیجیں جو انھیں قرآن کی تعلیم دیں اور مسائل بتائیں۔ خلیفہ نے اس پر انصار کے اُن پانچ شخصوں کو طلب کیا جنھوں نے عہد نبوی میں قرآن جمع کیا تھا۔ یعنی معاذ بن جبل۔ عبادۃ بن الصامت۔ ابی بن کعب۔ ابو ایوب ابو الدرداء۔ اور اُن سے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ تمسے تین کی مجھے ضرورت ہے تاکہ میں انھیں تعلیم قرآن کے لئے ملک شام میں بھیجوں۔ اب تم باہم قرعہ ڈالو۔ جس کا نام نکلے وہ جائے اُنھوں نے عرض کیا کہ قرعہ ڈالنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابو ایوب نہایت بوڑھے ضعیف ہیں۔ اور ابی بیمار ہیں۔ اسلئے یہ دونوں جا ہی نہیں سکتے۔ پس معاذ۔ عبادۃ۔ ابو الدرداء روانہ کئے گئے۔ جن میں سے عبادۃ حمص میں۔ ابو الدرداء دمشق میں۔ معاذ فلسطین میں گئے طاعون عمواس میں معاذ کا انتقال ہو گیا۔ پھر عبادۃ اُن کی جگہ حمص سے فلسطین آ گئے اور پھر ان کا انتقال بھی فلسطین میں ہوا۔ اور ابو الدرداء دمشق ہی میں رہے۔ اور وہاں ہی اُنکا انتقال ہوا۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۱ طبقات قسم ۲ ج ۲ ص ۲۴)

علم کے متعلق بھی مسلمانوں کی یہی کوشش ہے۔ ان واقعات سے ہر منصف سمجھ دار کے نزدیک یہ امر نہایت روشنی میں آجاتا ہے کہ قرآن آنحضرت کے عہد میں جمع تھا۔ اور تمام بلاد اسلامیہ میں وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھا اسی لئے انہیں اس کے واسطے کہیں طلب کرنیکی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ خلیفہ کو اس کی ضرورت تھی کہ وہ قرآن کی نقلیں بھیجتے۔ ورنہ اگر قرآن جمع شدہ ہر جگہ نہ ملتا تو خلیفہ دوم ضرور اس کی نقلیں بھجواتے اور یہ ناممکن تھا کہ وہ اس طرف توجہ نہ کرتے۔ کیونکہ علاوہ اور باتوں کے اُس وقت تمام فیصلوں کا دارمدار قرآن ہی پر تھا۔ اور یہی قانون ملکی اور مذہبی تھا اسلئے یہی ہر حاکم اور ہر قاضی کے پاس اس کا ہونا ضروری تھا۔ اور جب کہ خلیفہ اول اور دوم کی یہ عادت تھی کہ معمولی ہدایتیں اور احکام بھی لکھا کر عمال اور حاکموں کو دیتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ اصل قانون اُن کے ہمراہ نہ کیا جاتا۔ اور پرگنہ۔ صوبہ۔ ملک اس سے خالی رہتا۔ چنانچہ اسی کو علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اُس وقت تمام عرب کا جزیرہ مسلمان ہوگیا تھا جو مغرب میں بحر قلزم سے لیکر سواحل یمن سے گذرتا ہوا مشرق میں بحر فارس پر ختم ہوتا ہے اور بحر فارس سے دریائے فرات پر گذرتا ہوا شام کے کنارے کنارے بحر قلزم پر ختم ہوتا ہے۔ اور اس جزیرہ عرب میں اس قدر کثیر شہر اور مواضعات ہیں کہ جن کی شمار کا علم خدا ہی کو ہے۔ جیسے یمن۔ بحرین۔ عمان۔ نجد قبیلہ طے کے دو پہاڑ۔ اجا۔ سلمے

مات رسول الله صلى الله عليه وسلم والاسلام قد انتشر وظهر في جميع جزيرة العرب من منقطع البحر المعروف ببحر القلزم صاعدا الى سواحل اليمن كلها الى بحر فارس الى منقطعه صاعدا الى الفرات ثم على ضفة الفرات الى منقطع الشام الى بحر القلزم وفي هذه الجزيرة من المدن والقرى ما لا يعرف عدده الا الله عز وجل كاليمن والبحرين وعمان ونجد جبلي طي

بن مسعود کو فاروق اعظم نے اہل کوفہ کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ اسرار الانوار مین ہی۔ کوفہ مین ابن مسعود کے حلقہ درس مین ایک وقت مین چار ہزار طلبا شریک ہوتے۔ جناب امیر عرب کوفہ مین داخل ہوئے اور ابن مسعودؓ مع اپنے شاگردون کی جماعت کے استقبال کے لئے باہر نکلے تو کوفہ کا تمام میدان بھر گیا۔ اور جہانتک نظر کام دیتی تھی طلبا ہی نظر آتے تھے۔ جناب امیر نے فرمایا ابن مسعود نے کوفہ کو علم سے لبریز کر دیا۔ فاروق اعظم نے اپنے عہد مین تراویح کی جماعت کا رمضان مین حکم دیا جس کی وجہ سے ہر مسجد مین ایک بار تو قرآن رمضان مین پڑھا جانے لگا۔ اور نیز خلیفہ دوم نے خاص لکھانے کے لئے بھی مدرسے قائم کئے تھے۔ اور لکھانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ جو لڑکے کفار کے گرفتار ہو کر آتے وہ بھی ان مدرسون مین داخل کئے جاتے۔ سلیم ابو عامر کا بیان ہے کہ مین جب گرفتار ہو کر مدینہ آیا تو مجھے معلم کے سپرد کیا گیا تاکہ وہ لکھنا سکھلائے۔ معلم نے مجھے میم لکھنے کو کہا جب مین نے اُسے اچھی طرح سے نہ لکھا تو کہا کہ گائے کی آنکھ کی طرح گول لکھ۔ (معجم البلدان لغت حاضر)

تعجب ہو کہ خلیفہ دوم نے اشاعت قرآن مین سعی کا کوئی درجہ فروگذاشت نہین کیا۔ اور اُس وقت کے مسلمانون کے ذوق وشوق نے بھی طلب کے تمام منازل طے کر دئے تھے۔ ایک حدیث کی طلب مین مہینون کے راستے پیادہ پا بھوکے پیاسے طے کرتے۔ اور ناقابل برداشت مصائب کو بھی اُن کے ذوق وشوق کے آگے شکست فاحش اوٹھانی پڑتی۔ لیکن وہ قرآن جو آسمانی کتاب تھی۔ اور تمام خوبیون اور اخلاق کا منبع تھی جس پر اُن کا ایمان تھا۔ جس کو رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جمع نہین کرایا اور خلیفہ اول نے جمع کرایا۔ مگر کسی نے اِس جمع شدہ کی طرف توجہ نہ کی۔ کیا یہ بات کوئی موافق اور مخالف باور کر سکتا ہے کہ اُس وقت کے مسلمان ایسی بے اعتنائی سے پیش آتے خصوصاً اُس حالت مین جبکہ آج بھی مسلمانون کا یہ حال ہے کہ قرآن کے متعلق اگر کسی کتاب کا مسلمان کو علم ہو کہ فلان جگہ قرآن کے متعلق فلان کتاب ہے تو اُسے نقل کراتے ہین۔ خواہ اُس مین اُن کو جانی مالی قربانی کرنی پڑے۔ بلکہ دوسرے

بدستور وہی حالت تھی۔ یعنی اُن مین کسی قسم
کا اختلاف نہ تھا۔ پھر حضرت عمر خلیفہ ہوئے
اور فارس۔ شام۔ جزیرہ۔ اور مصر کو فتح
کیا۔ اور اُن تمام بلاد اسلامیہ پر مسجدین
بنائی گئین۔ اور قرآن لکھے گئے اور بدستور
قرآن پڑہایا جاتا تھا۔ اور دس سال کچھ
مہینے یہی حالت رہی کہ کسی مین کچھ اختلاف
نہ تھا۔ تمام کا ایک مذہب ایک خیال تھا
اور عہد عمر مین ایک لاکھ سے کم نسخے قرآن
کے مسلمانون کے پاس نہ ہون گے پھر
حضرت عمر کا انتقال ہوا اور حضرت عثمان
خلیفہ ہوئے اور فتوحات اسلام بہت زیادہ
ہوئین اور اُسی کیساتھ تمام باتونمین زیادتی
ہوئی۔ مثلاً قرآن۔ مساجد وغیرہ پہلے سے
اور زیادہ ہوئین۔ اور اس زمانہ مین قرآن
کے اس قدر نسخے لکھے گئے اور مسلمانونکے
پاس موجود تھے کہ اُن کی شمار دشوار تھی
اور یہی حالت اتفاق کی بارہ سال رہی جب
حضرت عثمان کا انتقال ہوا اُسی وقت
سے اختلاف شروع ہوا۔

ففتحت بلاد الفرس طولاً وعرضاً
وفتحت الشام كلها والجزيرة ومصر
كلها ولم يبق بلد الا وبنيت فيه
المساجد ونسخت فيه المصاحف
وقرء الائمة القرآن وعلمه
الصبيان في المكاتب شرقاً وغرباً
وبقي كذلك عشرة اعوام واشهراً
والمومنون كلهم لا اختلاف بينهم
في شي بل ملة واحدة ومقالة
واحدة وان لم يكن عند المسلمين
اذ مات عمر مائة الف مصحف من مصر
الى العراق الى الشام الى اليمن
فما بين ذلك فلم يكن اقل ثم ولي
عثمان فزادت الفتوح واتسع
الامر فلو رام احد احصاء مصاحف
اهل الاسلام ما قدر وبقي كذلك
اثني عشر عاماً حتى مات وبموته
حصل الاختلاف

(ج ۲ ص ۷۸)

اب مین اس حدیث زہری پر دو طرح سے غور کرتا ہون۔ اول اس حدیث کی سند پر

قبائل مضر و ربیعہ قضاعہ کے قصبات طائف
مکہ۔ مدینہ۔ غرضکہ یہ تمام جزیرہ مسلمان
ہوگیا تھا۔ اور اس مین کوئی شہر اور گاؤن
اور آبادی ایسی نہ تھی جہان مسجد نہ ہو۔ اور
ان تمام مسجدون مین پانچون وقت نماز
مین قرآن پڑھا جاتا تھا۔ اور مسلمان
اپنے بچون اور عورتون اور مردون کو
قرآن کی تعلیم دیتے تھے آنحضرت کی وفات
کیوقت مسلمانون مین کسی امر مین اختلاف
نہ تھا۔ بلکہ تمام کا ایک مذہب ایک بات
تھی پھر حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور ڈھائی
سال خلیفہ رہے۔ فارس اور روم سے
جہاد کیا۔ یمامہ کو از سر نو فتح کیا۔ اور اب
قرآن کے جاننے والے اور زیادہ ہوگئے
اور بہت سے لوگون نے قرآن لکھا تھا جیسے
اُبی۔ عثمان۔ عمر۔ علی۔ زید۔ ابو زید۔ ابن
مسعود۔ اور دیگر بلاد اسلامیہ مین اور بہت
لوگ تھے جنہون نے قرآن لکھا تھا۔ غرضکہ
کوئی شہر مسلمانون کا ایسا نہ تھا جس مین
قرآن کے نسخے لکھے ہوئے نہ ہون۔ پھر
خلیفہ اول کا انتقال ہوا اور مسلمانون کی

وبلاد مضر وربیعة وقضاعة والطائف
ومكة كلهم قد اسلم وبنوا المساجد
ليس منها مدينة ولا قرية ولا حلة
الا عراب الا قد قرئ فيها القرآن
في الصلوات وعلمه الصبيان والرجال
والنساء وكتب ومات رسول الله
صلى الله عليه والمسلمون كذلك
ليس منهم اختلاف في شي اصلاً
بل كلهم امة واحدة ودين واحد
ومقالة واحدة ثم ولي ابوبكر
سنتين وستة اشهر فغزى فارس
والروم وفتح اليمامة وزادت
قراء الناس للقران وجمع الناس
المصاحف كابي وعمر وعثمان وعلي
وزيد وابي زيد وابن مسعود
وسائر الناس في البلاد فلم
يبق بلد الا وفيه المصاحف ثم
مات رضي الله عنه والمسلمون
كما كانوا لا اختلاف بينهم في شي
اصلا امة واحدة ومقالة واحدة
ثم مات ابوبكر وولي عمر

بہرحال تنہا زہری کی روایت سے ہم اُن روایات کو نہیں چھوڑ سکتے جن سے یہ ثابت ہے۔ کہ بہت سے لوگوں نے آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کیا تھا۔

زہری کے بیان میں اختلاف

زہری کی اس روایت میں اضطراب یعنی اختلاف ہے۔ میں یہاں زہری کی انہیں روایتوں کا اختلاف دکھاتا ہوں جو بخاری میں زہری سے ہے۔ اس حدیث کی زہری سے جس قدر روایتیں ہیں چونکہ اُن میں صحیح اور معتبر بخاری کی سندیں ہیں اسلئے اِن سندوں کے اختلاف سے ناظرین خود فیصلہ کرسکیں گے کہ یہ حدیث کہاں تک وثوق کے قابل ہے۔ بخاری کی کتاب الاحکام میں ابن شہاب زہری سے ابراہیم بن سعد نے روایت کی ہے۔

بخاری میں سورہ براءۃ کی تفسیر میں اسی روایت کو زہری سے شعیب راوی ہے لیکن زہری کے ان دونوں شاگردوں کی روایت میں یہ اختلاف ہے۔

شعیب کی زہری سے روایت	ابراہیم کی زہری سے روایت
(۱) قد استحر یوم الیمامۃ بالناس	قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن
معرکہ یمامہ میں بہت لوگ کام آئے	معرکہ یمامہ میں بہت قاری قرآن شہید ہوئے۔
(۲) من الرقاع والاکتاف والعسب وصدور الرجال	من العسب والرقاع واللخاف و صدور الرجال

ابراہیم کی روایت میں بجائے اکتاف کے لخاف ہے اور عُسب کا لفظ نہیں ہے۔

(۳) حتی وجدت من سورۃ التوبۃ آیتین	فوجدت آخر سورۃ التوبۃ
(۴) مع خزیمۃ الانصاری	مع خزیمۃ او ابی خزیمۃ
(۵) لم اجدہما مع احد غیرہ	اس کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے
(۶) اس کی روایت میں یہ نہیں۔	فالحقتہما فی سورتہا۔

دوسرے اِس کے مضمون اور معانی پر

زہری کی حدیث کی سند

اِس مین شک نہین کہ محدثین نے باتفاق اِس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ اور اسی وجہ سے بخاری۔ ترمذی وغیرہ حدیث کی کتابون مین یہ حدیث ہو۔ اِس روایت کا راوی تنہا زہری ہے۔ زہری کے سوا کسی نے اِسے روایت نہین کیا۔ البتہ زہری سے چند نے اِسے روایت کیا ہو۔ اِس لئے یہ روایت محدثین کے یہان خبر احاد سے ہو یعنی وہ روایت جس کا راوی کسی مرتبہ مین محض ایک ہی ہو۔ زہری اگرچہ محدثین کے یہان نہایت معتبر قابل وثوق اور راستباز اور امین ہو۔ اور تمام کتب صحاح مین اِس کی روایت ہو لیکن اسی کے ساتھ یہ مدرج تھا۔ یعنی اپنے کلام کو حدیث مین اِس طرح ملا کر بیان کر دیتا تھا کہ سننے والے کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ بھی حدیث ہو۔ اور دونون مین کوئی فرق نہین رکھتا تھا۔ چنانچہ اصول حدیث کی کتابون مین زہری کے متعلق اِس کو لکھتے ہین۔ المعتصر من المختصر صہ ۱۲۵ مین ہے ویحتمل ان یکون من کلام الزھری فانہ کان یخلط کلامہ بالحدیث ولذلک قال لہ موسیٰ بن عقبۃ افصل کلامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کلامک۔ اور شاید یہ زہری کا اپنا کلام ہو نہ حدیث کیونکہ زہری کی یہ عادت تھی کہ وہ حدیث مین اپنا کلام بھی ملا دیتے تھے۔ اِسی واسطے موسیٰ نے زہری سے کہا کہ حدیث کو اپنے کلام کو علحدہ رکھو۔ ملایا نہ کرو۔ تو ایسی حالت مین یہ فیصلہ مشکل ہو کہ اصل واقعہ کس قدر ہے اور امام زہری نے اپنی طرف سے بھی کوئی تشریح کی ہے یا نہین۔ اِس کے سوا بھی چونکہ یہ ایک شخص تنہا زہری کا بیان ہو اور ایک ایسے امر کے خلاف ہو جو تواتر سے ثابت ہو۔ اور تمام اہل اسلام کا اُس پر اتفاق ہے تو اسلئے یہ اون کثیر شہادتون کے مقابلہ مین نہین مانا جا سکتا جیسا مسلمانون کا عام اصول ہو کہ خبر احاد امر یقینی کے مقابلہ مین ہرگز لایق وثوق نہین ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہان کسی راوی سے بیان مین غلطی ہوئی ہو

من التوبة مع رجل يقال له خزيمة او ابو خزيمة قالوا فلو كان زيد قد جمع القرآن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لاملاه من صدره وما احتاج الى ماذكره (استیعاب جلد اول صـ۱۹۲)

مجھے صرف یہان اس قدر کہنا ہی کہ زید کا حافظ ہونا اور تمام قرآن کا آنحضرتؐ کی حیات مین لکھا صحیح روایتون سے معلوم ہی چنانچہ ابن عبدالبر کو بھی اس کا اقرار ہے تو زید اگر خلیفہ اول کے عہد مین جمع قرآن کی خدمت پر مامور ہوتے تو اپنی یاد اور اپنے قرآن سے لکھتے نہ دوسرے اشیاء سے۔ اور نہ زید وہ عذر کرتے جو اس حدیث مین زید کی طرف نسبت کیا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل بے اصل ہی یا درمیان کے راویون کے بیان کی غلطی ہے۔ ممکن ہی کہ زید کی پاس چونکہ ایسا لکھا ہوا قرآن تھا جس کو آخر مین انہون نے آنحضرتؐ کو سنایا تھا۔ اسلئے خلیفہ اول نے اس کی کوئی نقل اپنے لئے کرائی ہو۔ اور زید نے اُسے حضرت ابوبکر کے لئے نقل کیا ہو جیسا کنز العمال کی ایک حدیث سے بھی اسکا پتہ چلتا ہے لیکن رواۃ نے اپنی غلطی سے اس واقعہ کو کچھ کا کچھ کر دیا۔ اور راوی حدیث چونکہ انسان تھے اور انسان بھی وہ جو نبی نہ تھے۔ اسلئے ان سے وہم و خطا کا ہونا بعید نہین جیسا علامہ ابن حزم کتاب الفصل مین لکھتے ہین

اور لوگون کا یہ خیال کہ نہایت صحیح سند کی سے صحابہ اور تابعین سے ایسی قرارت قرآن مین مروی نہین جن کا پڑھنا درست نہین اس مین شک نہین کہ یہ خیال صحیح ہی۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی تمام مسلمان بے انتہا عزت اور تعظیم کرتے ہین۔ اور اُن کی محبت کو باعث نجات سمجھتے ہین۔ لیکن اسی کے

واما قولهم انه قد روى باسانيد صحاح عن طائفة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن التابعين الذى نعظم ونأخذ ديننا عنهم انهم قرءوا فى القرآن قراءات لا نستحل نحن القراءة بها فهذا احق ونحن وان بلغنا الغاية فى تعظيم

زہری کی روایت کا واقعات اور دوسری صحیح روایتوں کے خلاف ہونا

(۱) تاریخ اور صحیح روایات بلکہ خود بخاری کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ زید نے آنحضرتؐ کے عہد مین قرآن جمع کیا تھا۔ معارف ابن قتیبہ مین ہے۔ زید نے تمام قرآن لکھا تھا۔ اور اُس قرآن کو اخیر مین آنحضرتؐ کو تمام و کمال سنایا تھا۔ اِس قرآن کی ترتیب وہی تھی جو آج بھی قرآن کی ہے۔ ترمذی مین زید سے ہے کہ ہمنے آنحضرتؐ کے روبرو وہی قرآن کو۔ جمع کیا تھا۔ اور نیز تمام محدثین کا اِس پر اتفاق ہے کہ زید قرآن کے حافظ تھے اور پورا قرآن آپ کو یاد تھا۔ خلیفہ اول نے جب زید کو جمع قرآن کا حکم دیا۔ اور یہ فرمایا۔ اسے تلاش کرکے لکھو تو اُس وقت زید کا جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ قرآن جمع شدہ ہمارے پاس موجود ہے اور مجھے یاد ہے اُس کی تلاش کی ضرورت نہین۔ باوجود زید کے حافظ اور جامع قرآن ہونے کے جو متعدد روایات سے ثابت ہے اور تمام مورخین اس پر متفق ہین۔ تمام کتب رجال اس کی شاہد ہین۔ جسکے خلاف مین ضعیف سی بھی روایت اور قول نہین پھر زید کا قرآن کو تلاش سے لکھنا جیسا اس روایت سے ثابت ہوتا ہے ایک ایسا امر ہے جس کو باور کرنے کے لئے کوئی ضعیف سی ایسی وجہ بھی نہین لی جاسکتی جس کو کوئی۔ فہمیدہ انسان صحیح مان سکے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر نے بھی استیعاب مین زہری کی روایت کی اس مخالفت کو بیان کیا ہے۔ مین یہان اس مخالفت کو انہین کے الفاظ مین لکھتا ہون۔

واما حدیث انس بن مالك ان زید بن ثابت احد الذین جمعوا القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فصحیح وقد عارضه قوم بحدیث ابن شهاب عن عبید بن السباق عن زید بن ثابت عن ابا بکر امره فی حین مقتل القراء بالیمامة بجمع القرآن قال فجمعت القرآن من الرقاع والعسب وصدور الرجال حتی وجدت آخر آیة من

عن محمد بن سیرین قال جمع القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابی بن کعب وزید بن ثابت وعثمان بن عفان وتمیم الدادی عن محمد بن کعب القرظی قال جمع القرآن فی زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم خمسة من الانصار معاذ بن جبل عبادة بن الصامت ابی بن کعب ابو ایوب ابو الدرداء۔

اب جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد ہی مین قرآن جمع ہوگیا تھا۔ اور بہت سے صحابہؓ نے اُسے جمع کیا تھا۔ تو پھر حضرت عمر کا حضرت ابوبکر سے یہ کہنا انی اری ان تامر بجمع القرآن۔ یعنی میری رائے ہو کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کو فرمائے اور اس کے جواب مین حضرت ابوبکر کا یون فرمانا کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم جو کام آنحضرتؐ نے نہین کیا وہ تو کیونکر کریگا۔ کیونکر صحیح ہوگا۔ اور یہ بات غلط ہے یا نہین۔

(۳) سالم مولی ابو حذیفہ کے سوا مشہور قراء سے کوئی قاری اس جنگ مین شہید نہین ہوا۔ اور عام اُن مسلمانون کی تعداد جو اس جنگ مین شہید ہوئے چودہ سو تک بیان کی جاتی ہے جن مین چھ سو مہاجرین اور انصار ہین۔ یہ تعداد اُس وقت کے مسلمانون کے لحاظ سے کچھ بھی زیادہ نہین ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع مین جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے تو اگر یہی مان لیا جائے کہ اُس وقت تمام مسلمان اسی قدر تھے۔ گو کہ یہ امر کسی طرح صحیح نہین ہے۔ مگر اس پر بھی چودہ سو مسلمان اس تعداد کے مقابلہ مین کسی شمار مین نہین آسکتے۔ اور اس واقعہ مین جو ستر قراء کی شہادت بیان کی جاتی ہے اُن کے متعلق محدثین اور مورخین کا یہ بھی بیان ہو کہ اُن مین سے ہر ایک پوری قرآن کا حافظ نہ تھا۔ بلکہ قرآن کے کچھ اجزاء اُن کو یاد تھے۔

قاری قرآن کے اگر یہی معنی ہون تو پھر مہاجر اور انصار سے جو اس مین شہید ہوئے وہ سب قاری تھے

ساتھ ہم اُنھین وہم۔ نسیان خطا سے معصوم نہین جانتے۔ اُن سے اِس قسم کے امور ممکن ہین۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊

❊ ❊

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضوان اللہ علیہم وتقربنا الی اللہ عزوجل بمحبتہم فلست بنعد عنہم الوہم والخطاء ولا نقلدہم فی شی مما قالوہ

(ج ۲ ص ۷۶)

(۲) بخاری اور نیز دیگر روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کی حیات مبارک مین بہت سے صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا۔ چنانچہ اُن مین چار کے نام تو بخاری ہی نے انس کی روایت سے نقل کئے ہین اور ایک طویل فہرست پہلے مین بھی ان کے نامون کی دے چکا ہون۔ علامہ ابن سعد نے بھی طبقات قسم ثانی ج ۲ ص ۱۱۲ مین بعض ایسے صحابہ کے نام شمار کئے جنہون نے آنحضرتؐ کی زندگی مین پورا قرآن جمع کیا تھا۔ چنانچہ مین یہان اُن کی عبارت لکھتا ہون۔

حافظ ابن سعد طبقات مین علامہ شعبی۔ اور محمدؐ بن سیرین اور محمدؐ بن کعب کی روایت سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک مین معاذؓ بن جبل۔ اُبیؓ بن کعب۔ زیدؓ بن ثابت۔ ابوالدرداءؓ۔ ابوزیدؓ۔ سعدؓ بن عبید۔ عثمانؓ بن عفان۔ تمیم داریؓ۔ عبادہؓ بن الصامت۔ ابوایوبؓ نے تو پورا قرآن جمع کیا تھا۔ البتہ مجمع بن جاریہ کو دو سورت یا ایک سورۃ جمع کرنیکو بانی تھی جو آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا۔

عن عامر الشعبی قال جمع القرآن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ رھط من الانصار معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو الدرداء وابو زید وسعد بن عبید۔ قال قد کان بقی علی المجمع بن جاریۃ سورۃ او سورتان حین قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

❊ ❊ ❊

صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہیں کرایا۔ تو کیا حفاظت کے لئے جمع کرانا ایسا امر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے خلاف ہو۔ کیا خود آنحضرت ایسے امور کو نہیں لکھاتے تھے جن کا استحفاظ اور اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ ابو شاہ صحابی نے فتح مکہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنکر جب آپ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ اسے لکھا دیجئے تو کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا اکتبوا لابی شاہ یعنی ابو شاہ کو لکھدو قال ابو داؤد واکتبوا لی یعنی خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ابو شاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ لکھانے کی درخواست کی (ابو داؤد) کتاب الدیات۔ اور کیا حضرت ابوبکر خود اپنے عمال کو ہدایات نہیں لکھا دیتے تھے۔ اور کیا آنحضرتؐ نے قرآن کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور کیا حضرت عبداللہ بن عمرو نے جب حدیثوں کے ضائع ہونے اور اپنے بھول جانے کی شکایت کی تو آنحضرت نے انھیں لکھنے کا حکم نہیں دیا۔ پھر کیا ابوبکر ان تمام واقعات سے ناواقف تھے۔ واللعجب

یہ سوال و جواب بجائے خود اس واقعہ کے بے اصل ہونے کے لئے قوی شہادت ہے۔ اور جو امر کہ عام اتفاق سے ثابت ہے۔ اور آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس پر غبار ڈالنا اور چھپانا ناممکن ہے۔

(۵) خلیفہ اول نے یہ قرآن اگر لکھایا ہوگا تو بیت المال کے روپیہ سے لکھایا ہوگا کیونکہ خلافت سے چھ مہینے بعد خلیفہ کے مصارف کا مکتفل بیت المال کیا گیا تھا۔ اور بیت المال سے وہ اپنے ضروری مصارف خورد و نوش کے مطابق لیتے تھے۔ جیسا کہ خلیفہ اول کے حالات میں مورخین لکھتے ہیں۔ اور نیز اس واقعہ سے بھی اس کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ ایک بی بی نے ایک دفعہ جب شیرینی کی فرمائش کی تو جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ بی بی نے کہا۔ اجازت ہو تو روزمرہ کے صرف سے کچھ بچا کر جمع کر لوں۔ فرمایا بہتر کچھ روز میں چند پیسے جمع کر کے دئے۔ اور کہا مٹھائی لاؤ۔ خلیفہ نے پیسے لے کر فرمایا کہ یہ خرچ

کیونکہ مسلمانون مین خصوصاً اُس عہد مین تو کوئی بدقسمت مسلمان بھی ایسا نہ ہوگا جسے قرآن کچھ بھی یاد نہ ہو تو ابن بدین ثابت کا اِس روایت مین یہ کہنا کہ ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن ہر اعتبار سے غلط ہوگا کیونکہ قاری قرآن کے اگر یہ معنی ہون کہ جسے پورا قرآن یاد تھا تو وہ بھی اِس لڑائی مین سالم مولی ابی حذیفہ کے سوا کوئی شہید نہین ہوا۔ اور اگر قاری قرآن کے یہ معنی ہون جسے قرآن کا کچھ حصہ یاد ہو خواہ وہ ایک دو سورت ہی ہون تو اِس معنی کے رو سے تمام مسلمان قاری قرآن تھے۔ اور جزیرہ عرب مین جس قدر مسلمان تھے وہ تمام ہی قاری تھے۔ پھر اُن کی تعداد کے اعتبار سے بھی چودہ سو مسلمان کچھ زیادہ نہ تھے۔ اور اگر کہا جائے کہ مشہور قراء سے تو سالم ہی شہید ہوئے لیکن اِن کے سوا اور بھی پورے قرآن کے حافظ اِس لڑائی مین ایسے شہید ہوئے جو مشہور نہ تھے۔ تو اِس صورت مین اصل واقعہ روشنی مین آجائے گا۔ یعنی صحابہ مین بہت سے صحابی قرآن کے حافظ تھے۔ مگر اس پر بھی اِس تعداد کا زیادہ ہونا مشکل ہے بہرحال یہ بیان واقعات کے بالکل خلاف ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اُمی تھے اسلئے آپ کو اِس کی ضرورت نہ تھی۔ کہ قرآن لکھا کر اپنے پاس رکھتے۔ البتہ صحابہ کو پورا قرآن حرف بحرف لکھایا اور اِس لکھانے کا نہایت اہتمام کیا۔ اور اکثر صحابہ نے آپکے عہد مین آپ سے پورا قرآن لکھکر جمع کیا۔ تو اب خلیفہ دوم کا جمع کے لیے مشورہ دینا ایسا امر نہ تھا جس مین خلیفہ اول اور زید کو تامل ہوا اور مباحثہ کی نوبت آئی اور حضرت عمر سے یہ فرمایا کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا آنحضرت نے قرآن لکھنے کا حکم نہین دیا۔ کیا آپ کے عہد مین لکھکر قرآن نہین پڑھایا جاتا تھا؟ کیا خلیفہ اول اور زید اِس سے ناواقف تھے؟ کیا اِسکا صاف اور صحیح جواب صرف یہی نہ تھا کہ بلاشبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع کرایا۔ اور آپ کے امر سے صحابہ نے لکھا۔ اِس کے علاوہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آنحضرت

اگر واقعی کوئی قرآن بیت المال کے صرف سواس اہتمام سے لکھا گیا تھا تو بیت المال کی
فہرست مین اُس کا نام ضروری ہوتا۔ اور خلیفہ اول اس کے سپرد کرنے کو اہتمام سے فرماتے
دوسری بات یہ ہو کہ خلیفہ دوم کے بعد یہ قرآن خلیفہ سوم کی تحویل مین ہونا چاہیے تھا نہ
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس۔ کیونکہ یہ خلیفہ کی اپنی ذاتی ملک نہ تھی۔ اب بعید نہین
بلکہ یہ امر نہایت قریب تر ہو کہ احتمالات اور امکانات کے دائرہ مین غوطہ لگانے والی جدت
آفرینی کی یون داد دین کہ یہ قرآن خلیفہ اول کا ذاتی تھا۔ اپنے خاص روپیہ سے لکھایا تھا۔ اور
خلیفہ دوم کو آخر وقت مین انہون نے ہبہ کر دیا تھا۔ اور بیت المال کا نہ تھا تاکہ خلیفہ دوم کی
وفات کے بعد خلیفہ سوم کی نگرانی مین پہونچتا۔ اُن کی اس جدت اور نکتہ آفرینی کی مین بھی
دل سے قدر کرنے کو اور داد دینے کو تیار ہون۔ مگر وہ ہبہ نامہ جس کے رو سے یہ ہبہ ثابت
کیا جائے اگر کسی سند مین دکھائین اور خلیفہ اول کی آمدنی مین اس قدر قوت اور زور دکھائین
جو اس بار کی متحمل ہو سکے تو البتہ قابل تسلیم ہے۔ اور بلا اس کے یہ خیال آفرینی واقعیت کے
سطح پر رونما نہین ہو سکتی بلکہ تاریخ سے تو یہ ثابت ہو کہ نہ خلیفہ اول کے پاس اپنا ذاتی
اس قدر مال تھا جس سے قرآن لکھاتے۔ اور بیت المال سے اپنے مصارف کے لئے جو کچھ وہ
لیتے تھے اُس مین نہ اس کی گنجائش تھی۔ الغرض اس قرآن کے لکھانے کی دو ہی صورت
ہو سکتی ہین ایک یہ کہ اس صحیفہ وغیرہ کی قیمت خلیفہ اول اپنے پاس سے صرف کرین
دوسرے یہ کہ بیت المال سے دین۔ اور واقعات ان دونون صورتون کے مخالف ہین
(۵) اس روایت مین یہ کہنا کہ سورہ براءۃ کا آخر ابو خزیمہ انصاری کے سوا کسی
دوسرے کے پاس نہ تھا ایک ایسی پہیلی اور چیستان ہو جس کی گرہ کشائی ناممکن ہے
پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سورہ براءۃ پوری ایک وقت مین کامل آخر زمانہ مین نازل ہوئی۔
جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع مین پڑھا حضرت علیؓ نے نوین سال حج مین
تین مقامات مین یعنی عرفہ منی۔ مکہ مین لوگون کو تمام و کمال سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

ضروری سے زیادہ ہین۔ لہذا بیت المال کے ہین۔ اور بیت المال مین جمع کرکے اپنے وظیفہ سے اُسی قدر کم کردیا۔

اِس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ کے پاس اپنا ذاتی سامان کیا تھا۔ اور بیت المال مین اُنہین کس قدر احتیاط تھی۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ اِس قرآن کے مصارف بیت المال سے ادا کئے گئے ہون گے۔ اور یہ قرآن چونکہ بیت المال کا حق تھا اِسی لئے یہ اُنکی وفات کے بعد خلیفہ اول کے ورثہ کو نہین دیا گیا۔ بلکہ بیت المال مین رہا۔ اور خلیفہ دوم کے پاس پہنچا۔ اگر خلیفہ اول کا اپنا ہوتا تو ضرور اُن کے ورثہ کو ملتا۔ لیکن یہان دو باتین اِس واقعہ کو غلط ٹھیراتی ہین۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خلیفہ اول نے بیت المال کی جو اشیا چھوڑین اور وہ خلیفہ دوم کو سپرد کی گئین۔ اُن کی فہرست مین اِس قرآن کا نام نہین ہے۔ اور خلیفہ اول نے جن چیزون کے سپرد کرنے کو فرمایا تھا۔ اُس مین اِس کا نام نہین لیا تاریخ الخلفاء مین ہے۔

قال ابو بکر لما احتضر لعائشة یا بنیتہ انا ولینا امر المسلمین فلم ناخذ لنا دینارا ولا درھما ولکن اکلنا من جریش طعامھم فی بطوننا ولبسنا من خشن ثیابھم علی ظھورنا وانہ لم یبق لنا عندنا من فیئ المسلمین قلیل ولا کثیر الا ھذا العبد الحبشی وھذا البعیر الناضح وجرد ھذا القطیفة فاذا مت فابعثی بھن الی عمر۔

حضرت ابو بکر نے نزع کے وقت فرمایا۔ کہ اے بیٹی مین خلیفہ بنایا گیا۔ مین نے بیت المال سے روپیہ نہین لیا۔ مگر بقدر موٹا کھانے اور موٹا پہننے کے۔ اور اب میری پاس بیت المال کا سوا اِس غلام حبشی اور اور پانی لانے کی اونٹنی اور اِس پرانی چادر کے کچھ نہین۔ میرے بعد اِس کو عمر کے پاس بھیجدینا۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

مرتبہ مین پہنچ گئے ہین۔

یہ عجب بات ہو کہ جو واقعہ نہایت ہی بے اصل اور سراسر غلط اور جس قدر بے بنیاد ہوتا ہے اُسی قدر مشہور اور زبان زد عوام و خواص ہو جاتا ہے۔ خلیفہ اول کے جمع قرآن کے واقعہ نے شہرت کا یہ درجہ پایا ہے کہ آج محدثین اور مورخین۔ اور ہر مسلمان کی زبان اور قلم پر ہے۔ اور انتہا یہ ہے کہ بخاری جیسے ناقد اور محقق کی تحقیق کی روشنی بھی اس شہرت کے آگے ماند پڑ گئی۔ مگر پھر بھی حق حق ہے اور باطل باطل جھوٹ اور فریب گو مشہور ہو جائے۔ قبول کر لیا جائے لیکن انجام کار سچائی کی روشنی غالب آکر اُسے محو کر دیتی ہے اور وہ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ خلیفہ سوم نے اپنے عہد مین خلیفہ اول کی جمع کردہ قرآن کی چند نقلین کرا کے مختلف بلاد مین بھیجین۔ اور یہ حکم دیا کہ اس کے سوا جو لکھے ہوئے قرآن ہین وہ ضائع کر دیے جائین۔ اور اب سے اس قرآن کے موافق پڑھا یا پڑھایا جائے چنانچہ کتب حدیث اور تواریخ مین یہ واقعہ مذکور ہے اور یہان مین بھی ترمذی سے اُسے نقل کرتا ہون۔

عن انس ان حذیفة قدم علی عثمان وکان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیة واذربیجان مع اهل العراق فرای حذیفة اختلافهم فی القران فقال لعثمان بن عفان یا امیر المومنین ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب کما اختلف الیهود والنصاری

انس کا بیان ہے کہ حذیفہ آرمینیہ اور آذربیجان کے غزوہ سے واپس ہو کر حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ لوگون مین قرآن کی قرات مین بہت اختلاف ہو قبل اس کے کہ لوگ یہود اور نصاری کی طرح گمراہ ہون۔ آپ اس کی تلافی اور انتظام کر دیجئے حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے پاس

وسلم نے اُس کے یاد کا خاص حکم دیا۔ زید کو تمام قرآن یاد تھا۔ اور لکھا ہوا تھا۔ ابی بن کعب کے پاس بھی تمام قرآن لکھا ہوا اور یاد تھا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو سورہ برارۃ یاد تھی چنانچہ اُنھوں نے مکہ میں جاکر سنائی اور زید کے قرآن لکھنے کے وقت یہ لوگ مدینہ میں موجود تھے پھر اب زید کا یہ کہنا کہ ابوخزیمہ کے سوا کسی کے پاس یہ آیت نہ تھی وہ بات ہے جس کے ماننے کے لئے کسی طرح کوئی مسلمان تیار نہیں ہو سکتا۔ الحاصل زہری کی اس روایت میں چھ امر تو ایسے ہیں جو واقعات کے رو سے سچائی کے معیار میں صحیح نہیں اُترتے اور وہ بالکل غلط ہیں۔

(۱) جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری شہید ہوئے۔

(۲) زید نے آنحضرتؐ کی حیات میں قرآن جمع نہیں کیا تھا۔

(۳) زید پورے قرآن کے حافظ نہ تھے۔ (۴) آنحضرتؐ نے پورا قرآن جمع نہیں کرایا تھا

(۵) حضرت عثمان نے آنحضرت کے عہد میں قرآن جمع نہیں کیا تھا

(۶) ابوخزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس سورہ برارۃ کا آخر لکھا ہوا نہ تھا۔ اور سات باتیں ایسی ہیں جو شب و روز کے تجربہ اور صحابہ اور مسلمانوں کے حالات کے اعتبار سے بعید نہیں۔ اور یہ دونوں اِن کی اجازت نہیں دیتے۔

(۱) ڈیڑھ سال میں زید کا تمام و کمال قرآن کو تلاش کرکے لکھ دینا (۲) حضرت عمر کا یہ خیال کرنا کہ قرآن ضائع ہو جائے گا۔ (۳) قرآن جمع کرنے کے پہلے قاریان قرآن کو لڑائی میں بھیجنا۔ (۴) قرآن کے جمع کرنے کو محض زید کے متعلق کرنا۔ باوجودیکہ خود مدینہ میں اِن سے بہتر قاری بھی موجود تھے۔ (۵) اِس قرآن جمع شدہ کا حضرت حفصہ کے پاس رہنا نہ خلیفہ سوم کے۔ (۶) خلیفہ اول اور دوم کا اپنے عہد میں اِس قرآن کی نقلیں ملک میں شائع نہ کرنا۔ (۷) مسلمانوں میں سے ایک مسلمان کا بھی اِس قرآن کی نقل نہ لینا۔ اِس کے علاوہ زہری کی روایت کا اختلاف اور نیز زہری کی یہ تنہا روایت بہت سی اُن روایات کے مخالف ہے جو اپنی کثرت کی وجہ سے تواتر کے

ینتظر فالتمستها نوجدتها مع	اس کو اپنی جگہ سورۃ مین لکھدیا۔
خزیمۃ بن ثابت او ابی خزیمۃ	⁂ ⁂ ⁂
فالحقتها فی سورتها۔ هذا حدیث	⁂ ⁂ ⁂
حسن صحیح وهو حدیث الزهری	⁂ ⁂ ⁂
ولا نعرفه الا من حدیثه	⁂ ⁂ ⁂

زہری کی اس حدیث سے یہ پانچ باتین ثابت ہوتی ہین۔

(۱) حذیفہ بن الیمان کو آرمینیہ اور آذربیجان کے غزوہ مین جب یہ معلوم ہوا کہ مسلمانون مین قرآن مین اختلاف ہے تو واپسی کے بعد حذیفہ نے خلیفہ سوم سے درخواست کی کہ اس کا انتظام کرین اور اس اختلاف کو روکین۔

(۲) خلیفہ سوم نے حذیفہ کے مشورہ سے زید۔ سعید۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ کو اس پر مقرر کیا کہ وہ خلیفہ اول کے لکھائے ہوئے قرآن کی نقلین کرین۔ اور اگر کسی لفظ مین اختلاف ہو تو لغت قریش کے موافق اسے لکھین۔

(۳) ان نقل شدہ قرآن کا ایک ایک نسخہ ہر طرف روانہ کیا۔

(۴) اس قرآن مین سورہ احزاب کا اخیر نہ تھا جس کو خزیمہ یا ابو خزیمہ کے پاس سے تلاش کر کے لکھا۔

(۵) حضرت عثمان نے سوا اس کے کہ حضرت ابوبکر کے قرآن سے نقل کرائی اپنی طرف سے اور کوئی امر جدید نہین کیا۔ مین یہان چند امور کی تنقیح کرتا ہون جس سے حضرت عثمان کے اس جمع قرآن کی روایت پر بہت کچھ روشنی پڑیگی۔

پہلی تنقیح

(۱) آذربیجان والون نے جو معاہدہ خلیفہ دوم کے عہد مین ۲۲ھ مین

فارسل الی حفصة ان ارسلی الینا
بالصحف نسخها فی المصاحف ثم
نردها الیك فارسلت حفصة الی
عثمان بالصحف فارسل عثمان الی
زید بن ثابت وسعید بن العاص
وعبد الرحمن الحارث بن هشام
وعبد الله بن الزبیر ان انسخوا
الصحف فی المصاحف وقال للرهط
القرشیین الثلاثة ما اختلفتم
انتم وزید بن ثابت فاکتبوه
بلسان قریش فانما نزل بلسانهم
حتی نسخوا الصحف فی المصاحف
وبعث عثمان الی کل افق بصحف
من تلك المصاحف التی نسخوا
قال الزهری وحدثنی خارجة
بن زید ان زید بن ثابت فقدت
آیة من سورة الاحزاب کنت
اسمع رسول الله صلی الله علیه
وسلم یقرءها من المومنین رجال
صدقوا ما عاهدوا الله علیه
فمنهم من قضی نحبه ومنهم من

کہلا بھیجا کہ وہ صحیفے میرے پاس بھیجدو تاکہ
مین اوس کی نقلین کراؤن۔ پھر مین اُسے
تمہین واپس دونگا چنانچہ حضرت حفصہ
نے وہ صحیفہ بھیجدیے۔ حضرت عثمان نے
زید۔ سعید۔ عبد الرحمن۔ عبد اللہ کو اسپر
مامور کیا کہ وہ نقل کرین۔ اور فرمایا
کہ اگر باہم اختلاف ہو تو قریش کے
لغت مین لکھو اور اُسے ترجیح دو اسلئے
کہ اونھین کی زبان مین قرآن نازل ہوا
ہے اِن لوگون نے نقلین کین اور حضرت
عثمان نے اِن مین سے ہر ایک کو ایک
ایک طرف بھیجدیا۔ زہری کہتے ہین کہ زید کے
بیٹے خارجہ کا بیان ہے کہ مجھسے میرے باپ
زید نے کہا کہ سورہ احزاب مین اوس
آیۃ کو جسے مین نے آنحضرت کو پڑھتے
سنا تھا نہین پایا۔ اور وہ آیۃ یہ ہے
من المومنین رجال صدقوا
ما عاهدوا الله علیه فمنهم
من قضی نحبه ومنهم من
ینتظر اِس کو تلاش کیا تو خزیمہ
یا ابو خزیمہ کے پاس ملی تب مین نے

ہدایت کے موافق قرآن کی تعلیم دی ہوگی۔ کیونکہ فاروق اعظم کی یہ عادت تھی کہ معلمین کو روانہ کرتے وقت ضروری ہدایت کر دیتے تھے۔ خصوصاً ایسی امور سے سختی کے ساتھ روکتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ہو جس کا لازمی اثر یہ ہونا چاہئے تھا کہ اوس عہد میں قرآن میں ایسا اختلاف ہوتا جس کے رفع کرنے کی ۳۰ھ میں خلیفہ سوم کو ضرورت پیش آئے۔

(۲) ۲۵ھ تک تمام ممالک اسلامیہ میں قرآن کی اشاعت جس قدر بھی ہوئی تھی وہ اون صحابہ نے کی تھی جنہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن یاد کیا تھا۔ اور آپ سے سنا۔ اور پڑھا۔ اور لکھا تھا۔ اور جن قراء اور حفاظ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے بارہا قرآن سنا۔ آپ کی زبان مبارک سے قرآن کو لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا اور خود آنحضرت نے بھی اُن پر وثوق و اعتماد کر کے اونھیں قرآن پڑھانے اور تعلیم کی اجازت دی۔ اور آنحضرت کے عہد میں ہزاروں کو اُنہوں نے قرآن پڑھا دیا تو ان حفاظ اور قراء نے آنحضرت سے جس طرح قرآن سنا اور یاد کیا تھا وہ کبھی اور کسی حالت میں بھی اوس کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔ اون صحابہ کی تو بڑی شان ہے۔ آج بھی اگر کسی مسلمان کو اس کا یقین ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کام اس طرح کیا ہے اور فلاں بات کو یوں فرمایا ہے یا قرآن کا فلاں حرف اس طرح پڑھا ہے تو وہ بھی اوس کے خلاف ہرگز نہ کریگا۔ اور اُسی پر قائم رہے گا۔ خواہ اُسے مالی اور جانی دونوں قربانی کرنی پڑیں۔ اب جن صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن یاد کیا تھا اور اسی طرح جن لوگوں نے ان صحابہ سے قرآن لکھا پڑھا تھا۔ اگر اون میں باہم اختلاف تھا تو خلیفہ سوم کے کہنے سے وہ اوس قراءت اور قرآن کو نہیں چھوڑ سکتے تھے جس کو اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے استاد صحابہ کرام سے لیا اور سیکھا اور لکھا تھا۔ اور یہ ناممکن تھا کہ خلیفہ سوم اُنسے اونکے

کیا تھا۔ وہ خلیفہ سوم کے زمانہ مین توڑ دیا۔ اس پر خلیفہ سوم نے ۲۵ھ مین ولید بن عقبہ کو آذربیجان پر متعین کیا۔ اور ولید نے پھر دوبارہ اُسے فتح کیا۔ اور ۲۵ھ مین ہی حضرت عثمان نے قرآن لکھائے۔ اگرچہ ابن خلدون اور کامل ابن اثیر وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ ۳۰ھ مین یہ قرآن لکھائے گئے مگر علامہ ابن حجر شارح بخاری فتح الباری مین لکھتے ہین کہ یہ غلط ہے۔ درحقیقت یہ ۲۵ھ مین ہوا ہے۔ چونکہ خلیفہ سوم کا انتقال ۳۵ھ کے آخر مین یعنی ۲۷۔ ذی الحجہ ۳۵ھ مین ہوا تو یہ اختلاف جس کی خبر حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان کو دی تھی نیا نہ تھا۔ یعنی خلیفہ سوم کے عہد مین پیدا نہین ہوا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک سال کی مدت مین ایسا نہین ہوسکتا۔ بلکہ اصل یہ اختلاف قراء صحابہ مین تھا۔ اور صحابہ مین سے جو ملک مین تعلیم قرآن کے لئے روانہ کئے گئے تھے اُنہون نے اپنی اپنی قراءۃ کے موافق قرآن پڑھایا تو وہ اختلاف اُن کے شاگردون مین رہا۔ اور خلیفہ اول اور دوم کے عہد مین برابر یہ اختلاف تھا جس کی خبر حذیفہ نے خلیفہ سوم کو دی۔ مگر تعجب ہے کہ ان دونون خلیفون نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور یہ ناممکن ہے کہ اس اختلاف کا علم ان دونون خلیفون کو نہ ہوا ہو خصوصًا خلیفہ دوم کو جو اپنے عہد مین تمام باتون کی خبر رکھتے تھے حالانکہ خلیفہ اول اور دوم کو اس کا بہت زیادہ خیال تھا کہ مسلمانون مین کسی طرح کا اختلاف نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے اُن کے عہد مین کسی قسم کا اختلاف مسلمانون مین نہین ہوا۔ جیسا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفاء کے مقصد دوم صفحہ ۱۴۰ مین لکھتے ہین۔ لہذا درین عصر اختلاف مذہب و تشتت آرا واقع نشد ہمہ بریک مذہب متفق و بریک راہ مجتمع و آن مذہب خلیفہ و رائے او بود۔ اور یہی علامہ ابن حزم نے الفصل مین لکھا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ امر بھی زیادہ توجہ کے قابل ہے کہ ۲۵ھ تک ممالک اسلامیہ مین قرآن کی جس قدر اشاعت ہوئی وہ خلیفہ دوم کی توجہ سے ہوئی انہون نے معلم بھیجے وظائف مقرر کئے۔ پھر ضروری ہے کہ ان تمام معلمون نے خلیفہ کی

ماں ممکن ہو کہ قرآن کے رسم خط مین اختلاف ہو۔ اور حضرت عثمان نے قرآن کے رسم خط قائم کی ہو۔

(۴) مسلمان قرآن کے پڑھنے مین محض لکھے پر اعتماد نہین کرتے بلکہ اس مین اس کی ضرورت ہو کہ وہ قرآن ایسے شخص کو سنائین جس کی سند کا سلسلہ آنحضرت تک ہو۔ اور بلا ایسے شخص کے سنائے اور سند حاصل کئے قرآن پڑھنا درست نہین۔ اور اس مین مسلمانون نے اس قدر احتیاط کی ہو کہ قرآن کے سوا حدیث مین بھی اُسی شخص کا اعتبار ہے جس نے سند حاصل کی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اُس کی سند ہو۔ جو شخص آج بھی بلا سند حاصل کئے محض اپنی قابلیت کے اعتماد پر لکھی ہوئی کتابون کو دیکھ کر حدیث پڑھانا چاہے تو اوس کی حدیث کا اعتبار نہین۔ اور کوئی مسلمان اوس سے حدیث نہین پڑھے گا۔ اور ایسا شخص قابل سزا ہو گا۔ جو لوگ قرآن پڑھتے اور حدیث کی قابلیت رکھتے ہین لیکن سند نہین رکھتے تو وہ بھی سند یافتہ کے حلقہ درس مین برسون رہکر اور سنا کر سند حاصل کرتے ہین تب وہ اس لائق ہوتے ہین کہ لوگ اون سے پڑھین ورنہ نہین۔ آجتک جس قدر قراء ہوئے اور ہین وہ تمام اپنی قرارت اور قرآن کی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہین جس سے اس امر مین کسی قسم کا شبہہ نہین رہتا کہ مسلمانون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح سے قرآن پہنچا ہو اور صحابہ نے جس طرح اونھین پڑھایا تھا وہ آجتک بلا کسی تغیر و تبدل کے برابر پڑھتے چلے آئے ہین اور اُسی طرح مسلمانون مین اوس کا رواج ہے۔ جو اختلاف صحابہ کے قراءتون مین تھا وہ اب بھی اون کے شاگردون مین ویسی ہی محفوظ ہے۔ قراء صحابہ کی یہ قرأتین ہم تک بتواتر پہونچی ہین جن مین شبہہ کی اصلا گنجایش نہین۔ اب ان متواتر اور یقینی باتون پر اس ایک شخص کی خبر کا کیا اثر پڑ سکتا ہو۔ اور ایسی ظنی اور وہمی باتون سے ہم یقین اور تواتر کو کسی طرح نہین چھوڑ سکتے

اوس قرآن کو جو اُنہین پہنچا تھا لیکر ضائع کر دیتے اور اُن کے دلون سے اوس نقش کو مٹا دیتے جو اون کے اُساتذۂ کرام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اون کے پاک دلون پر کیا تھا۔ جن کو اوس وقت کے مسلمانون کی حالت سے واقفیت ہے اور جن حضرات نے اُن مقدس اصحاب کی تاریخ کے دیکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اون کو اِس امر کے باور کرنے کے لئے تاریکی کا کوئی پردہ حائل نہین کہ خلیفہ سوم کے اختیار سے بلکہ خلیفہ دوم و سوم کے اختیار سے بھی یہ بات خارج تھی۔ بلکہ کوئی قوت بھی ایسی نہ تھی جو اُسے اوس قراءت کو چھوڑانے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اون کے اوستادون سے اُنھین پہنچی ہے دوسری قرارت کو رائج کرتے اور اِس اختلاف کو اوٹھا دیتے۔

(۳) ممالک اسلامیہ مین آج بھی جو قرآن لکھے ہوئے ہین اور جس قدر قرآن کے قاری ہین اِس وقت بھی اون کی سندین موجود ہین اور ہر قاری آج بھی قرآن کو اُسی طرح پڑہتا ہے جس طرح اوس نے اُسے اپنے اوستاد سے سنا ہے۔ اور جو اختلاف قراءۃ قراء صحابہ مین تھا وہ آج تک بھی اُن کے شاگردون مین ہے۔ اور ہر شخص اُسی طرح پڑہتا ہے۔ جس طرح اُسے پہونچا ہے۔ جو شخص تمام دنیا مین سفر کر کے مسلمانون کی قراءت کو مختلف ملکون مین سنے گا وہ ضرور اس اختلاف کو دیکھے گا۔ پھر خلیفہ سوم نے وہ کس اختلاف کو مٹایا جو اِس روایت مین بیان کیا گیا ہے اور یہ اختلاف ایسا نہین ہے جس سے کسی فتنہ کا خوف ہو۔ یہ معمولی لب و لہجہ وغیرہ کا اختلاف ہے۔ بلکہ یہ اختلاف سرور کائنات کے عہد مین بھی تھا۔ جس کو خود آنحضرت بھی جانتے تھے۔ اور آپکے حضور مین یہ اختلافات پیش بھی کئے گئے مگر آپنے اِس کو جائز رکھا۔ پھر جس کو آنحضرت نے جائز رکھا تو کیا کوئی مسلمان خصوصاً صحابہ اِس کو ناجائز رکھین گے؟ ہرگز نہین دوسرے مشاہدہ اور تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کے اِس اختلاف کی وجہ سے آج تک مسلمانون مین کوئی فتنہ یا گمراہی نہین ہوئی جس کا خطرہ اِس روایت مین بیان کیا گیا

جانتے ہین جن کو ایسی روایات مین دخل ہے۔ کیا محض زید کے لکھنے اور اون کی یاد کے بھروسے اور وثوق پر قرآن مان لیا گیا ہے۔ اور کیا محض زید کے کہنے اور لکھنے سے قرآن مین کسی آیۃ کا اضافہ ممکن تھا۔ این خیال ست و محال ست و جنون ؛ ۔ ہزارون قرآن کے نسخے بلکہ لاکھون اوس وقت مسلمانون کے ہاتھون مین ہون گے اور اس سے بھی بہت زیادہ حفاظ قرآن موجود تھے۔ اور مسلمان کے چھوٹے بڑے۔ مرد۔ عورت ادنیٰ۔ اعلیٰ کی زبان پر قرآن کا حرف حرف برق کی طرح روان تھا۔ مسجدین۔ اور نمازین اس کی صدا سے گونج رہی تھین۔ اس پچیس ۲۵ سال مین بلکہ سینتیس ۳۷ سال مین جس قدر قرآن کی اشاعت ہو گئی تھی وہ زید اور خلیفہ سوم کی سعی سے بے نیاز تھی۔ اور اتنے مسلمانون کے دلون سے کسی حرف یا قراءت کا دھو دینا کسی انسان کا کام نہین تھا۔

ہم مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ قرآن کے الفاظ خدا کے الفاظ ہین اور وحی الٰہی کے جو لفظ تھے آنحضرتؐ نے بعینہ انھین الفاظ کو پہنچایا۔ اون آسمانی الفاظ کے بجائے دوسرے لفظون کو رکھنا خواہ وہ آسمانی لفظون کے ہم معنی بھی کیون نہ ہون نہ آنحضرت سے ممکن ہے اور نہ کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کی نبوت سے ۲۵ھ تک یعنی اڑتیس ۳۸ سال کی مدت مین تمام اسلامی شہرون مین اوس کی اشاعت کمال عروج تک پہونچ گئی تھی۔ اور مسلمانون کے سینون اور سفینون دونون مین قرآن کا ہر ایک لفظ آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ رمضان مین اسلامی دنیا کی ہر مسجد مین کم سے کم ایک بار ضرور پڑھا جاتا تھا۔ پنجگانہ نماز مین۔ آخر رات مین۔ روزانہ تلاوت مین اس کا معمول تھا۔ اس وقت قرآن کی یہ حالت نہ تھی کہ اوس سے مسلمان ناواقف ہون۔ یا جو قرآن مسلمانون کے دلون۔ زبانون۔ صحیفون تعلیم گاہون مین داخل ہو گیا تھا اوس پر شک شبہہ کا پردہ کوئی ڈال سکے ؟

اور جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ تمام قراء صحابہ کی سندین آجتک رائج ہین اور صحابہ نے جس ملک مین تعلیم دی اور وہان کے باشندون کو جس طرح سے پڑہایا آجتک وہان کے باشندے اُسی طرح پڑہتے ہین۔ تو پھر خلیفہ سوم کے اختلاف قراءۃ کے مٹانے کی روایت کا پورا پورا حال معلوم ہوجاتا ہے اور اوس کی صحت اور صداقت کا پایہ جو ہے وہ ہر شخص پر ظاہر ہوجاتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم کتاب الفصل مین لکھتے ہین۔ فلو رام عثمان ما ذکر وانما قدر علی ذلک یعنی جو کہتے ہین کہ حضرت عثمان نے تمام قراءات مٹا کر ایک قراءت رکھی یہ اون کی غلطی ہے۔ یہ امر حضرت عثمان کے اختیار مین نہ تھا۔ اور جب ہم اِس وقت دیکھ رہے ہین کہ قراء صحابہ کا اختلاف قراءۃ اِس وقت بھی اون کے شاگردون مین برابر چلا آرہا ہے تو پھر حضرت عثمان نے کس اختلاف کو مٹایا۔

(۵) زید نے خلیفہ اول کے عہد مین اِن صحائف مین تمام قرآن نقل کیا تھا مگر تعجب ہو بارہ تیرہ سال تک یہ ویسی ہی جزدان مین رکھا رہا۔ کسی نے نہ دیکھا۔ اور اگر دیکھا بھی تو کسی کو اِس کا پتہ نہ چلا کہ سورہ احزاب سے ایک آیۃ اِس مین لکھنے سے رہگئی۔ جس کا پتہ اِس وقت خلیفہ سوم کے عہد مین نقل کراتے وقت ہوا۔ اور تعجب ہو کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک سے خلیفہ سوم کے عہد تک سورہ احزاب کی اِس آیۃ کو کسی نے نہین لکھا سوا خزیمہ کے اور کسی کے پاس نہ نکلی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہی ایک بات اس روایت کی صداقت اور عدم صداقت کی عمدہ دلیل ہو۔ علاوہ اِس کے زید نے خلیفہ اول کے عہد مین جب نہایت کوشش اور سعی سے قرآن جمع کیا۔ اور زید کو قرآن یاد بھی تھا۔ تو اوس وقت سورہ احزاب کی آیہ کا لکھنے سے رہ جانا ایک ایسی بات ہو جو انسان کے فہم سے بالاتر ہے۔ اور جب زید کے لکھنے اور حفظ کی یہی حالت ہو تو ممکن ہو کہ اِس مین اور بھی بعض آیات چھوٹ گئے ہون۔ اگر زید تیسرے بار پھر نقل کرتے تو ممکن تھا کہ وہ پھر زید کو یاد آجاتین مسلمانون کے یہان ایسی روایات کی جو وقعت ہے وہ اِس سے خوب

کی زبان مین لکھنا۔ اب ایسی صورت مین خلیفہ سوم کا زید کے ساتھ ان کو یعنی سعید عبدالرحمن۔ عبداللہ۔ جو قریش سے ہین شریک کرنا اور یہ فرمانا کہ تم تینون سے اور زید سے اگر کسی لفظ مین اختلاف ہو تو وہان زید کا اعتبار نہ کرنا۔ بلکہ اپنی زبان کے موافق لکھنا۔ حالانکہ یہ تینون شخص نہ مشہور قراء سے ہین اور نہ زید کی مثل ماہر ہین اور نہ اس قابل ہین کہ زید کے مقابلہ مین اون کا پلہ بھاری ہو۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت سعید۔ اور عبداللہ ۱۰ سال کے تھے۔ عبدالرحمن دس برس کے اور آنحضرتؐ سے اونہون نے کچھ نہین پڑھا تھا۔ اور زید نے تمام قرآن آنحضرتؐ سے پڑھا تھا۔ پھر ایسی صورت مین زید سے یہ تینون اگر قرآن کے کسی لفظ مین اختلاف کرین تو بمقابلہ زید کے پھر بھی اکا اعتبار ہو نا مسلمان اس کے سمجھنے سے قاصر ہین۔ اور کیا یہ ممکن تھا کہ زید نے جن الفاظ کو آنحضرتؐ سے خود سنا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے خود تعلیم فرمایا۔ اون الفاظ کو چھوڑ کے خلیفہ کی ہدایت کے موافق ان تینون کے بتائے ہوئے لفظون کو لکھتے۔ ہرگز نہین اور کیا کوئی مسلمان اس کا یقین کر سکتا ہے کہ خلیفہ نے زید کو اس قسم کی ہدایت کی ہوگی۔ کہ تم نے جن الفاظ کو آنحضرتؐ سے سنا۔ آنحضرتؐ نے جن الفاظ کو تمہین تعلیم دیا۔ جن الفاظ کو تم اب تک پڑھتے رہے۔ اور ایک بڑی جماعت کو تم نے تعلیم کیا۔ ان الفاظ کو تم محض اسلئے چھوڑ دینا کہ وہ قریش کی لغت کا نہین۔ اور قرآن قریش کی لغت مین نازل ہوا ہے۔ مین کہتا ہون۔ زید نے اگر آنحضرتؐ سے قرآن عربی کے سوا دوسری زبان کا لفظ بھی سنا یا پڑھا ہوتا تو پھر تمام عالم کے کہنے سے بھی وہ اس لفظ کو کسی طرح چھوڑ نہین سکتے تھے۔ خواہ اون کو یون سمجھایا ہی جاتا کہ قرآن عرب کی زبان مین نازل ہوا ہے اور یہ لفظ عربی نہین۔ کیونکہ کسی لفظ کا قرآن مین آنحضرتؐ کی زبان سے سن لینا یا آپ سے تعلیم پانا ایک ایسی مضبوط اور مستحکم دلیل ہے کہ قرآن کی تمام عمارت اسی پر قائم ہے نہ کسی قیاس اور گمان پر۔ اور کیا ایسے قیاسات ہین کہ قرآن عربی مین

اب ایسی حالت مین خلیفہ سوم کا اُن لوگون کو جو قرآن لکھنے پر مقرر کئے گئے تھے یہ ہدایت کرنا (اگر کسی لفظ مین تمہین اختلاف ہو تو ایسی صورت مین وہ لفظ لکھنا جو قریش کے مان مستعمل ہو۔ کیونکہ قرآن قریش ہی کی لغت مین نازل ہوا جیسا اِس روایت مین ہے وقال للرهط القرشيين الثلاثة ما اختلفتم انتم وزيد بن ثابت فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم یعنی خلیفہ سوم نے اون لوگون مین سے جو قرآن لکھنے پر مقرر کئے گئے تھے قریشون کو کہا کہ تم سے اور زید سے اگر کسی لفظ مین اختلاف ہو تو اپنی زبان کا لفظ لکھنا۔ کیونکہ تمہاری ہی زبان مین قرآن اُترا ہے) اِس روایت کے اعتبار کو مسلمانون سے کیا مخالفین اسلام کی نظرون سے بھی کھو دیتا ہے۔ اور جو شخص مسلمانون کی حالت اور قرآن کی تاریخ سے واقف ہے وہ ہرگز کسی حالت مین اِس کے لئے تیار نہین ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن اِس ہی روایت کے موافق جب قریش کی لغات مین نازل ہوا ہے قریش کی زبان کے سوا کسی دوسری زبان کا لفظ اِس مین نہین۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن جن الفاظ مین نازل ہوا اون ہی الفاظ مین آنحضرتؐ نے پہنچایا اور مسلمانون نے وہی الفاظ یاد کئے لکھے۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ زید جو انصاری ہین نہ قریش سے اون کے قرآن مین کوئی ایسا لفظ ہو جو قریشی نہین یعنی وہ درحقیقت قرآن کا لفظ نہین یا اون کو قرآن کے الفاظ کے بجائے دوسرے لفظ یاد ہون۔ حالانکہ زید وہ شخص ہین جو پچیس۲۵ سال تک برابر قرآن پڑھتے رہے۔ قرآن کا درس دیا کئے ہزارون کو قرآن کا حافظ بنایا۔ عہد مبارک مین وحی یعنی قرآن لکھتے تھے۔ آخر سال مین حضرت جبریل سے جو آنحضرتؐ نے دو دفعہ قرآن کا دور کیا تھا تو اُس مین یہ زید برابر شریک تھے۔ تمام قرآن آنحضرتؐ کے عہد مین یاد کیا تھا۔ اور لکھا تھا۔ خلیفہ اول و دوم نے اِن کے مقابلہ مین کسیکو ترجیح نہ دی اور انھین پر اپنا زیادہ اعتماد ظاہر کیا اِسی لئے انھین کو تنہا قرآن لکھنے پر مقرر کیا۔ اور اُس وقت کسی قریشی کو اِس کام مین اِنکا شریک نہ کیا۔ اور نہ یہ ہدایت کی کہ قریش

اصلاح فرما کر اس غلطی سے زید کو متنبہ کیا ہوگا تاکہ پھر یہ غلطی نہ ہو۔ کہ قریش کے لغات کے سوا دیگر اہل عرب کی لغات کا کوئی لفظ قرآن شریف میں لکھا جائے۔ اور اس اصلاح اور تنبیہ کے بعد ناممکن ہے کہ اُس قرآن شریف میں جو خلیفہ اول کے وقت میں لکھا گیا تھا پھر ایسا لفظ ہونا جو قریش کی لغات سے نہ ہوا اور دیگر اہل عرب کے لغات سے ہوتا اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کی تاکید اور تنبیہ کے باوجود زید سے پھر بھی ایسی غلطی ہوئی ہو کہ کوئی لفظ قریش کے لغات کے سوا کا ایسا رہ گیا ہو جسپر زید کی نظر کسی وجہ سے نہ پڑی ہو لیکن خلیفہ سوم کے عہد میں جب قرآن شریف کے نقل کی خدمت زید کو ملی اور سعید۔ اور عبدالرحمن۔ عبداللہ بن زبیر کا (جو بطون قریش سے ہیں) اس لئے تقرر ہوا۔ کہ جب کسی لفظ میں اختلاف ہو تو لغت قریش کے موافق اوسے لکھیں اور پھر حسب حکم خلیفہ سوم کے ان لوگوں نے لکھا۔ تو اب ایسی حالت میں یہ غیر ممکن تھا کہ قرآن شریف میں کوئی ایسا لفظ رہ گیا ہو جو قریش کے لغات سے نہ ہو۔ مگر واقعہ اسکے خلاف ہے اور قرآن شریف میں اب تک بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں جو قریش کے لغات کے سوا دیگر اہل عرب کی لغات کے ہیں جس سے صاف اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔

نمبر ۲ زید کا یہ بیان کہ سورۂ احزاب کی اس آیت کو جسے میں نے آنحضرت کو پڑھتے سنا تھا نہیں پایا۔ اور تلاش کے بعد خزیمہ یا ابوخزیمہ کے پاس سے ملی یہ وہ بات ہے جو بالکل خلاف عقل ہے اسلئے کہ زید کے پاس خود اپنا ذاتی لکھا ہوا قرآن ایسا صحیح موجود تھا جسکو زید نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود آپکی زندگی کے دس آخری رمضان میں سُنایا تھا جسمیں آپ نے دو مرتبہ قرآن شریف حضرت جبرئیل سے دور فرمایا تھا علاوہ اسکے اور دوسرے صحابہ جیسے معاذ بن جبل۔ ابی ابن کعب زید بن ثابت ابودرداء۔ ابوزید۔ محمد بن عبید

نازل ہوا ہے یا قریش کی زبان مین نازل ہوا ہے۔ قرآن کا کوئی حرف اپنی جگہ سے متزلزل ہو سکتا ہے۔ اور مسلمانون کے اوس یقین مین جو انوار نبوت سے حاصل ہوا ہے کسی قسم کی تاریکی کا دھبہ پڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہین۔ اس کے علاوہ تمام قرآن کا قریش کی لغات کے موافق ہونا خود صحیح نہین۔ بلکہ قریش کے سوا دوسرے الفاظ بھی قرآن مین ہین۔ پھر جب یہ بات خود ثابت نہین اور خلاف ہی تو یہ کس طرح ممکن ہی کہ حضرت عثمان قرآن کے متعلق ایک غلط بات فرمائین اور زید بن ثابت اُسے تسلیم کرلین۔ اور اگر حضرت عثمان نے ایسا فرمایا تھا اور واقعی یہ امر صحیح بھی تھا کہ قرآن قریش کی زبان مین نازل ہوا ہے تو پھر یہ ضروری تھا کہ یہ موجودہ قرآن جو اس وقت تمام مسلمانون کے ہاتھون مین ہے اور حضرت عثمان کا لکھا ہوا ہے اس مین کوئی لفظ غیر قریش کا نہ ہوتا۔ حالانکہ اس مین قریش کے سوا بھی دیگر اہل عرب کے لغات ہین اب موجودہ قرآن کو اس روایت کے اس معیار پر جانچو اور دیکھو کہ یہ وہی قرآن ہی جس کو حضرت عثمان نے فرمایشی لکھایا تھا۔ یا ویسا نہین۔ اور اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ روایت کس درجہ قابل تسلیم ہی

(۷) قرآن اگر قریش ہی کی زبان سے مخصوص ہے تو یہ ایسی بات نہین جس کو صرف حضرت عثمان ہی جانتے ہون بلکہ یہ وہ امر ہے جسے اوس وقت کا ہر قرآن دان جو عرب کا باشندہ تھا جانتا ہوگا۔ خصوصاً خلیفہ اول اور دوم تو ہرگز اس سے ناواقف نہ ہون گے۔ پھر جو قرآن زید سے خلیفہ اول نے بمشورہ خلیفہ دوم لکھایا تھا۔ ضرور وہ قریش ہی کی زبان مین لکھایا ہوگا۔ اور ضرور خلیفہ اول اور دوم کی نظر سے گذرا ہوگا۔ اب یہ ناممکن ہی کہ اس قرآن مین کوئی اوس زبان کا لفظ ہو جس مین قرآن نازل نہین ہوا۔ کیونکہ اول تو زید نے خود ہی اس قرآن مین ایسے لفظ نہ لکھے ہون گے۔ اور اگر غلطی سے لکھے بھی ہون تو خلیفہ اول اور دوم نے ضرور اوس کی

رحمہم اللہ موجود ہیں اور چاروں قرآن کے حافظ ہیں پھر بھی مصحف صدیقی میں سورۂ احزاب کی آخری آیتیں لکھی نہیں جاتی ہیں یہ سورۂ ناقص رہتی ہے حالانکہ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کو قرآن کی حفاظت اور اوسکی صحت اور اسکے لفظ لفظ کی درستگی کا جس قدر اہتمام تھا اوسکو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات ایسی خلاف درایت معلوم ہوتی ہے جسکو کوئی ذی علم جو حفاظ صحابہ اور خلفاء راشدین کی زندگی سے علم رکھتا ہو ہرگز صحیح نہیں سمجھ سکتا ہے۔

نمبر ۹ اس روایت میں جس قرآن کو حضرت حفصہؓ کے پاس سے خلیفۂ سوم نے طلب کیا تھا وہی قرآن ہے جسکے متعلق بخاری کی حدیث میں زید کا بیان یہ ہے کہ میرا لکھا ہوا قرآن زندگی بھر خلیفہ اکبر کے پاس رہا۔ ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پھر انکے بعد انکی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔ مگر اتنے زمانہ تک جن صاحبوں کے پاس یہ قرآن رہا آیا اس طرح رہا جس طرح مسلمان تبرکاً قرآن اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ میرے نزدیک صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین اور ازواج مطہرات کے متعلق ایسا خیال ایسی بدظنی ہے جو بعض الظن آثم کے مصداق ہے۔

بہرحال ان بزرگوں کی زندگی پر نظر رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ضرور اوس قرآن سے تلاوت کی جاتی ہوگی کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کہ یاد سے دیکھکر تلاوت کو وہی فضیلت ہے جو فرض نماز کو نفل پر۔ صحابہ کرام کی ذات سے بالکل مستبعد ہے کہ اس علم کے بعد انکی خواہش اور کوشش نہو۔ کہ دیکھکر تلاوت کریں باخصوص خلفاء راشدین اور ازواج مطہرات۔

پس باوجود اسکے کہ مصحف صدیقی خلیفہ سوم کے عہد تک ہمیشہ ایسے لوگوں کے پاس رہا جو حافظ تھے اور جو بفحوائے حدیث مذکور باوجود حافظ ہونے کے دیکھکر

عثمان بن عفان تمیم داری۔ عبادہ بن صامت۔ ابو ایوب کے پاس بھی پورا قرآن شریف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا یا ہوا موجود تھا پھر یہ بات کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کہ تلاش کے بعد محض ابو خزیمہ کے پاس ملی بلکہ یہ ایک ایسی ناقابل قبول بات اس روایت میں ہے جو اس روایت کو معیار صحت سے گرا دینے کیلئے کافی ہے بالخصوص جبکہ اسکے خلاف پوری قرآن شریف کے عہد نبوی میں لکھے جانے کے متعلق اس کثرت سے روایتیں موجود ہیں جو تواتر کے مرتبہ کو پہونچ گئی ہیں۔

نمبر ۸ اشتباہ کی تیسری روایت جو بخاری کی ہے اسمیں زید کا بیان ہے کہ میں نے کھجور کے پتوں اور پتھر کے ٹکڑوں اور آدمی کے سینوں سے قرآن جمع کیا اور لکھا یعنے کسی آیت یا کسی سورہ کو محض لکھے ہوئے ٹکڑوں پر اعتماد کر کے خلیفہ اول کے عہد میں قرآن میں نہیں لکھا گیا تھا بلکہ حفاظ صحابہ پر بھی آیت اور سورت پیش کی گئی تھی اسکے بعد لکھا گیا تھا۔ تو اب حیرت ہو کہ ایسی حالت میں جب سورہ احزاب حفاظ پر پیش کی گئی کس طرح اسکے آخر کی آیتیں لکھنے سے رہ گئیں جو خلیفہ سوم کے عہد میں نقل کے وقت معلوم ہوئیں؟ کیا حفاظ صحابہ کی جماعت میں ..... سب کو ایک قلم یہ آیت ذہول ہو گئی تھی اور کسی کو سورۂ احزاب کی آخری آیتیں یاد نہ تھیں جس کی وجہ سے مصحف صدیقی ناقص رہا۔ اور خود زید کو بھی جو مصحف صدیقی کے کاتب تھے اور قرآن کے حافظ تھے وہ بھی اسکو سارے حفاظ صحابہ کے ساتھ بھول گئے تھے۔ ایسے واقعہ پر کوئی آنکھ بند کر کے صحت کی مہر کر دے مگر کوئی ذی ہوش اور صاحب بصیرت ایسے ناقابل قبول واقعہ پر ایک منٹ کیلئے اعتماد نہیں کر سکتا ہے۔ بالخصوص یہ کہ عہد صدیقی میں حفاظ صحابہ پر پیش کر کے قرآن جمع کیا جاتا ہے اور خلفاء راشدین

صحتنامہ رسالہ تاریخ القرآن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۱۴	عزاربعة	حن اربعة	۳۷	۵	آپ کی	آپ کے
۹	۱۸	۱۶۹	۱۷۲	″	۱۳	کئے شہیدآپ	کئی شہید آپ
۹	۵	کی س	کے اس	″	۱۸	رکھنے	رکھے
″	۶	حرکت	جرأت	۳۸	۱۴	نہونی پر	نہونے پر
۱۱	۷	اوس	اوسکے	۴۰	۳	قرن	قرآن
۱۱	۲۱	دوسرن	دوسروں	″	۸	صعصعہ	صعصعة
۱۴	۸	ایسی	ایسے	″	۱۳	فرمائے	فرمایئے
۱۵	۷	پاکسکی	پاک کے	″	۲۰	استیعاب ج ۱	استیعاب ج ۲
۱۶	۲	جیسا	جیساکہ	۴۱	۸	قاریان	قاریوں
۱۸	۱۵	پڑھالے	پڑھاتے	۴۶	۲	تین سو	تین سوسے
۲۹	۵	چیف کمانڈر	کمانڈر انچیف	″	۱۰	فکہان	فکان
″	۶	ڈایریکٹر	ڈائرکٹر	۴۷	۳	علوا	علاوہ
″	۲۰	رکھار	رکھا	۴۸	۷	ذوہی	ذومنی
۳۰	۸	مسیحی کی	مسیحی	۵۱	۱۰	صہ ۱۲	صہ ۹۱
″	۱۱	ڈیرھ	ڈیڑھ	″	۱۱	بالغربیة	بالعرابیة
″	۱۴	اوسوقت شعر کہنا	اوسیوقت سے شعر کہنا	۵۶	۶	الفلا مہ	الفلامیة
۳۲	۶	کھانتہ	کہانت	″	۱۰	ماعدل	مایدل
۳۳	۸	جوشنزن	جوش زن	۵۷	۱۸	کی شوکا فی اسوقت میں کلی	کہیلنے کافی شے اوسوقت ان موجود تھی
۳۴	۶	سنائے	سنایئے	۶۰	۶	اپنے	اپنی
۳۶	۵	ایسی	ایسے	″	۱۶	اونکے	اوسکے

تلاوت فرماتے ہونگے مثلاً حضرت ابوبکر پھر اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہا باوجود حافظ ہونے کے فضیلت مذکورہ کی بنا پر ضرور دیکھکر تلاوت فرماتے ہونگے اسیطرح حضرت حفصہ رضؓ بھی باوجود حافظہ ہونیکے دیکھکر تلاوت فرماتی ہونگی۔ تو ایسی حالت میں سورہ احزاب کے آخر کی آیتوں کے متعلق کسی کو خبر نہ ہو اور اس غلطی کا اتنے دنوں تک رہجانا اور خلیفہ سوم کے عہد میں زید کو اس کے نقل کے وقت معلوم ہونا ایک ایسی بات ہے جو انسان کی فہم سے بالاتر ہے کہ ایک حافظ نہیں بلکہ تین تین حافظوں نے اس زمانہ تک جس قرآن میں تلاوت کی ہو اسمیں ایسی غلطی رہگئی ہو۔ اور پھر خصوصیت یہ کہ ان تین حافظوں میں دو تو خلفاء راشدین کے سرتاج حضرت ابوبکر و عمر تیسرے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمرؓ کے گھر میں پلی ہوں اور اون کی تربیت میں نشو و نما پائی ہو اسپر بھی غلطی رہجائے اور کسی کو خبر نہ ہو۔ میرے نزدیک ایسے اختلاف قرآن کے مٹانے کیلئے جسکو خود حضور نے سنکر سمجھکر جائز رکھا تھا اور خلیفہ سوم کا قرآن شریف کی نقل پر زید کو مامور کرنا۔ اور اسکے نقل کے لئے باوجودیکہ خود زید کے پاس اپنا لکھا ہوا۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا ہوا قرآن موجود تھا حضرت حفصہؓ کے پاس سے قرآن شریف طلب کرنا اور باوجود اسکے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس پورا قرآن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا موجود تھا سورہ احزاب کی آخری آیتوں کا محض خزیمہ یا ابوخزیمہ کے پاس ملنا ایسی باتیں ہیں جو یا تو بالکل بے اصل ہیں یا درمیان کے کسی راوی کے بیان کی غلطی ہے جو مقتضاء بشریت سے بعید نہیں ہے۔ بہرحال یہ تمام روایات بمقابلہ اوس تواتر اور توارث کے جس سے قرآن ہمیں ملا ہے لائق اعتبار نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

عبداللطیف رحمانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۱	۴	مورۃ قرار دینا	سورہ قرار دینا
〃	۱۱	لکھے گئے جیسا دو سورتوں میں لکھے جاتے تھے	لکھی گئی جیسا کہ دو سورتوں کے درمیان لکھی جاتی تھی
〃	۱۸	نہیں کہے	نہیں لکھی
۱۳۴	۲۰	نہیں لکھے گئے نہیں	نہیں لکھی گئی نہیں
۱۳۴	۲۱	لکھاتے	لکھائی
۱۳۵	۱	لکھاتے	لکھائی
〃	۸	شتباہ	اشتباہ
۱۳۶	۹	یراجعنی	یراجعنی
۱۳۹	۱	ابی بن کعب و معاذ بن جبل	ابی بن کعب و معاذ بن جبل
۱۴۲	۱۲	نقل چاہیئے	نقل کرنا چاہیے
〃	۱۶	ہوں گے جو مدینہ	ہونگے جو مدینہ سے باہر
〃	۱۸	ایک سال	ایک سال یا ایک
〃	۲۰	سوں	اون
۱۴۳	۱۹	اور دوس	اور اوس
۱۵۱	۲۰	پلن نہیں	میں یہ نہیں
۱۵۳	۵	روابنوں	روایتوں
۱۵۶	۱۱	قرآرن	قرآن
۱۵۹	۲۱	منی مالکہ	بنے یا مکہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۵	۲۰	اسامدہ	اساتذہ
۱۶۶	۱	نقس	نقش
۱۶۷	۱	قرآن کے	قرآن کی
۱۶۹	۸	خلیفہ سوم	خلیفہ دوم
〃	۲۱	شبہہ	شبہ
۱۷۰	۲	ہاں	یہاں
〃	۱۶	کئے	کئی
〃	۱۸	آنحضرت سے	آنحضرت نے
۱۷۲	۲۱	اوں	اول

اطلاع

رسالہ ہذا میں اس کے سوا اگر اور بھی غلطیاں طبع ہونے یا تصحیح کرنے میں رہ گئی ہوں اُسے ناظرین خود صحیح فرمالیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ دوسرے ایڈیشن میں اسکی پوری مکافات کردی جائیگی۔

نیازمند

مہتمم مطبع ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲	۹	ایسے	ایسی
〃	۱۳	ہاں	یہاں
〃	۱۶	فائدے	فائدے ہیں
〃	۱۷	واقع ہی	واقع ہے
۶۴	۵	بارہ	پارہ
〃	۶	ٹھہیرا	ٹھیرایا
۶۸	۱۷	یہ	یہ
〃	۲۰	سوا کے	سوا
۷۰	۳	طبقاب القرار	طبقات القراء
〃	۸	صحابہ سے بعض نے	صحابہ نے بعض
〃	۱۰	کین	کین
〃	۱۱	اپنی	اپنے
〃	۱۸	نفان	عفان
〃	۲۰	ذلروا	ذکروا
۷۳	۱۰	کے	کی
۷۵	۹	ہوا	ہوا کہ
	۱۵	روزانہ کے	روزانہ کے گئی
۷۷	۶	ہے ملے	ہی ملے
۷۹	۲	پر آگے	پر آگئے
۹۳	۰	جب سہ	جب کہ
〃		یہ	یہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۵	۱۵	ہے یہ	ہے کہ
۸۶	۱۱	فیقر	فیفر
۹۰	۴	آخرہن الحوارم	آخرہن العمم
۹۰	۱۵	مسلم سے بھی	مسلم سے
۹۷	۶	نہ سنا ہو	نہ سنی ہو
۱۰۰	۴	لکھی ہوئی	لکھا ہوا
	۵	تھی	تھا
۱۰۱	۲	جنکے	جنکی
۱۰۲	۹	تاخیر کی	تاخیر کے
۱۰۳	۶	ترتب	ترتیب
〃	۹	نواوی	نووی
۱۰۵	۱۱	یہ نات	یہ ثابت
۱۰۶	۲	ہیں	ہیں کہ
〃	۱۰	اور او تحلم	اور مستحکم
〃	۱۶	کہے	کہے کہ
۱۰۷	۱	نہیں نہیں	نہیں سنیں
〃	۳	ٹھرائی	ٹھیرائی
۱۲۰	۳	غلط فاحش	غلط فاحش
۱۲۲	۹	نہ کہے	نہ لکھی
۱۲۳	۲	نہیں لکھی	نہیں لکھے
۱۲۵	۲۱	صدتقدد	اور تفاد